سرکار صدر المتقین سلطان المتقین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

کے خطبات کا مجموعہ

مجالس حسینیہ

(حصہ سوئم)

(اثبات امامت)

مرتب و ناشر: آغا محمد شعیب الحسن قمی

بونگہ جمعٹ ضلع سرگودھا

پرنسپل مدرسہ قرآن و عترت

قائم خان وسان جھنگو خیر پور میرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : "مجالس حسینیہ" حصہ سوئم (اثبات امامت)
مجموعہ خطابات : آیت اللہ علامہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ
زیر نگرانی : آیت اللہ علامہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ
مرتب : آغا محمد شعیب الحسن قمی بونگہ جھمٹ ضلع سرگودھا
0305-2973894 / 0303-3235728
نظر ثانی : مولانا آفتاب حسین جوادی جامعۃ الکوثر اسلام آباد
پروفیسر عابد حسین عابدی
عنوانات : سجاد حیدر دیوال (خوشاب)
کمپوزنگ : سجاد حیدر 0302-8067005 / 0344-9819912
تعداد : ایک ہزار
ہدیہ : 250 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ السبطین جامعہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
رابطہ کے لیے: اقبال حسین ۔ موبائل: 0300-5379405
حیدر بک ڈپو مرکزی امام بارگاہ بلاک نمبر ۷ سرگودھا
مکتبۃ الرضا، لاہور
کریم پبلیکیشنز، لاہور
مکتبہ جعفریہ کربلا خوشاب

فہرست عناوین

عشرہ مجالس

پیش لفظ

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا

ماشاء اللہ! عزیز محترم مولانا شعیب الحسن قمی صاحب نے بڑی محنت کی ہے کہ سلطان المتکلمین حضرت علامہ الشیخ محمد حسین نجفی صاحب مدظلہ العالی کی مجالس کو کتاب کی صورت میں حصہ سوئم ترتیب دیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مومنین کرام استفادہ کرسکیں ۔ اس سے پہلے مجالس حسینیہ حصہ اوّل و دوئم کو مومنین کرام نے کافی پسند کیا ۔ ایک تقریر کو سن کر اُسے کتابی شکل دینا بہت مشکل کام ہے مگر مولانا موصوف نے ایک اچھے انداز میں "مجالس حسینیہ" حصہ سوئم جو کہ اثبات امامت کے موضوع پر تقاریر ہیں مرتّب کیا ہے ۔

یہ کتاب واعظین، مقررین، پیش نماز حضرات اور مومنین کرام کے لیے انتہائی مفید ہے ۔

جناب سجاد حیدر نے اس مجموعہ تقاریر میں موضوع کے مطابق مناسب سرخیاں لگا دیں اور ابتدا میں فہرست عناوین بھی لکھ دی جس سے اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا اور استفادہ میں سہولت ہوگئی ۔

نذر حسین صابر آف وجھ
پرنسپل درسگاہ امام زمانہؑ کیلا جاگیر تحصیل ساہی وال ضلع سرگودھا
0333-5115151

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوۃ علی محمد و آل محمد

آج کے اس پر آشوب دور میں انسانی معاشرہ کی علمی و مذہبی و رُوحانی اور معنوی پیاس بجھانے میں علماء حقہ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ بالخصوص حضرت آیت اللہ العظمٰی الشیخ محمد حسین نجفی صاحب کی تقاریر و مجالس کا اہم کردار ہے۔ ضرورت تھی کہ نجفی صاحب کے مجموعہ تقاریر و مجالس کو تحریر میں لایا جاتا۔ اس سلسلے میں ایک اہم قدم برادرِ عزیز مولانا محمد شعیب الحسن قمی صاحب نے اٹھایا ہے۔ اور نجفی صاحب کے مجموعہ مجالس و تقاریر پر مشتمل کتاب "مجالس حُسینیہ" کو بڑی محنت سے مرتب فرمایا۔ مزید اس کا تیسرا حصہ مومنین و خطباء، واعظین کے لیے ایک اور عظیم علمی تحفہ پیش کر دیا۔ یہ موصوف قمی صاحب کی عظیم الشان کاوش ہے جو تمام خطباء، واعظین اور اہل ایمان کی اشد ضرورت تھی۔ اور مجھے یہ بھی فخر حاصل ہے کہ مولانا شعیب الحسن قمی ہمارے مدرسۃ الحسنین تلہ گنگ ضلع چکوال کے قابل محنتی اور ذمہ دار طالبعلم رہے اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے حوزہ قم المقدسہ میں تشریف لے گئے۔ واپسی پر اس وقت سندھ میں ضلع خیر پور میرس میں تبلیغی، علمی اور قرآنی تعلیمات کی تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ خداوند متعال بحق محمدؐ و آل محمدؑ ان کو کامیاب فرمائے۔

سید عاشق حسین نقوی

پرنسپل مدرسۃ الحسنین دار العلوم فاطمہ تلہ گنگ ضلع چکوال

0301-5236275 / 0543-690127

پہلی مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

اثباتِ امامت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

(سورہ البقرہ)　　　　(صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے کہ یاد کرو اُس وقت کو جب خداوند عالم جلیل نے اپنے خلیل جناب ابراہیمؑ کا چند کلمات کے ساتھ امتحان لیا اور جب وہ اُس امتحان میں کامیاب وکامران ہوگئے تو ارشادِ رب العزت ہوا کہ: اے میرے خلیل! میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں یہ مژدہ جان فزا سن کر جناب خلیل نے عرض کیا: پالنے والے! میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ امامت میری اولاد میں بھی برقرار رہ جائے۔ ارشاد قدرت ہوا کہ میرا عہدہ امامت ظالموں کو نہیں مل سکے گا، اور اُن تک نہیں پہنچ سکے گا۔　　(صلوات)

ایک سال کی غیر حاضری کے بعد پھر حسنِ اتفاق سے آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرا طبعی میلان اور ذاتی رُجحان تو اس طرف تھا کہ گزشتہ سے پیوستہ سال کی طرح اور پچھلے سال کی طرح اب کی مرتبہ بھی میرے عشرہ محرم کی روزانہ کی مجالس کے عنوان مختلف ہوتے۔

چنانچہ میں نے عزیزِ محترم جناب الحاج سید جعفر رضا صاحب گردیزی حفظہ اللہ سے عرض کیا تھا کہ آپ ملتان کے چند اہلِ رائے حضرات کی ایک میٹنگ بلا کر زمانہ حاضرہ کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق عناوین مقرر کردیں اور اشتہار میں چھاپ دیں تاکہ سب لوگ جو علم اور علمیات کا کچھ ذوق رکھتے ہیں وہ سارے شوق و ذوق سے آئیں اور ان موضوعات پر سیر حاصل بحث ہوگی تو وہ کچھ نہ کچھ اس سے اِستفادہ فرمائیں گے۔ پر انھوں نے میری بات نہیں مانی، انھوں نے مجھے پابند کردیا ہے کہ اس مرتبہ پورا عشرہ اثبات الامامت پر پڑھا جائے، وہ اثبات الامامت کہ جس کا میں خود مصنف ہوں۔

یعنی عشرۂ محرم کا عنوان وہی ہے جو میری کتاب کا نام ہے۔ دوسری کتابوں کے علاوہ میری ایک کتاب ہے مسئلہ امامت و خلافت پر جس کا مکمل نام تو دو سطروں میں آتا ہے۔"اثباتُ امامت الائمۃ الاطہار فی ضوء العقل و الآیات و الاخبار" مگر اس کا مختصر نام ہے"اثبات الامامت" اور انھوں نے میری مجالس کا عنوان بھی یہی مقرر کیا ہے"اثبات الامامت" لہٰذا یہ موضوع میرے لیے کوئی نیا نہیں، کوئی انوکھا نہیں، کوئی اُوپرا نہیں۔اور آپ کے لیے بھی کوئی انوکھا موضوع نہیں ہے۔ بلکہ ہماری مجالس و محافل اور ہمارے موجودہ دور کے تمام موضوعات سے اگر زیادہ تر، زیادہ میٹھا اور پسندیدہ

موضوع ہے تو وہ مسئلۂ امامت والا ہی ہے ۔

ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں جہاں طراوت ہے، جہاں پسندیدگی کا پہلو غالب ہے وہاں اس میں کچھ کڑواہٹ بھی ہے ۔ اس میں کچھ نازک موڑ بھی آتے ہیں، جن سے گزرنا خاصا دشوار ہے ۔ اس لیے کہ مسئلہ امامت و خلافت کوئی آج کا نہیں بلکہ چودہ سو سال کا الجھا ہوا موضوع ہے جس کو ہزاروں بار نہیں، لاکھوں بار سلجھانے کی کوشش کی گئی، لیکن اب تک جوں کا توں ہے بلکہ ماہ و سال گزرتے جاتے ہیں یہ مسئلہ سلجھنے کی بجائے مزید الجھتا جاتا ہے ۔

لہٰذا میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ اپنے اس موضوع کو، ان مجالس کو ایک مناظرے کا رنگ دے دیا جائے اور کچھ لوگوں کی دل شکنی کی جائے ۔ ان کے آبگینہ دِل کو چوٹ لگائی جائے ۔ کیونکہ میرا مشن اپنے پیشواؤں کے حکم کے مطابق یہ ہے کہ:۔

رَغِّبُوْهُمْ وَلَا تُنَفِّرُوْهُمْ

فرمایا کہ جو لوگ ہماری امامت کا کلمہ نہیں پڑھتے ان سے اپنا انداز گفتگو ایسا اختیار کرو کہ ان کو بھی رغبت پیدا ہو، نفرت پیدا نہ ہو ۔ لہٰذا میری کوشش ہوتی ہے کہ:۔

ے خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

لہٰذا میرے برادرانِ اسلامی جو اس شوق و ذوق میں تشریف لائے ہوں گے کہ یہاں اسلامیات کے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا جائے گا، اُن سے معذرت چاہتے ہوئے عرض کروں گا کہ اس سال موضوع ایک ہوگا اور وہ ہے "اثبات الامامت" اور انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا کہ اس

سلسلہ میں جو حقائق پیش کیے جائیں وہ صرف دعوت فکر دینے کی غرض سے پیش کیے جائیں گے، کسی کی دل آزاری کرنے کے لیے یا کسی کے آبگینہ دل کو چوٹ لگانے کے لیے یا کسی کے دل کو توڑنے کے لیے نہیں۔ اس لیے کہ میں بدترین گناہ جانتا ہوں منافرت بین المسلمین کو اور تفریق بین المومنین کو۔ (صلوات)

کیونکہ خالق کا یہ حکم ہے کہ اگر کوئی تم سے الجھنا چاہے، کوئی کج بحثی کرنا چاہے، کوئی علمی سطح سے ہٹ کر لایعنی طریقے سے گفتگو کرنا چاہے تو حکم ہے کہ تم اس سے کہہ دو کہ "لکم دینکم و لی دین" تمہارا دین تمہارے لیے ہمارا دین ہمارے لیے۔ اور بار بار خالق فرماتا ہے، اور مومنوں کی صفت بھی یہ ہے کہ:

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ (الفرقان: ٦٣)

اگر کوئی جاہل جہالت سے گفتگو کرنا چاہے، جاہلانہ طریقے سے بات کرنا چاہے، تو اسے سلام کر کے، مومن روگردانی کر کے اس سے آگے گزر جاتے ہیں۔ اس سے کہہ دیتے ہیں کوئی اپنے جیسا ڈھونڈ۔ لیکن جہاں تک حکمت اور دانائی کے ساتھ، جہاں تک احسن طریقے سے مجادلہ یا گفتگو کرنے کا طریقہ ہے یہ ممنوع نہیں ہے بلکہ خالق نے اس کا حکم دیا ہے:۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (سورہ النحل)

اے میرا حبیبؐ! لوگوں کو دعوت حق دو، لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤ، جو اسلام کو نہیں مانتے ان کو اسلام کی دعوت دو، لیکن احسن طریقے کے ساتھ، اور ان سے مجادلہ کرو، جب گفتگو کرو تو بھی احسن طریقے کے ساتھ یعنی:۔

لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (العنکبوت: ٤٦)

اگر اہل کتاب سے بھی بات کرنے کا موقع مل جائے یعنی یہودیوں سے

اصرانیوں سے اور مجوسیوں سے بھی تمہیں بات کرنی پڑ جائے تو یہ مت دیکھو کہ تمہارا مخاطب یہودی ہے یا اصرانی ہے، مجوسی ہے یا بدعقیدہ ہے یا مشرک ہے، اس کے کفر و شرک پہ نظر نہ ڈالو، بلکہ اپنی ذاتی اور نسبی شرافت پہ نظر ڈالو کہ تمہاری شرافت کا تقاضا کیا ہے؟ کہ انداز گفتگو کیسا ہونا چاہیے؟ (صلوات)

لہٰذا میں انشاء اللہ العزیز پوری کوشش کروں گا کہ مسئلہ امامت پہ جب گفتگو کی جائے، جتنے اس کے پہلو زیر بحث آئیں کے جتنی اس عشرۂ مجالس میں گنجائش ہوگی، ظرف زمان اور ظرف مکان مجھے اجازت دیں گے، تو میں اتنے پہلوؤں پہ روشنی ڈال سکوں گا، انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا کہ جدال احسن اور دعوت بطریق احسن کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوڑا جائے۔

لیکن اگر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان دس مجلسوں میں مسئلہ امامت کے پورے جزئیات، پورے تفصیلات، امام حق کے پورے کمالات بیان ہو سکیں گے، تو یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ کیونکہ جب امامت کا ذکر ہو، جب امامت کا موضوع زیر بحث ہو، تو سب سے پہلے جس ہستی کا نام دل و دماغ میں گھومتا ہے وہ حسنینؑ کے باپ کا نام ہے اور حسنینؑ کے باپ کے کمالات کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ وہ پیغمبرؐ اسلام جو مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کے مصداق ہیں وہ فرماتے ہیں جیسا کہ کتب فریقین چھلک رہے ہیں:۔

امیرالمومنین کی فضیلت

لو كانت الرياض أقلامًا و البحار مدادًا. والجن حسابًا والانس كتابًا. لما أحصوا. فضائل علي بن ابي طالبؑ

اگر تمام دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں، اور تمام سمندر سیاہیاں بن جائیں، تمام بنی نوع انسان لکھنے بیٹھ جائیں، اور جن حساب کرنے بیٹھ جائیں، تو

لیل و نہار کی گردشوں کے ساتھ ساتھ ماہ و سال کے ساتھ ساتھ، قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سمندروں کی سیاہیاں ختم ہوجائیں گی، لکھنے والے مرجائیں گے، اور حساب کرنے والے مٹ جائیں گے لیکن اگر کوئی ایسی شے ہے کہ ہر چیز ختم ہوجانے کے بعد بھی ختم نہیں ہوسکے گی تو وہ میرے بھائی علیؑ کے فضائل ہیں کچھ اور نہیں ہے۔　　　(صلوات)

مسئلہ امامت و خلافت کی اہمیت

مسئلۂ خلافت اور مسئلۂ امامت وہ عظیم الشان مسئلہ ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ خواہ وہ اصول کے متعلق ہو یا فروع دین سے وابستہ ہو یا معاشیات سے اگرچہ ہر ہر مسئلہ اِختلافات اُمت کی آماجگاہ نظر آتا ہے۔ پر بقول علامہ عبدالکریم شہرستانی کے جتنا اختلاف مسئلہ خلافت و امامت میں ہے اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔انہوں نے واشگاف الفاظ میں اپنی کتاب "الملل والنحل" مطبوعہ مصر، مطبوعہ ایران کے اندر اقرار کیا ہے کہ:۔

اعظم الاختلاف بین الامة الاسلامیة، اختلاف الامامت اذ ما سلّت سیفٌ علی قاعدة دینیة کما سلّت علی مسئلة الامامت فی کل زمان

فرماتے ہیں تمام اختلافی مسائل میں سے جو سب سے زیادہ اختلافی مسئلہ ہے جو معرکۃ الآراء اور اختلاف کی آماجگاہ ہے وہ ہے مسئلۂ خلافت اور مسئلۂ امامت۔فرماتے ہیں: جس قدر مسئلہ خلافت پر شمشیر زنیاں ہوئی ہیں اور قتل و قتال اور جنگ و جدال ہوئے ہیں اسلام کے تمام مسائل میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور نظیر نظر نہیں آتی۔

جس زمانے کی تاریخ اٹھا کے دیکھو اسی مسئلے پر مناظرے ہو رہے ہیں،

کتابیں لکھی جا رہی ہیں، جوابی حملے ہو رہے ہیں، کہیں جنگ و جدال ہے، کہیں قتل و قتال ہے لیکن مسئلہ آج بھی پندرہویں صدی کے دسویں سال میں بھی جوں کا توں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے یہ مسئلہ الجھا ہوا تھا، آج بھی اُسی طرح الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ خدا ہمارے حالِ زار پر رحم فرمائے۔

وجہ کیا ہے؟

بقول مولانا ابوالکلام آزاد وہ کہتے ہیں کہ جتنا بھی پیچیدہ مسئلہ نہ اگر اس کو نیک نیتی کے ساتھ، حقیقت طلبی کے ارادے کے ساتھ تلاش کرنے کی کوشش کی جائے، حل کرنے کی جستجو کی جائے تو بڑے سے بڑا پیچیدہ مسئلہ منٹوں میں حل ہوسکتا ہے، لیکن اگر کوئی چھوٹا سا مسئلہ ہو، معمولی سا مسئلہ ہو، جب ذاتیات کا، تعصّبات کا شکار ہوجائے تو صدیاں گزر جاتی ہیں لیکن چھوٹا سا مسئلہ بھی حل نہیں ہوسکتا۔

تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو بھی نیک نیتی کے ساتھ حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہر آدمی نے، ہر فرقے نے، ہر مسلک نے اس کو اپنی انا اور اپنے ذاتی وقار کا مسئلہ سمجھا، مناظرین نے بھی یہی سمجھ کر مناظرہ کیا اور کتابیں لکھنے والوں نے بھی یہی ارادہ کر کے کتابیں لکھی ہیں کہ۔

ملاآں باشد کہ چپ نہ شود

اپنی سنانی ہے دوسروں کی سُننی ہی نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ جب بیان کرنے والے کی نیت یہی ہو، جب لکھنے والے کا ارادہ یہی ہو کہ اپنی ہی سنانی ہے خواہ کوئی سنے یا نہ سنے، دوسرے کی سُننی ہی نہیں ہے تو پھر کبھی حق و حقیقت کا سراغ نہیں لگ سکتا۔ اس لیے خالق فرماتا ہے:۔

فرمانِ الٰہی

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

(سورہ الزمر)

میرا حبیبؐ میرے ان خوش قسمت اور عقل مند اور دانش مند بندوں کو خوش خبری سنادو کہ جو ہر کہنے والے کی بات کان لگا کر سنتے ہیں ۔یعنی بولتے کم ہیں اور سنتے زیادہ ہیں ۔آپ کی طرح (آپ ماشاءاللہ سارے ہی عقل مند ہیں احمق تو ہے بولنے والا جو دھڑا دھڑ بول رہا ہے اور آپ ہمہ تن گوش حقیقت بنوش بن کر سُن رہے ہیں ۔نہ کوئی درود نہ کوئی سلام، نہ کوئی آہ، نہ کوئی واہ) ۔　　(صلوات)

ملک صاحب بہترین مصائب پڑھ رہے تھے تو وہاں کوئی آہ نہیں تھی اور میں فضائل کی تمہید پڑھ رہا ہوں تو یہاں کوئی واہ نہیں ہے ۔بہرحال خالق فرماتا ہے کہ میرے اُن بندوں کو خوشخبری سُنا دو جو ہر کہنے والے کی بات کان لگا کر سنتے ہیں ۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کہنے والا کون ہے؟ کلام کرنے والا کون ہے؟ بولنے والا کون ہے؟ وہ یہ سوچ کے سنتے ہیں کہ بولنے والا بول کیا رہا ہے؟ کہنے والا کہہ کیا رہا ہے؟ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ پھر بولنے والے کی باتوں کو اپنے ترازوئے عقل پر تولتے ہیں، میزانِ عقل پہ ان کا وزن کرتے ہیں ۔بس جو بات اچھی ہوتی ہے اس کو لے لیتے ہیں، اس کی اِتباع کرتے ہیں، جو اس کہنے والے کی باتوں میں سے غیر احسن، اور اچھی بات نہیں ہوتی اس کو پھینک دیتے ہیں ۔خالق فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ (سورہ الزمر آیت ۱۸)

میں ایسے ہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہوں

وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ (سورہ الزمر آیت ۱۸)

اور ایسے ہی بندے صاحبانِ عقل کہلوانے کے حق دار ہیں جو ہر کہنے والے کی بات سنتے ہیں، اپنی عقل وفکر پر پہرے نہیں بٹھاتے کہ ادھر جاؤ گے تو نکاح خطرے میں پڑ جائے گا، ادھر جاؤ گے تو ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔ ادھر جاؤ گے تو اسلام خطرے میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ ایمان ہو یا اسلام کوئی کچا دھاگا نہیں ہے جو ٹوٹ جائے گا، بلکہ حق والے جتنا بھی غیروں کی باتیں سنتے ہیں ان کے عقیدے میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے کبھی کچا پن پیدا نہیں ہوتا۔ (صلوات)

حق کی جستجو اور اللہ کا وعدہ

قدرت کا وعدہ ہے کہ:۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ (سورہ عنکبوت)

جو لوگ حق وحقیقت کو ڈھونڈنے کے لیے جد وجہد کرتے ہیں، کد وکاوش کرتے ہیں، جستجو کرتے ہیں، حق کی تلاش کرتے ہیں ۔قدرت کا وعدہ ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں ۔اور یہ خالق اکبر کا وعدہ ہے کسی تاجر کا وعدہ نہیں، کسی مولوی یا ذاکر کا وعدہ نہیں، کسی عام مسلمان یا اہل ایمان کا وعدہ نہیں کہ وعدہ کر کے مکر جائیں گے، کوئی جواز پیدا کر لیں گے کیونکہ:۔

خوئے بد را بہانہ بسیار

خالق فرماتا ہے کہ:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ (سورہ آل عمران)

میں وہ خالق ہوں کہ جو وعدہ کر کے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔تو لہٰذا اگر اللہ کا سچا وعدہ ہے اور یقیناً سچا ہے ۔تو پھر ماننا پڑے گا کہ جو ہم دعویٰ کرتے

ہیں کہ ہم حق کے متلاشی ہیں لیکن پھر بھی تہتّر فرقے یا کم وبیش موجود ہیں دُنیا جو ایک صراطِ مستقیم پر متفق نہیں ہو رہی، متحد نہیں ہو رہی ہے ۔تو پھر یا اللہ کے وعدہ کو غلط ٹھہرانا پڑے گا ۔ اور اگر اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوسکتا اور یقیناً غلط نہیں ہوسکتا تو پھر ماننا پڑے گا کہ ہماری نیت میں قصور ہے، ہماری طلب اور جستجو میں کوئی نقص ہے ۔ ورنہ صحیح معنوں میں حق کو ڈھونڈا جائے تو خالق کبھی وعدہ خلافی نہیں کرسکتا ۔

دُعا سب مانگتے ہیں اور پڑھتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم ۔ پالنے والے ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ہمیں سیدھے راستے پر قائم اور دائم رکھ ۔ظاہر ہے کہ سیدھا راستہ ایک ہے ۔لیکن راستوں کا جدا جدا ہونا یہ دلیل ہے کہ ہم بطور لقلقہ لسانی تقلید کے طور پر یہ الفاظ زبان سے ادا تو کر دیتے ہیں، پر:

☆ حق کو ڈھونڈنے کے تقاضے کیا ہیں؟
☆ صراطِ مستقیم پر چلنے کے طور طریقے کیا ہیں؟
☆ حق کی تلاش کرنے کے انداز کیا ہیں؟
☆ حق کو ڈھونڈنے کے زاویے کیسے ہوتے ہیں؟

یہ ہمیں پتا نہیں ہے ۔اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ خالق کے وعدے میں کبھی خلاف ورزی کا کوئی امکان نہیں ۔اگر حق کے متلاشیوں کو حق کے تلاش کرنے کا طریقہ آجائے تو یقیناً حق مل جائے گا اور حق واضح ہو جائے گا ۔ (صلوات)

خلافت وامامت میں اختلاف

مسئلہ خلافت اور مسئلہ امامت میں جو اِختلافات اُمت مسلمہ میں پائے جاتے ہیں ان کا اجمالی خاکہ تو یوں میں کھینچ سکتا ہوں کہ:

☆ پہلا اختلاف جو اُمت مسلمہ میں یہ ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد آیا کسی امام کی ضرورت بھی ہے یا نہیں ہے؟ تو کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسئلۂ امامت کوئی اتنا لازمی، لابدّی اور ضروری مسئلہ نہیں ہے کہ جس کے بغیر نظام اسلام برقرار نہ رہ سکے، اگر امام برحق نہ بھی ہو تو اسلام کے اندر کوئی خلل نہیں پڑتا۔ جب کہ جمہور مسلمین اس عقیدے کے قائل ہیں کہ مسئلۂ امامت اور مسئلۂ خلافت اس قدر ضروری ہے کہ کائنات کا ہر معاملہ نظر انداز کیا جاسکتا ہے، کائنات کا اہم موضوع مؤخر کیا جا سکتا ہے پر اُمت مسلمہ کو امام برحق کے بغیر ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔

☆ دوسرا اِختلاف جو مسئلہ خلافت اور مسئلہ امامت میں اُمت میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا اِمامت کا مسئلہ اصول اسلام میں داخل ہے اور بنیادی عقائد میں شامل ہے یا فروع دین سے اِس کا تعلق ہے؟ تو ایک فریق یہ کہتا ہے کہ اس مسئلے کا تعلق اصولیات سے ہے، اعتقادیات سے ہے اور اسلام کے بنیادی حقائق سے ہے۔ جب کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز، روزہ کی طرح ایک فروعی مسئلہ ہے، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے۔

☆ تیسرا اختلاف اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اِسے خواہ اصولِ اسلام میں تسلیم کیا جائے یا فروع دین میں اسے شمار کیا جائے۔ آیا امام کا مقرر کرنا، امام کا تقرر، امام کا بنانا آیا خالق اکبر کے ذمے ہے یا یہ بندوں کا کام ہے؟ یعنی آیا منصب امامت کے لیے انتخاب خدا کرتا ہے یا یہ انتخاب بندوں کے متعلق ہے کہ وہ اجماع کر کے یا شوریٰ کر کے جس کو چاہیں نبی کی مسند پر بٹھا دیں۔ تو ظاہر ہے ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ امام کا مقرر کرنا خالق جہاں کا کام ہے، یہ بندوں کا کام نہیں۔

جبکہ بہت سارے مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام مقرر کرنا بندوں کا کام

ہے۔ یہ خالق یا خالق کے بنے نبیوں یا رسولوں کا کام نہیں ہے۔

☆ اور چوتھا اختلاف مسئلۂ خلافت و امامت میں اُمت مسلمہ میں یہ ہے کہ:۔

امام کے اندر کن کمالات اور کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

آیا ہر شخص عہدۂ امامت پر فائز ہوسکتا ہے یا اُس کے لیے عصمت کی ضرورت ہے؟

علم لدنی کی بھی ضرورت ہے؟

فضل وکمال کی ضرورت ہے؟

حسن و جمال کی ضرورت ہے؟

خاندان کی شرافت کی ضرورت ہے؟

تو ظاہر ہے کہ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ جب تک ہر صفت کمال میں امام بننے والا برسرآمد روزگار نہ ہو، ساری دنیا سے افضل و اعلیٰ اور اشرف و اکمل نہ ہو، اس وقت تک منصب امامت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ جب کہ کچھ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ امام کے لیے افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔ افضل کو چھوڑ کے مفضول کو بھی مسند امامت پر بٹھایا جاسکتا ہے۔

☆ اور پانچواں اختلاف یہ ہے کہ امامت کی تعریف کیا ہے؟ جس میں ہمارا جھگڑا ہے۔ آیا امامت اور خلافت ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں یا یہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ تو ایک فریق یہ کہتا ہے کہ خلیفہ ہو یا امام، حجت ہو یا ولی۔ یعنی یہ سارے الفاظ جدا جدا ہیں لیکن مفہوم سب کا ایک ہے، مصداق سب کا ایک ہے۔ جب کہ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ امامت الگ ہے، خلافت الگ ہے، ولایت الگ ہے، حجت خدا ہونے کا عہدہ الگ ہے۔

بہر حال یہ ہیں موٹے موٹے اختلافات۔ انشاء اللہ آج تو تمہیدی

بیانات میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں تاکہ بنیاد مستحکم قائم کر دی جائے۔ کیونکہ بنیاد جتنی مضبوط ہوگی، جتنی مستحکم ہوگی، عمارت اتنی صحیح طریقے سے بلند ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن اگر خدانخواستہ سنگ بنیاد ہی ٹیڑھا رکھ دیا گیا تو بقول کسے کہ:۔

؎ خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اس لیے میں پھونک پھونک کے قدم رکھ رہا ہوں، اور سوچ سوچ کے الفاظ استعمال کر رہا ہوں، تاکہ مسئلہ امامت کی عمارت کا سنگ بنیاد صحیح طریقے پر رکھ دیا جائے، تاکہ آنے والی عمارت جو بلند کی جائے وہ آسمانوں تک بھی چلی جائے تو سیدھی جائے، کہیں ٹیڑھا پن نظر نہ آئے۔　　　(صلوات)

امامت کی تعریف

تو آئیں سب سے پہلے مسئلہ امامت کی تعریف عرض کر دی جائے اُس کے بعد باقی اختلافی پہلوؤں پر ترتیب وار تبصرہ کیا جائے گا، اور آخر میں جب باقی ساری باتیں مقدمات میں طے ہو جائیں گی تو پھر اس بات کا پتا چلے گا کہ جو ان شرائط پر پورا اُترے گا، اس میزان پر پورا اترے گا اور اِس معیار پر پورا اترے گا وہی پیغمبر خاتمؐ کی مسند کا وارث بھی وہی ہوگا، کائنات کا ولی بھی وہی ہوگا اور دین و دُنیا کا بادشاہ بھی ہوگا، حجت خدا بھی وہی ہوگا اور امام کائنات بھی وہی ہوگا۔ تو نتیجہ انشاء اللہ بعد میں عرض کیا جائے گا۔ اگرچہ آپ سمجھ دار مبتداء کو دیکھ کر خبر کا اندازہ لگا لیتے ہیں کیونکہ:۔

؎ قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل بچوں کا ہوا، دیدۂ بینا نہ ہوا

لیکن میں ابھی تک سنگ بنیاد رکھ رہا ہوں ۔ تو میں ابھی نتیجہ عرض کرنا نہیں چاہتا کہ یہ بات قبل از وقت ہوگی ۔ انشاء اللہ جب کوئی تمہیدی بیانات ختم ہو جائیں گے تو نتیجہ مجھے بیان نہیں کرنا پڑے گا ۔ مجھ سے پہلے آپ نتیجے تک پہنچ جائیں گے ۔ (صلوات)

تو جہاں تک امامت اور امام کے لغوی معنوں کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ امامت ہو یا امام یہ لفظ نہ فارسی زبان کا لفظ ہے، نہ اردو کا اور نہ انگلش زبان کا لفظ ہے ۔ یہ لفظ ہے عربی زبان کا ۔ اگر معنی معلوم کرنا ہوں تو جس زبان کا لفظ ہو اُسی زبان کی ڈکشنریاں دیکھی جاتی ہیں ۔ اگر لفظ انگلش کا ہو تو انگلش کی ڈکشنریاں دیکھی جائیں گی، فارسی لفظ کے معنی معلوم کرنا ہوں کہ یہ لفظ فارسی زبان میں کن کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو فارسی کی ڈکشنریاں دیکھنی پڑیں گی ۔

چونکہ لفظ امامت اور امام عربی کا لفظ ہے ۔ لہٰذا عربی زبان کی لغات اور ڈکشنریوں کی ورق گردانی کرنا پڑے گی، کہ عربی زبان کی ڈکشنریوں میں امامت کے معنی کیا ہیں؟ اور امام کا مفہوم کیا ہے؟ ۔

تو بلاخوف رد میں کہہ سکتا ہوں کہ عربی زبان کی ڈکشنریاں، عربی زبان کی لغت کی کتابیں جو مسلمانوں نے بھی لکھی ہیں، انگریزوں نے بھی لکھی ہیں، یہودیوں نے بھی لکھی ہیں کیونکہ ان لوگوں اگر اختلاف ہے تو مذہبیات میں ہے زبان میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے ۔

لہٰذا تمام اہل زبان نے امامت کے معنی "التقدم" آگے بڑھنے کے ہیں اور امام کے معنی ہیں جو آگے ہو یا جس کی اقتداء کی جائے، جس کی اتباع کی جائے، جس کے نقش قدم کو دیکھ کے قدم بڑھایا جائے ۔ تو اسی کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جاتا ہے پیشوا، جو پیش پیش چلے، جو آگے آگے چلے، پیش رو کو

پیشوا بھی کہتے ہیں اور پیشوا کو آگے چلنے والا بھی کہتے ہیں۔ جس کے نقشِ قدم کو دیکھ کر دُنیا قدم بڑھائے۔ اس کو عربی زبان میں امام کہتے ہیں، فارسی زبان میں پیشوا کہتے ہیں اور دوسرے لفظوں میں اِسے رہنما کہتے ہیں۔

تو یہ ہیں عربی زبان کی ڈکشنریوں کے نقطۂ نظر سے امامت اور امام کے معنی۔ لیکن جہاں تک علماء اسلام کا تعلق ہے، جہاں تک علم کلام اور عقیدے کی کتابوں کا تعلق ہے تو فریقین کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جو مشہور عالم مسلمانوں کی کتابیں سمجھی جاتی ہیں، علم عقائد اور علم اصول میں اُن تمام کو اگر سامنے رکھا جائے تو جو تعریف اُن سے ماخوذ اور مستنبط ہوتی ہیں اس کا لب لباب یہ ہے کہ:۔

الامامت ریاسةٌ عامةٌ الٰهیةٌ لشخصٍ انسانیٍ نیابةً عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی امور الدین والدُنیا......................

امامت کیا ہے؟ ایک عہدۂ الٰہیہ ہے، ایک ریاست عامۂ الٰہیہ ہے۔ جو انسان کو حاصل ہوتی ہے لیکن براہ راست نہیں بلکہ "نیابت النبی" نبی پاک کے توسط سے، ان کی نیابت سے اور وہ نیابت بھی دین و دُنیا کے تمام اُمور میں حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ نیابت بھی ایسی عمومی ہے کہ تمام اُمت پر امام کی اتباع واجب ہوتی ہے اور لازم ہوتی ہے۔　　　　(صلوات)

اور ایک دفعہ پھر سن لیں، اگر کوئی نوٹ کرنا چاہتا ہے تو نوٹ کر لے، اگر آپ قلم دوات لے کر نوٹ نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ باتیں ویڈیو میں تو نوٹ ہو رہی ہیں اور ٹیپ ریکارڈوں میں الفاظ محفوظ ہو رہے ہیں۔

الامامة ریاسة عامة فی امور الدین و الدنیا خلافة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ عہدہ الٰہیہ عامہ ہے، یہ شخص انسانی کو حاصل ہوتا ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی نیابت میں تمام اُمورِ دین و دُنیا میں اور اس طریقے پر کہ تمام اُمت پر امام برحق کی اتباع اور اقتداء واجب اور لازم ہوتی ہے۔　　　　(صلوات)

عہدۂ امامت کی ضرورت

پہلا موضوع کیا تھا؟، آیا پیغمبر خاتمؐ کے بعد امام کا مقرر ہونا اور امام کا عہدۂ امامت کا ہونا کوئی ضروری بھی ہے یا نہیں ہے۔ اگرچہ یہ موضوع اتنا واضح ہے، اتنا آشکارا ہے کہ اس موضوع پر مجھے مزید دلائل اور براہین قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ اس قدر واضح ہے، اس قدر الم نشرح ہے کہ میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ چودہ سو سال سے ایک فریق کی طرف سے جب دوسرے فریق پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ:۔

☆ کچھ لوگ پیغمبر خاتمؐ کی تجہیز و تکفین و تدفین میں کیوں شامل نہیں ہوئے تھے؟

☆ اور پیغمبر اسلامؐ تین دن کے بعد کیوں دفن کیے گئے؟

تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد عالم اسلام کو دو مسئلوں کا سامنا کرنا تھا، دو مشکل مسائل درپیش تھے۔ ایک امام کا بنانا دوسرا پیغمبر اسلامؐ کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا۔ کہتے ہیں اگرچہ پیغمبر اسلامؐ کی تجہیز و تکفین و تدفین بھی بڑا ضروری مسئلہ تھا، بہت بڑا اہم موضوع تھا لیکن امام کا مقرر کرنا، پیغمبر اسلامؐ کے جانشین کا منتخب کرنا اتنا اہم اور اتنا لازمی مسئلہ تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کو غسل و کفن کے بغیر چھوڑا جا سکتا تھا لیکن اُمت مسلمہ کو بغیر ہادی و رہنما کے ایک لمحے کے لئے بھی اور ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔

میں کہتا ہوں آمنا و صدقنا۔ آپ ٹھیک فرماتے ہیں کہ مسئلۂ امامت اور مسئلہ خلافت یقیناً اتنا اہم موضوع ہے، اتنا لازمی اور ضروری موضوع ہے کہ

اُمت مسلمہ کو ایک لحظے، ایک لمحے، ایک منٹ، ایک سیکنڈ کے لیے بھی بغیر امام کے نہیں چھوڑا جاسکتا۔

لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوجاتی، آپ کو تھوڑا سا ذہن پر زور ڈالنا پڑے گا میں آپ کو دعوت فکر دے رہا ہوں کہ پیغمبر خاتمؐ کی وفات کے بعد اُمت مسلمہ پر آناً فاناً جس مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت اتنی واضح ہوگئی کہ پیغمبر اسلامؐ کو غسل و کفن کے بغیر چھوڑا جاسکتا ہے پر اُمت مسلمہ کو امام اور خلیفہ کے بغیر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ تو میں سوال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کی اہمیت کا علم نبیؐ کو بھی تھا یا نہیں تھا؟

اگر کہتے ہو کہ نبیؐ کو احساس نہیں تھا، جس کا اُمت کو احساس ہوگیا اور نبیؐ کو علم نہیں تھا جس کا علم اُمت کو ہوگیا۔ اس سے خرابی یہ پیدا ہوگی کہ نبیؐ سے اُمت کا علم زیادہ ماننا پڑے گا، اُمت کا احساس نبیؐ کے احساس سے مافوق ماننا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ جس نبیؐ سے اُس کی اُمت کا علم بڑھ کر ہو، جس نبیؐ سے اُمت کا احساس اور شعور بڑھ کر ہو کم از کم وہ بندہ اِس اُمت کا نبی نہیں ہوسکتا۔ اور اگر آپ یہ مان نہیں سکتے اور یقیناً نہیں مان سکتے تو میں کہتا ہوں کہ:۔

فرض محال، محال نباشد

دو منٹ کے لیے آپ تسلیم کرلیں کہ نبی کو کوئی علم نہیں تھا کہ اُمت کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے، نبی کو کوئی احساس نہیں تھا کہ میرا دین اسلام امام کے بغیر نہیں برقرار رہ سکتا۔ لیکن اگر نبی کو علم نہیں تھا، نبی کو احساس نہیں تھا، بفرض محال جس ذات نے نبی کو نبی بنا کر بھیجا، جس نے نبی کو عالمین کا نبی بنا کر بھیجا، جس رب العالمین نے حسنینؑ کے نانا کو رحمۃ للعالمین بنا کے بھیجا، جس نے اُس کو خاتم الانبیاء و المرسلین بنا کے بھیجا، جس نے اس کے دین کو

آخری دین بنایا، جس نے اُس کے پیغام کو آخری پیغام بنایا، جس نے اُس کی اُمت کو آخرالامم بنایا، آیا اُس خالق کو بھی اس بات کا احساس تھا یا نہیں تھا؟ کہ اُمت کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے۔

اگر کہتے ہو کہ خدا کو بھی احساس نہیں تھا (معاذ اللہ) جس کا احساس اُمت کو ہوگیا، خدا کو علم نہیں تھا، اُمت کو علم ہوگیا۔ تو پھر خدا کو خدائی سے فارغ ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر آپ خدا اور مصطفیٰؐ دونوں کے بارے میں اس قسم کا تصور بھی نہیں کر سکتے، ایک سیکنڈ کے لیے یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدا اور مصطفیٰؐ کو علم نہ ہو اور اُمت کو علم ہوجائے، خدا اور مصطفیٰؐ کو مسئلہ امامت کی نزاکت کا اِحساس نہ ہو اور اُمت کو ہوجائے۔ تو ماننا پڑے گا کہ اُمت سے کئی گُنا بڑھ کر نبی کو احساس تھا اور نبیؐ سے بڑھ کر خالق جلیل کو احساس تھا، تب سوال اُبھر کے سامنے آتا ہے کہ خدا اور مصطفیٰؐ اپنی مسند کے وارث کا انتخاب کر سکتے تھے یا نہیں؟

اگر کہتے ہو کہ جو کام اُمت کر سکتی ہے وہ نبی نہیں کر سکتا، یا خالق جلیل نہیں کر سکتا۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ امت کا اختیار، اُمت کا اقتدار نبی اور خدا سے بڑھ جائے، یہ ناممکن ہے۔ اور اگر آپ مانتے ہیں کہ خدا کو احساس بھی تھا، نبیؐ کو احساس بھی تھا، اور خدا اور مصطفیٰؐ پیغمبر کی مسند کے وارث، کائنات کے ہادی، کائنات کے پیشوا کا انتخاب کرنے پر قادر بھی تھے۔

تو اب آخری سوال اُبھر کر یہ سامنے آتا ہے کہ جس مسئلے کی نزاکت اور اہمیت کا خدا اور مصطفیٰؐ کو علم بھی تھا، احساس بھی تھا، اور کسی آدمی کو نبیؐ کی مسند کا وارث منتخب کرنے پر قادر بھی تھے اور غالب بھی تھے تو پھر سوال اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ انھوں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا یا نہیں کیا؟ اگر کہتے ہو کہ خدا نے اور مصطفیٰؐ نے جانتے ہوئے طاقت رکھتے ہوئے اپنے فرض منصبی کو ادا نہیں کیا،

نبیؐ کی مسند کے وارث کا انتخاب نہیں کیا، اعلان نہیں کیا، مقرر نہیں کیا، نام نہیں بتایا، نشان نہیں بتایا تو جو اپنے فرض منصبی میں غفلت برتے وہ ایک عام ذمہ دار آدمی بھی نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ مصطفٰیؐ ہو چہ جائے کہ خدا ہو۔

لہٰذا یا تو یہ کہو کہ خدا نے اپنے فرض میں غفلت برتی، یا یہ کہو کہ نبیؐ نے اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے میں سستی کی اور اس طرح خدا کو خدائی اور نبیؐ کو نبوت سے فارغ کر دو۔ لیکن اگر خدا اور مصطفٰیؐ کے بارے میں آپ ایک منٹ کے لیے بھی، ایک سیکنڈ کے لیے بھی، بیداری تو بجائے خود خواب میں بھی کبھی تصور نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے فرائض میں غفلت برت سکتے ہیں۔ تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ خالق اکبر کے حکم سے پیغمبر خاتمؐ نے اُس وقت تک عالم دُنیا سے قدم اُٹھایا نہیں ہے اور آخرت کے سفر پر قدم رکھا نہیں ہے جب تک میدان خم غدیر میں ایک لاکھ سے زائد مجمع عام میں پالانوں اور پتھروں کے منبر پر جا کر علیؑ ولی کا بازو پکڑ کر یہ اعلان نہیں کر دیا کہ:

من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ

(نعرہ)

نتیجہ یہ نکلا کہ ماننا پڑے گا کہ مسئلۂ امامت اور مسئلۂ خلافت اِس قدر ضروری مسئلہ ہے، اس قدر لازمی مسئلہ ہے کہ ایک آدھے فرقے کو چھوڑ کر باقی جمہور مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اُمت محمدیہ کا نظام اور اسلام کا انتظام، قرآن کا نظام ایک لحظے کے لیے بھی امام کے بغیر برقرار نہیں رہ سکتا، جب تک پیغمبر خاتمؐ کی مسند کے وارث کا پہلے انتظام نہ کر دیا جائے۔ (نعرہ)

وارث مسند کی ضرورت

یہی وجہ ہے کہ ہر ملک اور ملت میں یہ دستور چلا آتا ہے کہ جو ہمیشہ

برسرِاقتدار ہوتے ہیں اگر وہ ملک کے خیرخواہ ہوں ؛ اگر وہ ملت کے بہی خواہ ہوں وہ بڑ کا درخت نہیں بنتے کہ کسی کو پھلنے نہ دیا جائے، کسی کو پھولنے نہ دیا جائے، کسی کو آگے بڑھنے نہ دیا جائے، بلکہ جو ملک و ملت کے خیرخواہ ہوتے ہیں وہ ایسے آدمی کو پہلے تیار کرتے ہیں کہ اگر انہیں کبھی طبعی موت آجائے یا ناگہانی حادثے کا شکار ہوجائیں تو ملک کج روی اور بے راہ روی کا شکار نہ ہو جائے، ملک میں انارکی نہ پھیل جائے تاکہ نظام مملکت جس طرح پہلے چل رہی ہے، پہلے سے بھی بڑھ کر احسن طریقے پر چلتی ہوئی نظر آئے۔

جو اپنے مستقبل کے لیے نہیں سوچتے، اپنی مسند کے وارثوں کے بارے میں کوئی غور نہیں کرتے، جو ملک و ملت کے مستقبل کے بارے میں کوئی سوچ بچار نہیں کرتے ان کو خودغرض کہا جاتا ہے، ملک و ملت کا خیرخواہ نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن ہمارا تو نبی رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا۔ اور صرف ایسا نہیں کہ وہ دین کا ریفارمر تھا یا صرف دُنیا کا بادشاہ تھا بلکہ اِسلام کے نقطۂ نظر سے دین و دُنیا کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ دُنیا عین دین ہے اور دین عین دُنیا ہے، سیاست عین دین ہے اور دین عین سیاست ہے۔

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ہمارے پیغمبرؐ ہمارے دین و دُنیا کے شہنشاہ تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا اسلام اور ان کا نظام صرف ایک ملک کے لیے نہیں، ایک ملت کے لیے نہیں، ایک زمان و مکان کے لیے نہیں، بلکہ پوری کائنات کے لیے ہے، عالمین کے لیے ہے، تمام مکانوں کے لیے ہے، تمام مکینوں کے لیے ہے اور تمام زمانوں کے لیے ہے، تمام اشخاص کے لیے ہے، تمام انواع کے لیے ہے، تمام اجناس کے لیے ہے، کیونکہ عالمین کے نبی بن کر آئے تھے اور وہ

جانتے تھے کہ میرے بعد اب صبح قیامت کے طلوع ہونے تک نہ کوئی نیا دین آئے گا نہ قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب آئے گی، نہ میرے بعد کوئی نیا نبی آئے گا، نہ اسلام کے بعد کوئی نئی شریعت آئے گی، تو کیا اُن کا فرض منصبی نہیں تھا کہ اپنے بعد اپنی مسند کے وارث کا کوئی انتظام کر جائیں، اگر وہ کوئی انتظام نہیں کر جاتے تو ان کو فرض شناس نبی نہیں کہا جاسکتا، ان کو ایک دور اندیش رہنما نہیں کہا جاسکتا۔ اگر وہ کوئی اپنی اُمت کی بھلائی کے لیے وصیت نہیں کر جاتے تو ان کو کبھی فرض شناس اللہ کا نمائندہ نہیں کہا جاسکتا (معاذ اللہ)۔

بھلا دُنیا مجھے سوچ کے بتائے کہ وہ مصطفیٰؐ جس نے پورے تئیس برس اپنی اُمت کو یہ تلقین پڑھائی ہو، یہ تعلیم دی ہو کہ بغیر وصیت کے دُنیا سے نہ اُٹھنا، بغیر وصیت کے موت کی آغوش میں نہ جانا، اگر بغیر وصیت کے مر جاؤ گے تو بدترین خلائق بن جاؤ گے۔ اگر بغیر وصیت کے مر گئے تو اللہ کی بارگاہ میں تم سے باز پُرس کی جائے گی۔

تو میں کہتا ہوں کہ وہ پیغمبرؐ جو پورے تئیس برس اپنی اُمت کو تلقین فرمائے، جو ہدایت فرمائے، جو تعلیم دے، جو حکم دے کہ بغیر وصیت کے نہ مرنا، بغیر وصیت کے سفر آخرت اختیار نہ کرنا، تو کوئی صحیح دماغ آدمی پیغمبر کو پیغمبر ماننے والا ہو اور جو کوئی پیغمبر کی شخصیت کو پہچاننے والا ہو ایک لحظے کے لیے بھی یہ باور کر سکتا ہے کہ جس نے تئیس برس اُمت کو وصیت کرنے کا حکم دیا تھا، وہ خود بغیر وصیت کے دُنیا سے چلا جائے۔

اس لیے ماننا پڑے گا کہ پیغمبر اسلام ﷺ بغیر وصیت کے دنیا سے تشریف نہیں لے جاسکتے، ورنہ نبوت خطرے میں پڑ جائے گی، رسالت خطرے میں پڑ جائے گی۔ اگر نبی کے لیے وصیت ضروری ہے، وصیت لازمی

ہے، اشد ضروری ہے ۔تو مجھے عالم اسلام مل کے بتائے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی اُمت کی ہدایت کے لیے، اپنی اُمت کو سیدھے راستے پر چلانے کے لیے، اپنی اُمت کو ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لیے اگر کوئی وصیت کی ہے تو وہ کیا کی ہے؟

اہل بیتؑ کے بارے وصیت

میرا دعویٰ ہے کہ دنیا آج سے شروع کرے اور قیامت کے سورج اُبھرنے تک تحقیق کرتی رہے، کتابوں کی ورق گردانی کرتی رہے، آفتاب قیامت مغرب کی جانب سے اُبھر آئے گا، یہ کائنات زلزلہ قیامت کی زد میں آ کر تہہ و بالا ہو جائے گی، تقدیریں بدل جائیں گی، تدبیریں ٹل جائیں گی، پر اللہ کے قرآن سے اور پیغمبر اسلامؐ کے فرمان سے اور تاریخ اسلام سے اگر کوئی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی وصیت ملے گی تو وہ وصیت یہی ملے گی کہ:

انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله و عترتی اهلبیتی ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعدی

کہ میں دُنیا سے جا رہا ہوں پر تمہاری ہدایت کے لیے، تمھیں سیدھے راستے پر چلانے کے لیے، تمھیں جاگیر جنت میں پہنچانے کے لیے، تمھیں جہنم کے شعلوں سے بچانے کے لیے میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ۔ایک کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن کہتے ہیں اور دوسری چیز کو میری عترت اہل بیت یعنی علیؑ اور اولادِ علیؑ کہتے ہیں ۔　　　(نعرہ)

بس آج اتنا کافی ہے، پتا چل گیا کہ

- ☆ مسئلہ امامت کی اہمیت کیا ہے؟
- ☆ مسئلہ امامت کی ضرورت کیا ہے؟

اور مسئلہ امامت کا مقام اسلام میں کیا ہے؟
☆ انشاء اللہ کل سے آگے سلسلہ کلام کو بڑھایا جائے گا، اور جن اختلافی پہلوؤں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان شاء اللہ بڑی تفصیل کے ساتھ ان موضوعات پر اظہار خیال کیا جائے گا۔ یار زندہ صحبت باقی۔
لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ امامت کہ جس کے بغیر نظام اسلام برقرار نہیں رہ سکتا، ان ائمہ برحق کی دُنیا نے قدر کیا کی تھی؟

محرم کا مقدمہ

جناب مسلم بن عقیل کا واقعہ

محرم کا مقدمہ ہے جناب مسلمؑ ابن عقیلؑ کا واقعہ۔ کیونکہ جناب مسلمؑ بن عقیلؑ اور ان کے میزبان ذی شان جناب ہانی ابن عروہؓ کربلا کے واقعہ کے ساتھ بلاواسطہ ان کا وہ گہرا تعلق ہے کہ جن کی شہادت کو واقعہ کربلا سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن تفصیل کے ساتھ تو شہادت عرض کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں صرف اتنا عرض کروں۔ دو اڑھائی جملے تبرکاً و تیمناً عرض ہیں۔
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی بندے نے سوال کیا تھا کہ مولاؑ آپ پر بڑے بڑے مصائب و آلام کے کوہِ گراں گرائے گئے۔ پر سب سے بڑی مصیبت اُمت نے جو آپؑ پر گرائی اُس مصیبت کا نام کیا ہے؟ امامؑ فرماتے ہیں سب سے بڑی مصیبت جو اُمت نے ہم پر ڈھائی وہ یہ ہے کہ ہماری دونوں اسلامی بڑی عیدیں خراب کردیں۔ سائل نے وضاحت چاہی۔ مولاؑ کس طرح؟ مولاؑ فرماتے ہیں دو ہی تو مسلمانوں کی بڑی عیدیں ہیں۔ ایک عید ماہ رمضان اور دوسری عید قربان۔
فرماتے ہیں لوگ عیدالفطر کے منانے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ

ہمارے جد بزرگوار حیدر کرارؑ کو اللہ کے گھر میں، لیلۃ القدر میں، حالت نماز میں شہید کر دیا گیا اور مولاؑ تین دن مظلومیت کے بستر پر پہلو بدلنے کے بعد آخر اکیسویں ماہ رمضان کی شب کو اللہ کی بارگاہ میں جا پہنچے۔ فرماتے ہیں ہفتے عشرے کے بعد آ جاتی ہے عید اور جن کے بزرگوں پر اتنے مظالم ڈھائے جائیں، کیا اُن کی اولاد اور حبدار کوئی جشن عید منا سکتے ہیں؟

فرمایا باقی رہ گئی عید قربان تو لوگ عید قربان منانے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ نو ذی الحجہ کو ہمارے مظلوم کربلا کے وکیل جناب مسلمؑ بن عقیلؑ اور ان کے میزبان ذی شان جناب ہانی بن عروہؓ کو لوگوں نے بے دردی سے کوفے میں شہید کر دیا۔ اور جب دسویں ذی الحجہ کا سورج اُبھرا تو لوگ عیدوں کی نمازیں پڑھ رہے تھے، جشن عید منا رہے تھے، مسرت و شادمانی کے مظاہرے کر رہے تھے لیکن ہمارے مظلوموں کی حالت یہ تھی کہ دفن کرنے کی بجائے، کفن دینے کی بجائے، نماز جنازہ پڑھانے کی بجائے ان کے سر دروازہ کوفہ پر لٹک رہے تھے اور ان مظلوموں کے جسد خاکی کوفے کے بازاروں اور درباروں میں پھرائے جا رہے تھے۔

فرمایا تم ہی بتاؤ کہ جن کے بزرگوں کو شہید کرنے کے بعد نہ غسل دیا جائے، نہ کفن دیا جائے، نہ دفن کیا جائے، نہ نماز جنازہ پڑھائی جائے، کیا اُن کے محب بھی کوئی جشن عید منا سکتے ہیں؟ فرماتے ہیں یاد رکھو! جب تک بارھواں لال ولایت پردہ غیبت سے باہر نکل کر کربلا کے مظلوموں کا انتقام نہیں لے گا اُس وقت تک ہماری کوئی عید عید نہیں ہے۔ بلکہ جب عید کا دن ہوتا ہے لوگ جشن عید مناتے ہیں اور آلِ محمدؐ گھروں میں بیٹھ کر روتے ہیں۔

ہر قوم کی خوشی کے دن ہوتے ہیں، آل محمدؐ فرماتے ہیں ہم بھی ہمیشہ مظلوم

نہیں رہیں گے۔ ہماری بھی خوشی کے دن ضرور آئیں گے، ہماری حکومت وسلطنت کے دن بھی آئیں گے، لیکن ابھی مدت بڑی دراز ہے۔ اُس کی درازی کا تصور کر کے ہم اشک غم بہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

دوسری مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

اثبات امامت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۲۴

(سورہ البقرہ)   (صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے کہ یاد کرو اُس وقت کو جب خداوند جلیل نے اپنے بندہ خاص جناب ابراہیم خلیلؑ کا امتحان چند کلمات کے ساتھ لیا اور جب انہوں نے ان کلمات کو تام و تمام کر دیا یعنی امتحان میں کامیاب اور کامران ہو گئے تو ارشاد رب العزت ہوا کہ اے میرے خلیل! میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ جناب خلیل نے یہ مژدہ جاں فزا سن کر عرض کیا پالنے والے میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدۂ جلیلہ میری ذریّت اور اولاد میں بھی برقرار رہ جائے۔ ارشادِ قدرت ہوا کہ جو ظالم ہوں گے اُن کو یہ عہدۂ امامت نہیں مل سکے گا۔ (صلوات)

کل کی ابتدائی اور تمہیدی تقریر میں عرض کیا تھا کہ اِس سال عشرہ محرم کا موضوع یہی مسئلہ امامت اور خلافت رہے گا۔ یعنی مرکزی عنوان یہی ہوگا اگر

اور کوئی چیز بیان کی جائے گی اور اُس کا تذکرہ کیا جائے گا تو اس کی حیثیت عارضی ہوگی، بنیادی نہیں ہوگی ۔کل یہ بھی عرض کیا تھا کہ مسئلہ خلافت اور امامت میں اُمت مسلمہ کے اندر جس قدر اختلافات وافتراقات پائے جاتے ہیں اُن کی ایک اجمالی فہرست عرض کی تھی کہ:

☆ پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ آیا مسئلہ امامت کوئی ضروری بھی ہے یا نہیں ہے؟

☆ اور دوسرا اختلاف یہ کہ آیا اگر یہ ضروری ہے تو اس کا تعلق اعتقادیات سے ہے، اصول سے ہے یا فروع دین سے ہے؟

اور ہر لحاظ سے اگر اصول سے ہے یا فروع سے ہے ۔مگر اس کی اہمیت نا قابل انکار ہے تو پھر امام کا تقرر، امام کا انتخاب آیا خدا کے ذمے ہے یا یہ بندوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے امام کا انتخاب کریں ۔اور اگر اس بنا پر کہ یہ خدا کے متعلق ہے، خدا انتخاب کرتا ہے تو آیا امام بننے کا کوئی معیار بھی ہے یا ہر آدمی امام بن سکتا ہے؟ تو اس سلسلہ میں کل میں نے پہلے عنوان کے بارے میں کہ مسئلہ امامت کس قدر ضروری ہے؟ کس قدر بنیادی ہے؟ کس قدر اہم ہے؟ اُس پر چند عقلی اور سمعی دلائل عرض کیے تھے ۔

تو اس سلسلہ میں آج ذرا دو وضاحتیں کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں ۔ مجھے اس چیز پر فخر ہے کہ بحمد اللہ میرے بیان کو اپنے حضرات بھی سنتے ہیں اور برادرانِ اسلامی بھی از راہ حسن ظن تشریف لاتے ہیں ۔اس لیے میں بھی اس قدر اپنے بیان کو محتاط رکھتا ہوں کہ میری زبان اور میرے کلام میں کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہ پایا جائے کہ جس سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہو اور کسی کی دل آزاری ہوتی ہو جس سے کوئی ہمارے مذہب سے متنفر ہو جائے ۔ بلکہ میری خواہش ہوتی ہے کہ اگر آج ایک بھائی آیا ہے تو کل دو تین حضرات کو ساتھ

لائے ۔ کیونکہ ہمارے پیشواؤں کا ہمیں یہی حکم ہے کہ: ۔

رغّبوھم ولا تنفّروھم

ایسا انداز تقریر اختیار کرو کہ جو ہمیں امام نہیں مانتے ان کو بھی رغبت پیدا ہو آپ کی بات سننے پر آمادہ ہو جائیں ۔ نفرت نہ بڑھاؤ کیونکہ نفرتیں پہلے ہی بہت بڑھ چکی ہیں اور کڑواہٹیں بھی بہت بڑھ چکی ہیں ۔ اب ان کڑواہٹوں میں اضافہ کرنا، نفرتوں میں اضافہ کرنا دین مبین کی کوئی خدمت نہیں ہے ۔ بلکہ ان کڑواہٹوں کو دور کرنا اور نفرتوں کی خلیج کو پاٹنا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا یہ دین کی صحیح خدمت ہے ۔ (نعرہ)

امام کی ضرورت کیوں؟

بعض برادران اسلامی مجلس سے پہلے میرے پاس تشریف لائے تھے ان کی روش سے پتا چلا کہ وہ آتے بھی ہیں اور بیان سنتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں اور ناقدانہ نقطۂ نظر سے سنتے ہیں اور جو ان کے دل و دماغ میں کوئی سوال اُبھرتے ہیں، انہوں نے مجھ سے ٹائم لیا میں نے کہا کہ آٹھ بجے سے لے کر پانچ بجے تک جب بھی دن میں تشریف لانا چاہیں میں آپ کا خیر مقدم کروں گا ۔ توکل کی تقریر کے بارے میں جس میں میں نے امامت کی اہمیت، امامت کے لزوم پر تبصرہ کیا تھا انہوں نے آج ایک سوال کیا ۔ ان کو میں نے وہاں جواب دے دیا آج آگے بڑھنے سے پہلے آپ کے بھی گوش گذار کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے فرمایا جب دین اسلام مکمل ہو چکا: ۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (سورہ المائدہ آیت ۳)

جب خالق نے قرآن میں نص قائم کر دی کہ دین مکمل ہو گیا ۔ تو جب

دین پیغمبرؐ کے زمانے میں مکمل ہو گیا، اکمل ہو گیا تو پھر پیغمبرؐ کے بعد اس اکمل دین کے لیے کسی امام کی ضرورت ہے تو کیوں ہے؟ تو اس سلسلہ میں میں دو گزارشیں کروں گا ایک اُن کی خدمت میں کی تھی وہ بھی آپ کو عرض کروں گا اور ایک مزید بر آں بھی پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اگر ہم یہ کہتے کہ امام کوئی نیا دین لاتا ہے اور امام کوئی نئی شریعت کا بانی ہوتا ہے تب تو یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جب دین مکمل ہو گیا تو پھر اُس مکمل دین کے بعد کسی اور دین کے لانے والے کی، کسی نئے قانون کے لانے والے کی ضرورت کیا ہے؟

لیکن میں نے عرض کر دیا اور سمجھدار جانتے ہیں کہ ہمارے مذہبی نقطہ نظر سے جہاں تک دین سازی کا تعلق ہے، جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے یہ محکمہ خالق نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہوا ہے۔ دین بنانا خدا کا کام، قانون بنانا خدا کا کام، آئین بنانا خدا کا کام۔ جو قانون، جو آئین، جو شریعت خدا بنا دے اُس کے بنائے ہوئے دین کا اس کے بندوں تک پہنچانا، یہ ہوتا ہے نبی اور رسول کا کام۔ تو جو دین اور آئین خدا بنا دے اور اس کا نبی اور رسول اُس کے بندوں تک پہنچا دے۔ اب اللہ کے بنائے ہوئے دین کا پھیلانا، اس دین پر عمل کر کے لوگوں سے بھی عمل کرانا اور اگر کبھی مشکل آجائے تو اپنا تن من دھن قربان کر کے اُس دین کو بچانا، یہ ہوتا ہے امام اور پیغمبرؐ کے جانشین کا کام۔ (نعرہ)

امام کے تقرر کا مقصد

لہٰذا امام کے تقرر کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے، پیغمبرؐ کے پہنچائے ہوئے آئین پر عمل درآمد کیا جائے اور کرایا جائے۔ نظام شریعت کو کائنات میں نافذ فرمایا جائے۔ یہ ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس کی

وضاحت کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ کوئی چھوٹا یا بڑا ملک بغیر دو چیزوں کے بھی نہیں چل سکتا۔ ایک اس کے پاس آئین اور قانون ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر کسی ملک کے پاس کوئی قانون نہ ہوتو پھر لاقانونیت کا دور دورہ ہو جائے گا، ملک میں انارکی پھیل جائے گی، طوائف الملوکی پیدا ہو جائے گی، ہر طاقت ور کمزور کو ہضم کر جائے گا، نہ کسی کا مال محفوظ رہے گا، نہ کسی کی جان محفوظ رہے گی اور نہ کسی کی ناموس کی حفاظت کا کوئی ضامن نظر آئے گا۔

لہٰذا ایک قانون کا ہونا ضروری ہے۔ اور دوسرا قانون جتنا بھی جامع، جتنا بھی مکمل، جتنا بھی اجمع اور جتنا اکمل کیوں نہ ہو جب تک اس قانون کے سمجھنے والے اور سمجھانے والے نہ ہوں، جب تک قانون پہ عمل کرنے والے اور کرانے والے نہ ہوں۔ اگر قانون کو کتابوں میں لکھ دیا جائے، کتابوں کو الماریوں میں رکھ کر دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا جائے۔ تو بڑے سے بڑا عمدہ قانون بھی کوئی کام نہیں آسکتا۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ پہلے قانون ہو پھر قانون پر عمل کرانے والے ہوں۔ لہٰذا قانون اللہ نے بنا دیا، نبی نے پہنچا دیا۔ امام کا کام نہ قانون بنانا ہے، نہ آئین و دستور مرتب کرنا ہے بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے اور نبیؐ کے پہنچائے ہوئے آئین پر عمل کر کے کائنات کو عمل کرانا ہے اور لوگوں کو قانون کا مطلب سمجھانا ہے اور اس کو پھیلانا ہے۔ (نعرہ)

تکمیل دین کی سند

اور ظاہر ہے کہ قانون جتنا بھی کامل اور اکمل کیوں نہ ہو وہ قانون، قانون کے نافذ کرنے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اور دوسری عرض جو میں مزید کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ دین مکمل ہو گیا:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

اور یہ وہ سعادت ہے جو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ ابن مریمؑ تک کا تبان قضا و قدر نے کسی نبی اور کسی رسول کے حصے میں نہیں لکھی ۔ اگر یہ سعادت خالق نے عطا فرمائی تو اُس نبی کو کہ جس کو پیدا تو ساری کائنات سے پہلے کیا تھا مگر بھیجا سارے نبیوں کے بعد خاتم الانبیاء بنا کر ۔ تو سوال یہ اُبھرتا ہے کہ نبی تشریف لائے، اعلان رسالت سے لے کر اپنی وفات حسرت آیات تک تیرہ سال مکے میں اور دس سال مدینہ میں گزارنے کے بعد، اللہ کا پیغام پہنچانے کے بعد وہ دُنیا سے تشریف لے گئے اور سفر آخرت اختیار فرمایا ۔

تو اب سوال یہ اُبھر کے سامنے آتا ہے کہ اُن کو تکمیل دین کی سند خالق نے دی ہے تو مکے میں یا مدینے میں ۔ اور اگر یہ سند دی ہے تو کس تاریخ کو دی ہے؟، کس موقع پر دی ہے؟ اور کس مناسبت سے دی ہے؟ اگر آپ اسی تحقیق و جستجو کو ذرا آگے بڑھائیں گے اور کتب فریقین کا مطالعہ فرمائیں گے تو روز روشن سے بھی زیادہ روشن یہ حقیقت آپ کو نظر آئے گی کہ یہ سند پیغمبرؐ کو مکے میں نہیں ملی بلکہ مدینہ میں ملی ہے ۔ اور مدینہ شہر میں بھی نہیں بلکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بمقام غدیر خم، اٹھارہ ذی الحجۃ المبارکہ کو ملی ۔

پیغمبر خاتمؐ جب اپنی زندگی کے آخری حج سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے اور میدان خم غدیر میں پہنچے جہاں سے مصر والوں کا راستہ مصر کے لیے جدا ہوتا تھا، یمن کا راستہ یمن کی طرف الگ ہوتا تھا جو پیغمبرؐ کی مشایعت کے لیے مکے سے ساتھ آرہے تھے انہوں نے واپس لوٹنا تھا ۔ پیغمبرؐ کے عظیم المرتبت قافلہ نے مدینہ کی طرف آگے قدم بڑھانے تھے جب اس چوراہے پہ پیغمبرؐ پہنچتے ہیں تو عین دوپہر کے وقت خالق اکبر کا یہ پیغام پہنچتا ہے کہ: ۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗؕ (سورہ المائدہ آیت ٦٧)

اُو میرا رسول، میرا پیغمبرؐ وہ چیز جو خالق و مالک کی طرف سے تم پر نازل کی گئی ہے آج اُس کو میرے بندوں تک پہنچا دو۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ اگر آج آپ نے اس پیغام کو عملی جامہ نہ پہنایا تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے تئیس سال کی طویل مدت میں میری رسالت اور نبوت کا کوئی کام کیا ہی نہیں ہے۔

(نعرہ)

مولا علی علیہ السلام کی امامت کا اعلان اور تکمیل دین

میں جشن غدیر پورا بیان نہیں کرنا چاہتا صرف اشارہ کر کے اپنے کلام کو مربوط کر کے کل کے کلام کا آج کے کلام سے ربط قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ صرف اشارہ کر رہا ہوں اُس واقعہ کی طرف جو اسلام کے تہتّر فرقوں کی مستند کتابوں کی زینت نظر آتا ہے۔ تو پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ رحلِ اقامت ڈال دیا جائے۔ جو آگے بڑھ گئے ہیں اُن کو واپس بلایا جائے، جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کے پہنچنے کا انتظار فرمایا جائے۔

جب میدان خم غدیر پیغمبر خاتمؐ اور اُن کے کلمہ گوؤں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ دُنیا محوِ حیرت ہے کہ اس دھوپ میں، اس دوپہر کے وقت میں جب دُنیا والوں کے دماغ پگھل رہے ہیں، عالم عرب کی دھوپ اور تمازت آفتاب سے جاں بہ لب نظر آتے ہیں کہ آیا پیغمبر کون سا ایسا حکم لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ جس کو نہ پہنچائیں تو ان کی رسالت پہ پانی پھر جائے گا۔

چنانچہ جب سب لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں پیغمبر حکم دیتے ہیں کہ میرے لیے ایک نیا اور انوکھا منبر تیار کیا جائے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اونٹوں کے

پالان جمع کیے گئے، بعضوں روایتوں میں ہے کہ پتھر بھی اکٹھے کیے گئے، بعض محقق علماء نے ان دونوں روایتوں میں جمع و تطبیق کی ہے کہ اُس میں پتھر بھی استعمال کیے گئے تھے اور پالان بھی استعمال کیے گئے تھے۔ پتھروں اور پالانوں کا نیا منبر بن گیا پیغمبرؐ اس پر تشریف لے جاتے ہیں اور مولاؑ علی کو حکم دیتے ہیں:۔

یَا عَلِیُّ اُدْنُ مِنِّی

یا علیؑ میرے قریب آؤ۔ امیرالمومنینؑ چند قدم بڑھتے ہیں پھر پاس ادب نبوت سے قدم رک جاتے ہیں۔ پیغمبرؐ پھر فرماتے ہیں یا علیؑ اور قریب آؤ۔ مولا علیؑ اور قریب آتے ہیں۔ پیغمبرؐ نیچے جھکتے ہیں، علیؑ ولی کے بازو سے پکڑتے ہیں اور بلند فرماتے ہیں۔ پیغمبرؐ کی سفیدی بغل نمودار ہو جاتی ہے، اُس دن پتا چلتا ہے کہ بغل کے نیچے بال نہیں ہیں۔ الغرض پیغمبر خاتمؐ علیؑ ولی کا بازو پکڑ کر ایک لاکھ سے زاید صحابہ کرام کے مجمع عام کو اشارہ کر کے خطاب کر کے اور علیؑ ولی کو پیش کر کے پہلے کچھ عہد و پیمان لیتے ہیں:۔

الست اولی بکم من انفسکم

مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے مال و جان میں تم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں یا نہیں؟ جب پورا میدان خم غدیر بلی بلی کی صداؤں سے گونجنے لگ جاتا ہے، ہر طرف سے تائید و تصدیق کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ تب پیغمبرؐ فرماتے ہیں، سنو! میرا آخری پیغام سنو کہ:۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ

کہ جس جس کا میں مولا و آقا ہوں، جو مجھے اولیٰ مانتا ہے، جو مجھے آقا مانتا ہے، جو مجھے سید و سردار مانتا ہے۔ جو مال و جان میں اپنی ذات سے مجھے زیادہ

مالک و مختار مانتا ہے اُس کو علیؑ کو بھی اپنا مولا و آقا ماننا پڑے گا۔ (نعرہ)

اُدھر پیغمبرؐ علیؑ ولی کی امامت، علیؑ ولی کی خلافت، علیؑ ولی کی ولی عہدی کا اعلان فرماتے ہیں، اِدھر خالق اکبر پیغمبر خاتمؐ کو تکمیل دین کی سند عطا کرتا ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ (سورہ المائدہ آیت ۳)

کہ آج کے دن میں نے دین کو مکمل کر دیا، آج کے دن میں نے نعمتوں کو تام و تمام کر دیا اور دین اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہارے لیے منتخب کر دیا۔ ادھر یہ آیت اترتی ہے اُدھر وَ ما ینطق عن الھویٰ کا مصداق مصطفیٰؐ فرماتا ہے:۔

الحمد للّٰہ علی اکمال الدین، واتمام النعمۃ، و رضا الرب برسالتی، وولایۃ علی بن ابی طالبؑ

میں اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں اس بات پر، اس نعمت کے شکریے کے طور پر کہ اس نے آج دین کو مکمل کر دیا، نعمتوں کو تام و تمام کر دیا اور میری ختم رسالت اور علیؑ ولی کی ولایت پر اپنی مہر تصدیق لگا دی۔ (نعرہ)

تو پتا چل گیا کہ اُس وقت تک پیغمبرؐ اسلام کا دین مکمل نہیں ہوا، تکمیل کی منزل تک نہیں پہنچا اور پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت تک تکمیل دین کی سند نہیں ملی جب تک پیغمبر اکرمؐ نے حیدر کرارؑ کی ولایت و امامت کا اعلان و اظہار نہیں کر دیا۔

کیا پیغمبرؐ نے امام کا انتخاب نہیں کیا؟

لہٰذا اب دو ہی باتیں ہیں یا تو یہ کہا جائے، جو عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ امامت کا پیغمبرؐ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا اور پیغمبرؐ دُنیا سے تشریف لے گئے تھے

اور بعد میں لوگوں نے امام کا انتخاب کیا، لوگوں نے امام بنایا۔ میں اُن سے دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھے بتائیں کہ آیا امامت کا تعلق دین سے ہے یا نہیں ہے؟ اگر امامت کا تعلق قطع نظر اس کے کہ اصول سے ہے یا فروع سے ہے۔ اگر اس کا تعلق دین سے ہے اور پیغمبرؐ نے یہ دینی فریضہ ادا نہیں کیا تو پیغمبرؐ کو تکمیل دین کی سند کس طرح مل گئی؟

کیونکہ جب دین کا ایک اہم مسئلہ ہی تشنہ تکمیل رہ جائے تو دین ادھورا سمجھا جائے گا، دین ناقص سمجھا جائے گا۔ تو اگر پیغمبرؐ یہ دین کا فریضہ ادا نہیں کرتے تو دین مکمل نہیں ہوسکتا۔ پھر دُنیا مجھے بتائے یہ فرض ادا کیے بغیر پیغمبرؐ کو تکمیل دین کی سند کیسے مل گئی؟ اور اگر اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ کو بغیر غسل و کفن کے چھوڑا جاسکتا ہے لیکن اُمت کو ایک منٹ کے لیے بھی امام کے بغیر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ (صلوات)

ہدایت اور گمراہی کا راستہ

تہتّر فرقے مانتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ میری اُمت کے تہتّر فرقے ہوجائیں گے، صرف ایک جنت میں جائے گا۔ میں اس بحث میں نہیں الجھتا کہ جنت میں کون جائے گا اور کون نہیں جائے گا؟۔ میں صرف اشارہ کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں کہ مجھے دُنیا کے اہل فکر و دانش بتائیں کہ جس وقت پیغمبر خاتمؐ نے یہ ہولناک، یہ ہیبت ناک، یہ خطرناک اعلان فرمایا کہ میری اُمت کے تہتّر فرقے بن جائیں گے۔ بہتّر اُدھر جائیں گے اور صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ تو یہاں قدرتی طور پر سوال اُبھر کے سامنے آتا ہے کہ جن جن لوگوں نے یہ پیغمبرؐ کی زبان وحی ترجمان سے یہ اعلان سنا کیا ان کے دل و دماغ میں یہ خطرے کی گھنٹی نہیں بجی ہوگی کہ پیغمبرؐ سے پوچھ لیا جائے کہ:۔

☆ گمراہی سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟
☆ ضلالت سے دامن کو بچانے کا سلیقہ کیا ہے؟
☆ جہنم کے شعلوں سے بچنے اور جاگیر جنت میں جانے کا طریقہ کیا ہے؟

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ سننے والوں کے دل و دماغ میں ایسا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا تو پھر سامعین کرام کے بارے میں جو نظریہ اُبھر کے سامنے آتا ہے وہ کوئی خوشگوار نہیں ہے ۔ اور اگر دو منٹ مان بھی لیا جائے کہ سننے والے اس خطرناک اعلان کو سن کر کوئی متاثر نہیں ہوئے، بچاؤ کی کوئی تدبیر دریافت نہیں کی اور جنت میں جانے کا راستہ معلوم نہیں کیا، جہنم سے بچنے کا کوئی طور و طریقہ پیغمبرؐ سے معلوم نہیں کیا اور اس گمراہی سے بچنے کا سوال نہیں کیا ۔

چلو ان لوگوں کو رہنے دیں خود پیغمبرؐ کے بارے میں آپ کی سوچ کیا ہے؟ کہ جس پیغمبرؐ نے اتنا خطرناک اعلان کیا، اتنے خطرے کا الارم بجایا کیا ان کے فرض منصبی کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ بچاؤ کی بھی کوئی تدبیر بتا جائیں ۔ اگر کوئی حکومت خطرے کا الارم تو بجائے لیکن بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ بتائے تو اس حکومت کو عوام کی خیر خواہ حکومت نہیں کہا جا سکتا، اس کو ملک و ملت کی خیر خواہ حکومت قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

اس لیے ہر خیر خواہ حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جہاں خطرے کا الارم بجائے تو وہاں خطرے سے بچنے کی کوئی تدبیر بھی بتائے ۔ ورنہ پیغمبرؐ یہ خطرے کا الارم بجا کے چلے جائیں کہ میری امت کے تہتر فرقے بن جائیں گے ۔ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور فقط ایک جنت میں جائے گا اور گمراہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ بتا جائیں، کوئی طور و طریقہ نہ بتا جائیں تو معاف رکھنا مجھے اس تلخ نوائی میں اگر دُنیا گمراہ ہو جائے ہر صحیح الدماغ یہ کہنے میں حق بجانب ہو

گا کہ کائنات کی گمراہی کی ذمہ داری عبداللہؑ اور آمنہؑ کے لال کے سر پر عائد ہوتی ہے اگر وہ کوئی طریقہ بتا جاتے تو دُنیا گمراہی سے بچ جاتی۔

چونکہ پیغمبرؐ نے گمراہی سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا، جنت میں جانے اور جہنم سے دامن بچانے کا کوئی راستہ نہیں بتایا۔ لہٰذا دُنیا کی گمراہی کی ذمہ داری پیغمبرؐ پر عائد ہوتی ہے۔ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو پیغمبرؐ دُنیا کو جہنم سے بچانے کے لیے آیا ہو، جو کائنات کو سیدھے راستے پر چلانے کے لیے آیا ہو، جو دُنیا کو جاگیر جنت کا پروانہ دلانے کے لیے آیا ہو، جو دُنیا کو حق سمجھانے کے لیے آیا ہو، جو رحمۃ اللعالمین بن کر آیا ہو اگر وہ گمراہی سے بچنے اور راہ راست پر چلنے کا کوئی طریقہ نہیں بتاتا تو اُسے رحمۃ للعالمین کون کہے گا؟ اُسے کائنات کا خیر خواہ کون کہے گا؟ اُسے اُمت کا بھی خواہ کون کہے گا؟۔

گمراہی سے بچنے کی تدبیر

اب دو ہی راستے ہیں یا تو یہ کہو کہ پیغمبرؐ نے کچھ نہیں بتایا اور اُن کی رحمۃ للعالمینی کے منکر بن جاؤ، ان کی رسالت کا انکار کردو، ان کی رأفت اور رحمت کے منکر بن جاؤ اور اسلام کے دائرے سے نکل جاؤ۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر ماننا پڑے گا کہ رحمۃ للعالمین جب خطرے کا الارم بجا رہے تھے تو بچاؤ کی تدبیر بتائے بغیر کبھی بھی آخرت کا سفر اختیار نہیں کر سکتے۔ تو میں دُنیا سے پوچھتا ہوں کہ دنیا مجھے بتائے کہ پیغمبرؐ نے اس خطرے سے بچنے کی اگر کوئی تدبیر بتائی ہے تو وہ کیا ہے؟ اگر جنت میں جانے کا کوئی راستہ بتایا ہے تو وہ کیا ہے؟ اگر ضلالت و گمراہی سے بچنے کی کوئی تدبیر بتائی ہے تو وہ کیا ہے؟

دُنیا والے جو چاہیں اس کا جواب دیں لیکن میں پیغمبرؐ کے کلام کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک دُنیا والے جنوب میں جائیں یا شمال میں

جائیں، آسمانوں کی بلندیوں پر چلے جائیں یا تحت الثراء کی پستیوں میں چلے جائیں ۔ میرا دعویٰ ہے کہ آفتاب قیامت کے اُبھرنے تک پیغمبرؐ کی زبان حق ترجمان سے اس کے بغیر بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں ملے گی کہ فرمایا: ۔

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا ضَلَّ فَغَرِقَ وَهَوٰى

کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے ۔ جو اس پہ سوار ہو جائے گا اس کا بیڑا پار ہو جائے گا ۔ جو اس کشتی نجات سے منہ موڑے گا وہ دُنیا میں گمراہ ہو جائے گا اور آخرت میں جہنم میں گر کر تباہ ہو جائے گا ۔　　　(نعرہ)

لہٰذا عقل سلیم مجبور کرتی ہے کہ نبی کا فرض منصبی ہے کہ وہ خالق اکبر کے حکم کے مطابق اہل عالم کو بتا جائیں، اپنے کلمہ پڑھنے والوں کو سمجھا جائیں کہ میرے بعد میری مسند کا وارث کون ہے؟ کائنات کا ہادی کون ہے؟ رہنما کون ہے اور پیشوا کون ہے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچانے والا کون ہے؟ تا کہ: ۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ

اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اس پر بھی اتمام حجت ہو جائے اور اگر کوئی صراط مستقیم پہ چلتا ہے تو وہ بھی علی وجہ البصیرت چلتا ہوا نظر آئے ۔

(صلوات)

امامت کا تعلق اعتقاد و اصول سے

تو اِسی سے دو مسئلے اور بھی حل ہو گئے ۔ ایک یہ کہ امامت کے مسئلے کا تعلق فروع دین سے نہیں، یہ نماز یا روزے کی طرح نہیں ۔ کہ نماز پڑھنی فرض ہے تو پھر وضو بھی کرنا پڑے گا اگر وضو کرنا ہے تو پانی مہیا کرنا پڑے گا ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام بنانا بھی ایسا ہے ۔

چونکہ ہم نے حدود شریعت نافذ کرنے ہیں تو پہلے کوئی حدود نافذ کرنے والا قاضی بنانا پڑے گا، کوئی امام بنانا پڑے گا۔ پس جو بنائیں گے وہ حدود شریعت نافذ فرمائے گا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ مسئلہ امامت کا تعلق اعتقادی اور اصولی مسائل کے ساتھ ہے، فروعی مسائل سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ پیغمبرؐ خاتم کا یہ فرمان کتب فریقین کے اندر موجود ہے۔ اگر کوئی بندہ اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتا ہے تو امام حمیدی کی "الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ" اٹھا کر دیکھے یا نواب صدیق حسن خان کی کتاب "اکلیل الکرامت" کا مطالعہ فرمائے یا شاہ اسماعیل محدث دہلوی کی کتاب "منصب امامت" کی ورق گردانی فرمائے۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:۔

من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتةً جاهلیةً

کہ جو بندہ مر جائے اور اپنے امام زمانہ کی معرفت نہ رکھتا ہو اس کی موت جہالت و ضلالت کی موت ہے اسلام کی موت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی بندہ نماز کو نہ پہچانتا ہو، روزے کی حقیقت کو نہ جانتا ہو تو وہ فاسق و فاجر تو ضرور ہے پر اُس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔

لیکن یہ حدیث کہتی ہے کہ جو امام کی معرفت کے بغیر مر جائے اس کی موت اسلامی موت نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جس چیز کے نہ پہچاننے سے آدمی کی موت جہالت اور ضلالت پر واقع ہو وہ مسئلہ اصولی تو ہو سکتا ہے پر فروعی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی پھر بھی مصر ہو کہ برادران اسلامی کے کسی نامی گرامی عالم دین کے کلام سے ثابت کیا جائے کہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ مسئلہ اصولی ہے۔ تو میں دو حوالے عرض کیے دیتا ہوں۔

جناب قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب "احقاق الحق" میں علامہ بیضاوی کی کتاب "المنہاج" کے حوالہ سے ۔ اور قاضی بیضاوی ہمارے برادران اسلامی کے وہ نامی گرامی عالم ہیں کہ جن کی تفسیر بیضاوی آج بھی ہمارے ملک میں مولوی فاضل کے نصاب میں شامل ہے ۔ وہ کتاب المنہاج میں کہتے ہیں کہ: ۔

ان مسئلة الامامة من اعظم مسائل اصول الدين الذى مخالفتها توجب الكفر و البدعة

کہ مسئلہ خلافت و امامت دین اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے کہ جس کے انکار سے آدمی یا کافر بن جاتا ہے یا بدعتی بن جاتا ہے ۔ دوسرے شاہ ولی اللہ دہلوی جن کی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" جو فارسی زبان میں ہے اور وہ بھی مل جاتی ہے اردو زبان میں ترجمہ بھی مارکیٹ میں مل جاتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ: ۔

با علم اليقين دانسته شد كه اثبات خلافت اين بزرگواران اصلے است از اصول دين تا آن را محكم نه گيريم هيچ اصلے الاصول دين محكم نمى گردد

کہ اصول دین میں سے اصول مذہب میں سے مسئلہ خلافت اتنی بنیادی اصل ہے، اتنا بنیادی مسئلہ ہے کہ جب تک اس کو محکم طریقہ پہ حل نہ کیا جائے اُس وقت تک دین اسلام کی کوئی اصل بھی حل نہیں ہوسکتی ۔ اسے کہتے ہیں کہ:

؎ خوش تر آن باشد که سر دلبران
گفته آيد در حديثِ ديگران

تو پیغمبرؐ کے فرمان سے اور برادران اسلامی کے بزرگان کے کلام سے

ثابت ہو گیا کہ مسئلہ خلافت و امامت کا تعلق اصولی مسائل اور عقائد سے ہے یہ فروع دین کا مسئلہ نہیں ہے۔ (صلوات)

امام کا مقرر کرنا خالق کا کام ہے

اور اسی بیان سے جو میں نے آج اور کل عرض کیا ہے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ امام کا مقرر کرنا اسی خالق و مالک کے قبضۂ قدرت میں ہے جو نبیوں کو نبی بناتا ہے اور رسولوں کو رسول بناتا ہے۔ اگر ساری کائنات کے بندے جمع ہو جائیں تو غیر نبی کو کبھی نبی نہیں بنا سکتے، سارے دُنیا کے مسلمان اور اہل ایمان جمع ہو جائیں تو غیر رسول کو رسول نہیں بنا سکتے بلکہ نبی وہ ہوگا جس کو خالق عہدہ نبوت عطا فرمائے گا، رسول بھی وہ ہوگا جس کو خالق عہدہ رسالت پر ممتاز فرمائے گا۔ اس پر تمام اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے اس لیے مجھے اس بات پر زیادہ زور دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ نبی بھی خدا بناتا ہے، رسول بھی خدا منتخب کرتا ہے لیکن اُن کی مسندوں کے وارث کا انتخاب کون کرتا ہے؟ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح پوری کائنات جمع ہو جائے تو غیر نبی کو نبی نہیں بنا سکتی، پورا عالم امکان اگر جمع ہو جائے تو غیر رسول کو رسول نہیں بنا سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے اور قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ پوری کائنات کے مسلمان، پورے عالم امکان کے اہل ایمان اگر جمع ہو جائیں تو غیر امام کو کبھی امام نہیں بنا سکتے:۔

رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط

(سورہ القصص آیت ۶۸)

خالق فرماتا ہے پیدا کرنا بھی میرا کام ہے اور منصب رسالت و امامت کے لیے انتخاب کرنا بھی میرا کام ہے۔ نہ کوئی خالق ہونے میں میرا شریک

ہے اور نہ کوئی اس منصب کے لیے منتخب کرنے میں میرا شریک ہے۔(نعرہ)

سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا حکیم ہے بلکہ وہ خالق حکمت و حکماء ہے، مالک علم و علماء ہے اور

فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

حکیم کی تعریف یہی ہے، دانا، دانشور اور دانشمند اسے کہا جاتا ہے کہ جس کا کوئی قول، جس کا فعل، جس کا کوئی کام، جس کا کوئی اقدام، جس کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہ ہو۔تو پالنے والے تو ہی بتا کہ یہ چناؤ تو نے کیوں اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے اور کیوں بندے نبی اور امام چن نہیں سکتے؟ تو خالق اس سوال کا جواب قرآن میں یہ دیتا ہے کہ:۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط (سورہ البقرہ،آیت ۲۲۰)

میرا حبیبؐ تیرا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ مصلح کون ہے اور مفسد کون ہے؟ کیوں کہ ظاہر بین ظاہر پر نظر کر سکتے ہیں۔ان کو کیا پتا کہ کسی کے دل میں کیا ہے؟ یہ ظاہر بین کیا سمجھیں کہ کسی کے باطن میں کیا ہے؟

یہی تو وجہ ہے کہ آج ظاہر بین جمہوریت کے دور میں ایک بندے کو نوٹ بھی دیتے ہیں اور اُس کو ووٹ بھی دیتے ہیں اور بھاری اکثریت سے اسے منتخب بھی کرتے ہیں، ایوان اقتدار تک پہنچاتے بھی ہیں لیکن جب وہ وزیر بن جاتا ہے، وہ مشیر بن جاتا ہے، وہ سفیر بن جاتا ہے اور اپنے کیے ہوئے وعدوں سے مکر جاتا ہے، وہ قوم کی امنگوں پہ پورا نہیں اترتا تو جنہوں نے کل زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے تھے وہ مردہ باد کے نعرے لگاتے ہیں اور ٹانگ سے پکڑ کے ایوان اقتدار سے باہر کھینچ لیتے ہیں، اور اقتدار اعلیٰ پہ بیٹھنے والے۔

ع بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

کا ورد کرتے ہوئے باہر آجاتے ہیں۔ تو پتا چلا کہ ظاہر بین ظاہر پر نظر کر سکتے ہیں وہ باطن کو نہیں سمجھ سکتے کہ مفسد کون ہے اور مصلح کون ہے؟ تو میں کہتا ہوں جب چند بندے جمع ہو جائیں تو ایک صحیح ممبر منتخب نہیں کر سکتے تو وہ پیغمبرؐ کی مسند کا وارث کیسے منتخب کر سکتے ہیں؟

امام کی صفات

کیونکہ امام کے لیے کچھ ملکات کی، کچھ قدسی صفات کی ضرورت ہے کہ جن کو وہی سمجھ سکتا ہے جو علیم بذات الصدور ہے۔ میں آنے والی تقریروں میں یہ واضح کروں گا کہ جس طرح نبی بغیر عصمت کے مسند نبوت پہ نہیں بیٹھ سکتا۔ اسی طرح کوئی امام بغیر عصمت کے مسندِ امامت پہ قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ عصمت یہ وہ عہدہ باطنیہ ہے، یہ وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جس کو ظاہر بینوں کی نظریں کبھی دیکھ نہیں سکتیں:

تو یہ خالق بہتر سمجھ سکتا ہے کہ کس کے اندر ملکہ عصمت ہے اور کس کے اندر ملکہ عصمت نہیں ہے۔ امامت کے لیے، امام کے لئے عالم علم لدنی ہونا بھی ضروری ہے تو یہ خالق ہی سمجھ سکتا ہے کہ کون دُنیا کے سکولوں اور کالجوں کا پڑھا ہوا ہے اور کون وہ ہے جو اللہ کے مدرسۂ علم لدنی کا فارغ التحصیل ہے۔ امام کے لیے افضل ہونا بھی ضروری ہے تو یہ خالق ہی بہتر سمجھ سکتا ہے کہ افضل کون ہے اور مفضول کون ہے؟ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ جب اللہ کے سوا کوئی مصلح اور مفسد میں تمیز نہیں کر سکتا تو پھر ماننا پڑے گا کہ اللہ کے سوا کوئی اور منصب امامت یا امام کا انتخاب بھی نہیں کر سکتا۔ (نعرہ)

امام کا انتخاب

دوسری دلیل تمام اہل اسلام سنی شیعہ بھائیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

آدمؑ صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی سیرت، نبیوں کا اسوہ، نبیوں کی روش اور نبیوں کی رفتار آپ کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح واضح اور آشکار ہے۔

آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک، (میں پیغمبرؐ کی ذات کو اس لیے الگ کر رہا ہوں کہ یہاں اختلاف پیدا ہو گیا کہ ان کی مسند کا وارث خدا نے منتخب کرنا ہے یا بندوں نے)۔ میں سابقہ نبیوں کی بات کر رہا ہوں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حق اُمت کا ہے کہ وہ اجماع کر کے یا شوریٰ کر کے جس کو چاہیں پیغمبر کی مسند پہ بٹھا دیں۔

تو میں اُن کی خدمت میں یہ مؤدبانہ گذارش کرتا ہوں کہ آدمؑ سے شروع کر کے حضرت عیسیٰؑ تک چلے آئیں ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے حالات میں سے کسی ایک نبی کے بارے میں اپنی کتابوں سے صرف ایک روایت مجھے دکھا دیں۔ کہ کوئی نبی دُنیا سے چلا گیا ہو اور اپنی مسند کے وارث کا خالق کے حکم کے مطابق اعلان نہ کر گیا ہو؟ بعد میں اُمت نے اجماع کر کے یا شوریٰ کر کے اُس نبی کی مسند کے وارث کا انتخاب کیا ہو۔ تو میں پیغمبر خاتمؐ کے بارے میں بھی باور کر لوں گا کہ یہاں بھی اُمت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اجماع کر کے یا شوریٰ کر کے پیغمبرؐ کے بعد ان کی مسند کا وارث چن کے بٹھا دیں۔

لیکن اگر آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک پوری کائنات کی کتابوں میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہ مل سکے کہ کسی نبی کی امت نے نبی کا وارث چنا ہو۔ بلکہ تمام عالم کی کتابیں پکار پکار کے کہہ رہی ہوں کہ آدمؑ صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ تک کوئی نبی اس وقت تک دُنیا سے تشریف نہیں لے گیا، اُس وقت تک اُس نے سفر آخرت اختیار نہیں کیا جب تک رب جلیل کے حکم سے اپنی

مسند کے وارث کا اعلان امت کے سامنے نہیں کر دیا۔تو پھر یاد رکھو! اللہ کے قانون کبھی بدلا نہیں کرتے:۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (سورہ الفاطر آیت ۴۳)

اللہ کے سنتیں تبدیل نہیں ہوتیں، اللہ کے طریقوں میں کبھی تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوتا۔تو جو خالق آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ہر نبی کے وصی کا خود انتخاب کرتا رہا ہے اور اعلان زمانے کے نبی سے کراتا رہا ہے اور ماننا پڑے گا کہ خاتم الانبیاءؑ کے دور میں بھی اللہ کا آئین کبھی بدل نہیں سکتا۔

تو پھر ماننا پڑے گا کہ حسنینؑ کا نانا بھی اُس وقت تک دُنیا سے تشریف نہیں لے گیا، اُس وقت تک سفر آخرت کے لیے روانہ نہیں ہوا جب تک میدان خم غدیر میں ایک لاکھ سے زائد مجمع عام میں علیؑ ولی کا بازو پکڑ کر من کنت مولاہ کہہ کر علیؑ کی امامت وخلافت کا اعلان نہیں کر دیا۔ (نعرہ)

قرآن کی روشنی میں امام کا انتخاب

عقلی دلائل اور بھی بہت ہیں پر وقت کے دامن میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ پورے دلائل کا ذکر کیا جائے۔آؤ ذرا قرآن کی روشنی میں بھی آخر میں عرض کر دوں کہ آیا قرآن ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے کہ امام بنانا خالق کا کام ہے یا بندوں کا کام ہے؟

تو قطع نظر دوسری آیات اور دوسرے ارشادات خداوندی کے اسی آیہ مبارکہ کو لے لو جس کو میں نے اپنے بیان کا عنوان قرار دیا ہوا ہے کہ:۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

یہی آیہ مبارکہ بچند وجہ دلالت کرتی ہے اور اہل عقل و دانش اور اہل

انصاف کے لیے اشارہ ہی کافی ہے زیادہ تشریحات اور توضیحات کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خالق نے اعلان فرمایا کہ اے میرا خلیل میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ یہ اعلان خالق کا فرمانا کہ میں، تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں یہ اعلان بتلا رہا ہے کہ امام بنانا بندوں کا کام نہیں بلکہ خالق دو جہان کا کام ہے۔

ایک تو یہ اعلان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ جس طرح انی جاعل فی الارض خلیفۃً آدمؑ کی خلافت اور نبوت کا خالق نے اعلان کیا تھا کہ میں آدمؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانے والا ہوں تو جو آدمؑ کو نبی بنا رہا ہے وہی ابراہیمؑ کو اپنی کائنات کا امام بنا رہا ہے تو دونوں اعلانوں نے بتا دیا کہ جس طرح خدا کے سوا نبیوں کو نبی کوئی نہیں بنا سکتا، اس اعلان نے بتا دیا کہ خالق کے سوا اماموں کو امام بھی کوئی نہیں بنا سکتا:

یہ ایک، دلیل ہے اس آیہ مبارکہ میں کہ امام بنانا خالق۔دو جہان کا کام ہے۔ آگے بڑھو جب خالق نے یہ اعلان کر دیا کہ میرا خلیل میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں تو جناب خلیلؑ دستِ دعا بلند کرتے ہیں کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي پالنے والے میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ امامت میری اولاد میں بھی برقرار رہے۔

عہدۂ امامت کی اہمیت

یہاں آگے بڑھنے سے پہلے ایک تو یہ عرض کر دینا مناسب جانتا ہوں کہ خالق نے جناب خلیلؑ کو بندۂ خاص بنایا، عہدہ نبوت سے ممتاز فرمایا، عہدہ رسالت سے سرفراز فرمایا، اپنا خلیل بنایا، بندہ خاص بنایا تو اولاد کے لیے دُعا نہ کی۔ عہدہ نبوت ملا اولاد کے لیے التجا نہ کی، عہدۂ رسالت ملا اولاد کے لیے استدعا نہ کی، عہدہ خلّت پہ فائز ہوئے اولاد یاد نہ آئی۔

اب پتہ نہیں کہ عہدہ امامت میں کیا کشش تھی؟ کیا جاذبیت تھی؟ ادھر ان کی امامت کا اعلان ہوتا ہے اُدھر خلیل کو اولاد یاد آجاتی ہے۔ اس کے بہت سارے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ جناب خلیل خدا، جناب ابراہیم خلیل اللہ، اللہ کے دیے ہوئے علم کی وجہ سے یہ جانتے ہوں کہ لیل ونہار کے گذرنے سے، مرور لیالی و ایام سے، ماہ وسال کے گذرنے سے ایک ایسا وقت آجائے گا کہ نبوت کے دروازے پہ تالا لگ جائے گا، عہدہ رسالت ختم ہو جائے گا اور اگر کوئی ایسا عہدہ ہے جو آفتاب قیامت کے طلوع ہونے تک برقرار رہے گا تو وہ عہدہ امامت کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ (نعرہ)

امامت کے بارے جناب خلیلؑ کا عقیدہ اور دعا

اس لیے نہ نبوت کا سوال کیا، نہ رسالت کی استدعا کی، نہ خلّت کا سوال اولاد کے لیے کیا۔ کیا تو صرف امامت کے لیے کیا کہ پالنے والے وَمِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ امامت میری اولاد اور ذریت میں بھی برقرار رہ جائے۔ یعنی میری اولاد میں سے امام بنانا۔

اب خالق کے جواب سے پہلے میں عرض کرتا ہوں یہ آیت بتاتی ہے اور خلیل خدا کا سوال بتاتا ہے کہ جناب خلیل کا عقیدہ بھی وہی تھا جو آج شیعان علیؑ کا عقیدہ ہے کہ امام بنانا خدا کا کام ہے۔ اگر اُن کا یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ امام خدا بناتا ہے تو اپنی اولاد کی امامت کے لیے خدا سے کیوں استدعا کر رہے ہیں؟

اُن کا خالق سے سوال کرنا اپنے مالک سے استدعا کرنا کہ پالنے والے اس عہدۂ امامت کو میری اولاد میں بھی برقرار رکھ۔ اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ جناب خلیل کا اعتقاد یہ تھا کہ امام بنانا بندوں کا کام نہیں، حتیٰ کہ نبی کا بھی

کام نہیں یہ خالق جلی کا کام ہے ۔ کہ وہ جس کو چاہے عہدۂ امامت کے لیے منتخب فرمائے ۔ نبی اور رسول کا کام صرف یہ ہے کہ جس کو وہ منتخب کر دے اُس کا اعلان اُمت کے سامنے کر دے ۔

لہٰذا خلیل خدا کا یہ استدعا کرنا نا قابل رد دلیل ہے کہ جناب خلیل کا عقیدہ یہی تھا کہ امام بنانا بندوں کا کام نہیں بلکہ خالق اکبر کا کام ہے ۔

امام کا معصوم ہونا

اور پھر خالق نے بھی یہ جواب دے کر کہ: لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کہ میرا یہ عہدہ امامت ظالموں تک نہیں پہنچے گا ۔ اس پر خالق نے بھی مہر لگا دی کہ اے خلیل تیرا یہ عقیدہ صحیح ہے کہ امام میں بناتا ہوں لیکن کچھ شرطوں کے ساتھ ۔ یقیناً عہدہ امامت میں تیری اولاد میں برقرار رکھوں گا میں جتنے امام بناؤں گا تیری ذریت سے بناؤں گا، تیری اولاد سے بناؤں گا لیکن خلیل یاد رکھ تیری اولاد دو قسم کی ہوگی کچھ ظالم ہوں گے کچھ معصوم ۔ تو میرا یہ عہدہ امامت ظالموں کو نہیں ملے گا ۔ اس کی وضاحت میں بعد میں کروں گا کہ ادنیٰ گناہ بھی ظلم شمار ہوتا ہے تو جو بھی گناہگار ہے وہ ظالم ہے ۔

لہٰذا عہدہ امامت اس بندے کو مل سکے گا کہ مہد سے لے کر لحد تک جس کے دامن عصمت پر کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا کوئی دھبہ اور داغ نظر نہ آئے ۔

(نعرہ)

اگر جناب خلیل کا یہ نظریہ بفرض محال غلط ہوتا ۔ حالانکہ نبی معصوم ہوتے ہیں اور معصوم کا کوئی نظریہ غلط نہیں ہوسکتا ۔ لیکن میں کہتا ہوں "فرض محال محال نہ باشد" اگر دو منٹ کے لیے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ جناب خلیل کا یہ نظریہ درست نہیں تھا کہ امام بنانا خدا کا کام ہے ۔

اس لیے وہ معاذ اللہ غلطی سے خدا سے سوال کر بیٹھے تھے کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنانا، اس عہدے کو میری اولاد میں بھی برقرار رکھنا۔ اگر ان کا یہ نظریہ صحیح نہ ہوتا تو خدا کا فرض تھا کہ ان کو ٹوک دیتا، روک دیتا کہ میاں خلیل مجھ سے کیوں دعائیں مانگ رہے ہو کہ میں امامت تیری اولاد میں برقرار رکھوں؟

چاہیے تو یہ تھا کہ خدا فرما دیتا کہ اے خلیل امام بنانا نہ میرا کام ہے نہ تیرا کام تم کیوں گھبرا رہے ہو؟ کیوں مجھ سے استدعا کر رہے ہو۔ یہ تو ہے تیری امت کا کام کہ میں جب تمہیں دُنیا سے اُٹھا لوں گا، اپنی بارگاہ کی طرف بلا لوں گا یہ تیری امت کی مرضی جس کو چاہیں اجماع کر کے، جس کو چاہیں شوریٰ کر کے تیری مسند پہ بٹھا دیں، جس کو چاہیں عہدہ امامت پہ فائز فرما دیں۔

لیکن خالق کا یہ نہ فرمانا اور جناب خلیل کو نہ روکنا، نہ ٹوکنا بلکہ اُن کی دعا کو مشروط طور پہ قبول کرنا کہ تیری اولاد میں سے جو ظالم ہوں گے اُن کو امام نہیں بناؤں گا یعنی اُن کو بناؤں گا جو تیری اولاد بھی ہوگی اور معصوم بھی۔ تو خالق نے بھی جناب خلیل کے نظریے پر مہر تصدیق لگا دی کہ اے خلیل تیرا نظریہ صحیح ہے کہ نبی بھی میں بناتا ہوں اور نبیوں کے جانشینوں کا انتخاب بھی میں کرتا ہوں۔

تو پتا چل گیا یہ آیت بانگ دہل اعلان کر رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ جو خالق نبیوں کو نبی بناتا ہے اُن کی مسندوں کے وارث کا انتخاب بھی وہی فرماتا ہے:۔

رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ

(سورہ القصص آیت ۶۸)

پوری کائنات اکٹھی ہو جائے، خدا کے سوا نہ کوئی خالق نظر آتا ہے اور نہ کوئی نبوت و امامت کے لیے منتخب کرنے والا نظر آتا ہے۔ (صلوات)

سات بج رہے ہیں بلکہ بج چکے ہیں اور اذان کی آواز گونجنے والی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس قدر میں نے عرض کر دیا ہے وہ کافی بھی ہے، وافی بھی ہے اور بحمد للہ اس موضوع کو ثابت کرنے کے لیے اگر کسی کے دل میں کوئی بیماری ہے تو اس کے لیے انشاء اللہ شافی بھی ہے: ۔

اگر در خانہ کس است
یک حرف بس است

(صلوات)

بھئی یہ جو اختلافی مسئلے ہیں کہ پیغمبرؐ کے جنازے میں کون شامل ہوئے تھے؟ کون نہیں ہوئے تھے؟ کیوں تین دن پیغمبرؐ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ یہ چیز میرے اُس اتحاد اسلامی کے مشن کے چونکہ خلاف جاتی ہے اس لیے میں ایسے سوال کرنے والوں کی خدمت میں التماس کروں گا اور التجا کروں گا کہ چونکہ میں سارا دن یہیں ہوتا ہوں آٹھ بجے سے لے کر چھ بجے تک جب میں سٹیج پہ آتا ہوں جس وقت وہ تشریف لانا چاہیں اچھے انداز سے ان کے سوالوں کے جواب دیے جائیں گے۔ فریقین کے الجھے ہوئے سوالات ہوں یا اپنے مذہب کے وہ اختلافی مسائل کہ جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن لوگوں نے ان کو مسائل بنا کے قوم کو الجھا رکھا ہے۔ شرم و حیا کی کوئی ضرورت نہیں: ۔

ان اللہ لا یستحی من الحق

وہ بے شک جس وقت تشریف لانا چاہیں لا سکتے ہیں۔ کتابیں بھی موجود ہیں اور کتابوں کے لکھنے والا بھی۔ انشاء اللہ اُن سب کی تسلی و تشفی کرا دی جائے گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہاں منبر کو اختلافی مسائل کا اکھاڑا نہ بنایا جائے، اختلافات کی آماجگاہ نہ بنایا جائے۔ جس موضوع کو میں لے کر چل رہا ہوں وہ

خود بڑا نازک ہے اور میں بڑی کوشش کر رہا ہوں کہ کسی اسلامی بھائی کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔

جیسا میں نے کل بھی عرض کیا تھا میں صرف دعوت فکر دے رہا ہوں، سوچنے کی دعوت دے رہا ہوں تاکہ تقلید آباؤ اجداد سے ہٹ کر ہم سوچیں کہ ہم جس نظریے پہ ڈٹے ہوئے ہیں آیا وہ قرآن و سنت کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں ہے۔

یہاں بھی چونکہ مسئلہ اس قسم کا بیعت کے بارے میں ہے اور جناب امیر اوران کے مخالفوں کے بارے میں، تو ان مسائل کو بھی چھیڑنا میں مناسب نہیں سمجھتا جو جو یہ حقائق معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مولاؑ کی جنگیں جو ہوئیں، جن سے ہوئیں، کیوں ہوئیں؟ حق پر کون تھا اور باطل پر کون تھا؟ اتنی حقیقت تو ساری دُنیا جانتی ہے کہ پیغمبر فرما گئے تھے:۔

الحقّ مع علی و علی مع الحقّ

حق وہاں ہوگا جہاں مرتضیٰ ہوں گے۔ (نعرہ)

پیغمبرؐ دو چیزیں چھوڑ کے گئے تھے ایک قرآن اور دوسری اپنی عترت اہلبیتؑ۔ کائنات کی کوئی کتاب قرآن کے بالمقابل آجائے، کتاب وہ صحیح ہوگی جو قرآن کے مطابق ہوگی، اگر کوئی کتاب قرآن سے ٹکرا جائے وہ چھوڑ دی جائے گی، قرآن کا دامن نہیں چھوڑا جاسکتا۔

تو میں پھر محتاط سے محتاط لفظوں میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ جو بندہ آل محمدؐ کے مقابلے میں آجائے گا، بندہ بھی وہ صحیح سمجھا جائے گا جو آل محمدؐ کے تابع نظر آئے گا۔ اگر کوئی بندہ آل محمدؐ سے ٹکرا جائے ہر بندے کا دامن چھوڑا جاسکتا ہے پر علیؑ اور اولاد علیؑ کا دامن صبح قیامت تک نہیں چھوڑا جاسکتا۔ (صلوات)

مصائب

اذان شروع ہو گئی ہے بس تبرکاً ڈیڑھ دو جملے ذکر مصائب ۔ اگر چہ ماشاء اللہ پہلے ملک صاحب بہت پڑھ چکے ہیں ۔ صرف اس لیے تا کہ مجلس تشنہ نہ رہ جائے ورنہ جب اذان شروع ہو جائے تو بولنے کا کوئی حق نہیں ہے بس ختم کر رہا ہوں ۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ حیدر کرارؑ جس کا پیغمبرؐ نے اتنے اہتمام سے تعارف کرایا، جن کی امامت وخلافت کے لیے پیغمبرؐ نے اس قدر اہتمام فرمایا، اُمت رسول نے اس علیؑ ولی کی قدر کیا کی؟ عین اللہ کے گھر میں، حالت نماز میں، لیلۃ القدر میں علیؑ امت کے ظلم و جفا سے محفوظ نہ رہ سکے ۔

حالت نماز میں ظالموں نے، ایک ہزار درہم میں تلوار خریدی، ایک ہزار درہم کی زہر میں اُس کو بجھایا اور مولاؑ کے سر اقدس پہ وہ وار کیا کہ اگر تمام روئے زمین کے لوگوں پر وہ زہر تقسیم کر دی جاتی تو ایک بندہ بھی زندہ باقی نہ رہ جاتا ۔ یہ تو حیدر کرارؑ تھے کہ پھر بھی تین دن تک موت کا مقابلہ کرتے رہے اور شہادت کے بستر پر کروٹیں بدلتے رہے ۔

جب امام نے نماز اشارے کے ساتھ مکمل فرمائی، شہزادوں نے چادر بچھائی، زخمی بابا کو چادر پہ لٹایا اور جب شہزادے اس حالت میں اپنے زخمی باپ کو بیت الشرف میں لائے ۔ دُعا کرو کہ کسی عظیم بابے کی عظیم بیٹیاں اس حال میں اپنے بابا کو نہ دیکھیں ۔

علامہ مجلسی اور باقی علماء نے لکھا ہے کہ جب حیدر کرارؑ کی شہزادیوں کی نظریں اپنے زخمی بابا کے سر اقدس پہ پڑیں تو بیبیاں اتنا بلند آواز سے روئیں کہ آسمان کے قُدسی بھی رونے لگ گئے ۔ میرے آقا نے آنکھیں کھولیں، دیکھا کہ میری بیٹیاں

بلند آواز سے رو رہی ہیں تو حکم دیا کہ حسنؑ بیٹا دروازے پہ چلے جاؤ اور میرے اصحاب سے کہہ دو کہ وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے جائیں۔

بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غیور امام یہ بات برداشت نہ کر سکے کہ کہیں میری شہزادیوں کے رونے کی آواز میرے اصحاب کے کانوں میں پڑ جائے۔ میں کہتا ہوں کہ میرا غیور امام، آپؑ کو تو اتنی بات گوارہ نہ تھی کہ آپ کی شہزادیوں کے رونے کی آواز آپ کے صحابیوں کے کانوں میں پڑ جائے۔

لیکن والی نجف غیور آقا! اُس وقت آپ کی حالت کیا ہوئی ہو گی جب یہی کوفہ کی شہزادیاں ہوں گی، ہزاروں کا بلوہ عام ہوگا، سروں پر کوئی چادر نہیں ہو گی اور ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں لائی جا رہی ہوں گی۔ وہ منظر قیامت سے کم نہیں تھا کہ ظالم جب اشارے کر کر کے پوچھ رہا تھا کہ:۔

من ھٰذہٖ و من ھٰذہٖ؟

کہ وہ بی بی کون اور یہ بی بی کون؟ اور درباری بتا رہے تھے کہ:۔

ھٰذِہٖ زَیْنَبُ وَتِلْكَ اُمُّ کُلْثُومٍ

یہ علیؑ ولی کی بڑی شہزادی زینبؑ ہیں اور وہ حیدر کرارؑ کی چھوٹی شہزادی جناب اُم کلثوم۔ میں کہتا ہوں کہ اے کاش قیامت قائم ہو جاتی اور زلزلہ قیامت کی زد میں آ کر کوفہ تباہ و برباد ہو جاتا، لوگ اندھے ہو جاتے لیکن علیؑ و بتولؑ کی لاڈلیاں بے مقنعہ و چادر کبھی کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں نہ پھرائی جاتیں:۔

شامیاں بستند بازو زینب و کلثوم را
اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہلبیت

یہ سب کچھ کیوں قبول کیا گیا؟ کیوں گوارا کیا گیا؟ محض اس لیے کہ: ۔

؎ افعال یزیدی مٹ جائیں مظلوم سے پیدا الفت ہو
اس واسطے ان کے درد بھرے احوال سنائے جاتے ہیں

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔

تیسری مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مد ظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

اثباتِ امامت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ○ ۱۲۴

(سورہ البقرہ) (صلوات)

ارشادِ ربِ العزت ہے کہ یاد کرو اُس وقت کو جب خداوند جلیل نے اپنے بندہ خاص جناب ابراہیم خلیلؑ کا چند کلمات کے ساتھ امتحان لیا تھا اور جب انھوں نے ان کلمات کو تام و تمام کر دیا، یعنی اُس امتحان میں کامیاب و کامران ہو گئے تو ارشادِ ربِ العزت ہوا کہ اے میرے خلیلؑ! میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

یہ خوشخبری سن کر جناب خلیلؑ نے رب جلیل کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پالنے والے! میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ جلیلہ میری اولاد میں بھی برقرار رہ جائے۔ ارشادِ قدرت ہوا کہ جو ظالم ہوں گے ان کو یہ عہدہ امامت نہیں مل سکے گا۔ (صلوات)

افضلیت امام

مسئلہ خلافت اور امامت کے متعلق جو اختلافات اُمت مسلمہ میں پائے جاتے ہیں اُن اختلافات کا اجمالی خاکہ بھی عرض کیا جاچکا اور ان میں جو کچھ اسلامی مذاہب کا نقطہ نظر ہے اُس کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب و مسلک کا جو مؤقف ہے وہ بھی عقل سلیم، قرآن کریم اور ارشادات سید المرسلینؐ کی روشنی میں واضح اور اُجاگر کیا جاچکا۔

آج اس سلسلے کا آخری اختلافی مسئلہ پیش خدمت ہے۔ اور انشاء اللہ کل سے ہم نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے کہ شرائط امامت جن کا کل سے تذکرہ شروع ہے اِن شرائط پر تمام دعویداران خلافت وامامت میں سے کون پورا اترتا ہے؟ اور کون وہ ہے کہ جس میں یہ شرائط نہیں پائے جاتے؟ تو آج جس بات کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ ہے افضلیت امام۔

ہمارا مؤقف، ہمارا نظریہ جو ہم نے بنی امیہ کے دور میں بھی علی الاعلان ظاہر کیا، بنی عباسیہ کے دور میں بھی ہم نے اُسے نہیں چھپایا، بلکہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے جائیدادیں قرق کرا کے، اولادیں ذبح کر کے، اپنی زندگیوں کے نذرانے جان آفرین کو پیش فرما کے، تختہ دار پہ لٹک کے بھی یہی کہا کہ جب افضل موجود ہو تو مفضول کو مسند نبیؐ پر قدم رکھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

یعنی جس طرح نبی اور رسول کے لیے ضروری ہے کہ جن لوگوں کے وہ نبی اور رسول بن کر آئیں کم از کم ان کی اُمت میں اُن سے افضل تو بجائے خود اُن کے برابر بھی کوئی بندہ نہیں ہونا چاہیے۔ اِسی طرح امام کے بارے میں بھی ہمارا یہ پختہ مؤقف ہے کہ امام جن لوگوں کا امام بن کر آرہا ہے اُس کی رعایا میں اُس

سے افضل تو بجائے خود اُس کے برابر بھی پورے ماموین اور مقتدین میں کوئی بندہ نہیں ہوسکتا۔

کیوں؟ اس لیے کہ اگر کوئی اُس سے افضل موجود ہو تو افضل کو چھوڑ کے مفضول کو کوئی عہدہ دینا یہ وہ ظلم صریح ہے کہ جو کوئی عادل آدمی بھی جس کا ارتکاب نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ خالقِ عدل و عادلین، چہ جائے کہ مالک حکمت و حکماء، چہ جائے کہ خالقِ علم و علماء عالمین یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ افضل کو چھوڑ کر مفضول کا انتخاب کرے۔ اور اگر کوئی اس کے برابر موجود ہو جسے کہتے ہیں ترجیح بلا مرجح کہ جب دو امیدوار ہر لحاظ سے ایک جیسے ہوں، قابلیت میں، لیاقت میں، اہلیت میں، تو ایک کو نظر انداز کر کے دوسرے کو منتخب کرنا جس کو فلسفہ کی زبان میں ترجیح بلا مرجح کہتے ہیں۔ جب تک اس کو آگے لانے کا کوئی مرجح نہ ہو، کوئی جواز نہ ہو اُس وقت تک عقل اِسے قبیح سمجھتی ہے۔ اور خدا اُسے کہتے ہیں جو فعل قبیح کا کبھی ارادہ بھی نہیں کرتا۔

لیکن ہمارے بالمقابل دو قسم کے نظریے ملتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو ہمارے ساتھ متفق نظر آتے ہیں اور وہ بھی اس قاعدہ کلیہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کسی عہدہ پہ ممتاز نہیں ہوسکتا۔ اور کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں:۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ

خدا جو کچھ کردے کوئی اس سے سوال نہیں کرسکتا۔ ایک کتاب کے خطبے میں یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَدَّمَ الْمَفْضُوْلَ عَلَى الْفَاضِلِ

کہ میں اُس اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں کہ جس نے پیغمبرؐ کے بعد افضل کو گھر

بٹھا کے مفضول کو پیغمبرؐ کی مسند پہ بٹھا دیا۔ میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ یہ خدا کی تعریف ہے یا تنقید ہے کہ افضل کو گھر میں بٹھا دے، مفضول کو مسند پر بٹھا دے۔ یہ اللہ کی تعریف ہے یا تنقید اس کا فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں میں کچھ عرض نہیں کرتا۔ (صلوات)

انسانی فطرت

حضرات حاضرین! جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ افضل کو ہی مقدم سمجھنا چاہیے، افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم، سردار، آقا نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ بدیہی مسئلہ ہے کہ جو لوگ ہمارے خدا کو خدا نہیں مانتے، جو ہمارے مصطفیؐ کو رسولِ خدا نہیں جانتے، جو ائمہ ہدیٰ کو رہنما نہیں مانتے، جو مرنے کے بعد جزاء و سزا کو نہیں مانتے وہ بھی مانتے ہیں کہ جب اسامیاں کم ہوں اور امیدوار زیادہ تو پھر انٹرویو لینا چاہئیے اور جو افضل ہو اس کو منتخب کرنا چاہیے۔ مفضول کو گھر میں بٹھا دینا چاہیے اور افضل کو عہدہ پر بٹھانا چاہئے۔ یہ ہر ملک و ملت میں دستور ہے۔

خدا کے منکروں کے ملک میں چلے جائیں یعنی رشیا میں چلے جائیں، یوگوسلاویہ میں چلے جائیں، چائنا میں چلے جائیں، جنھوں نے اپنے خیال کے مطابق خدا کو بھی اپنے ممالک سے دیس نکالا دے دیا ہے۔ اُن کے ہاں بھی تاریخیں نکلتی ہیں، انٹرویو کے لیے امیدواروں کو بھی بلایا جاتا ہے اور کوشش یہی کی جاتی ہے کہ افضل کو منتخب کیا جائے، مفضول کو گھر میں بٹھا دیا جائے۔

یہ الگ بات ہے کہ ظاہری طور پر یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن جب اندر خانے هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ کا چکر چل جائے، یا غلط سفارش اپنا کام کر جائے، تو مڈل پاس وزیر بن جاتے ہیں اور ایم اے پاس بوٹ پالش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ پھر آپ کی رائے اُن منتخب کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوتی ہے؟ ۔آپ ان کو بے ایمان کہتے ہیں، دغاباز کہتے ہیں، ایمان فروش کہتے ہیں، ضمیرفروش کہتے ہیں، اُن کو انسانیت سے عاری کہتے ہیں کہ جو اپنے ضمیر کے خلاف، اپنے وجدان کے خلاف، اپنے ایمان کے خلاف چند ٹکے لے کر یا کسی کی سفارش سے متاثر ہوکر نا اہلوں کو منتخب کر لیتے ہیں اور اہلوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں ۔ پر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوئی خالق کے بارے میں بھی یہ تصور کرسکتا ہے؟ کہ خدا کسی سے (معاذ اللہ) رشوت لے کر کسی مفضول کو منتخب کر لے گا یا کسی کی غلط سفارش سے متاثر ہوکر افضل کو نظر انداز کر کے مفضول کو منتخب کر لے گا ۔نہیں اُس کا خود فرمان ہے: ۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورہ الجمعہ آیت ۴)

کائنات بدل سکتی ہے پر میری بارگاہ میں اندھیر نگری کا جواز نہیں ہے۔ میں ہر صاحب فضل کو وہی مقام دیتا ہوں جس کا وہ مستحق ہوتا ہے ۔(صلوات)

یہی وجہ ہے یہی آئین فطرت اور یہی قانون قدرت ہے ۔آپ کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں، ہر ہر موڑ پر، ہر ہر قدم پر ہمیشہ ہر وقت نظر آتا ہے ۔علاج کرانا ہو تو پھر کوئی سنی ہو یا کوئی شیعہ، کوئی مسلم ہو یا کافر، کوئی ملحد ہو یا دین دار اُس کی فطرت کہتی ہے کہ پہلے گرد و پیش کا جائزہ لے ۔تمام ڈاکٹروں، حکیموں اور طبیبوں کے حالات کا جائزہ لے جس کو سب سے افضل، جس کو سب سے زیادہ کامیاب ڈاکٹر، طبیب اور حکیم سمجھتا ہے اُس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کان بھی نہیں دھرتا کہ دوسرے ڈاکٹر یا حکیم کیا کہہ رہے ہیں ۔

اگر مقدمہ لڑنا ہو تو ہر بندے کی فطرت یہی کہتی ہے کہ معلوم کرو وکیل تو بہت ہیں، بورڈ تو بہت دروازوں پہ لگے ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے کامیاب

وکیل ہے؟ وہ کون سا ہے جو جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ (کیونکہ کامیاب وکیل وہی ہوتا ہے جو دلائل کے زور سے رات کو دن اور دن کو رات ثابت کر دے۔ اگر وہ دن کو رات اور رات کو دن ثابت نہیں کر سکتا تو پھر موجودہ عرف عام میں وہ کامیاب وکیل کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔) اور مولوی بھی وہی اچھا ہوتا ہے، وہی کامیاب جتنا تیز طرار ہو، جتنا زبان دراز ہو کہ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کر دے اور لوگوں سے منوا لے، اونٹ کو اونٹنی اور اونٹنی کو اونٹ ثابت نہ کر دے تو وہ مولوی کون سا ہے؟

بہر حال آپ کی فطرت کا تقاضا ہے کہ مقدمہ لڑنا ہو تو آپ سب سے زیادہ کامیاب اور سب سے زیادہ مشہور اور جو زیادہ لائق و قابل ہے اُس وکیل کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ مکان بنوانا ہو، نقشہ بنوانا ہو ڈرافٹ مینوں کی کوئی کمی نہیں ہوتی، مستریوں کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ لیکن آپ چوک میں بیٹھے ہوئے ہر مستری کو جا کے نہیں بلا لاتے بلکہ پہلے جائزہ لیتے ہیں کہ کامیاب کاریگر کونسا ہے؟ اُس سے مکان بنواتے ہیں تاکہ کہیں سرمایہ ضائع نہ ہو جائے، اور ہمسایوں کی شماتت کا نشانہ نہ بننا پڑ جائے۔

جب زندگی کے ہر شعبے میں ہر قدم پر ہم افضل کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انسانی فطرت سے میں سوال کرتا ہوں آپ کے ضمیر و وجدان کو مخاطب کر کے سوال کرتا ہوں کہ اگر پیغمبر خاتمؐ کے بعد کسی سے دین لینا ہو، کسی سے ایمان لینا ہو، کسی سے قرآن لینا ہو، کسی سے اسلام لینا ہو اور کسی سے جنت لینی ہو تو کیا وہاں عقل سلیم ہماری رہنمائی نہیں کرتی کہ دین و ایمان اور اسلام و قرآن بھی اُس ہستی سے حاصل کرنا چاہیے جو اِس آسمان کے نیچے اور فرش زمین کے اوپر جس کا ذات و صفات میں ہمسر کوئی نہ ہو۔ یقیناً عقل سلیم کا

یہی فیصلہ ہے اور ظاہر ہے کہ:

كُلُّ مَا حَكَمَ بِهِ الْعَقْلُ حَكَمَ بِهِ الشَّرْعُ

کیونکہ دین اسلام دین فطرت ہے جو عقل سلیم کہتی ہے وہی قرآن کریم کہتا ہے۔ جو قرآن کریم کہتا ہے وہی عقل سلیم کہتی ہے۔ میں یوں کہہ دوں کہ جو انسان کی عقل سلیم کہتی ہے وہی شرع شریف کہتی ہے۔ اس لیے کہ عقل اور شریعت میں کوئی فرق نہیں ہے، کوئی تضاد نہیں ہے۔ اگر کبھی آپ دیکھتے ہیں کہ عقل کا فیصلہ کچھ اور ہے اور شریعت کا فیصلہ کچھ اور، تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑے گی یا عقل، عقل سلیم نہیں ہے یا پھر وہ مسئلہ جس کو شریعت کا مسئلہ سمجھا جا رہا ہے حقیقت میں وہ دین اسلام کا مسئلہ نہیں ہے۔ (صلوات)

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (سورہ الروم آیت ۳۰)

اگرچہ موضوع سے ہٹ کر یہ بات ہے لیکن فطرت کی بات ہو رہی تھی تو میں چاہتا ہوں کہ ایک مصوّرِ فطرت "راشد الخیری" گزرے ہیں ہمارے برادران اسلامی کے نامی گرامی ادیب، صحافی، عالم کئی کتابوں کے مصنف ہیں "آمنہ کا لال" "سیدہ کا لال" اس قسم کی اُن کی کئی کتابیں ہیں۔ تو جناب سیدالشہداءؑ کے حالات میں انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "سیدہ کا لال"۔ اُس میں عزاداری سیدالشہداءؑ کے سلسلہ میں ایک فطری واقعہ نقل کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں جب یہ کتاب لکھ رہا تھا تو میرا بیٹا (کتاب لکھنے سے پہلے کا واقعہ نقل کرتے ہیں) میرا بیٹا جوان تھا، وہ بیمار ہوگیا، ٹی بی کی بیماری اُسے لاحق ہوگئی (یہ اُس وقت کی بات ہے جب ٹی بی کا کوئی مکمل شافی علاج ابھی ڈاکٹروں نے دریافت نہیں کیا تھا، مگر آج کل تو یہ کوئی بیماری ہی نہیں

رہی۔ اللہ سب کو محفوظ رکھے)۔ آج تو ایک عام بخار اور ٹی بی میں کوئی فرق ہی نہیں سمجھا جاتا۔ تو کہتے ہیں، اُسی دوران میں کہ جب میں اس کا علاج بھی کرا رہا تھا تو میرے بیٹے نے خواہش کی کہ ابا جان مجھے ایک جیکٹ سلوا دیں۔ جیسی بیٹے نے کہی تھی میں نے ایسا کپڑا خریدا، درزی کو حکم دیا، کہ اس قسم کی جیکٹ میرے بیٹے کے لیے تیار کرو۔

کہتے ہیں کہ ابھی وہ جیکٹ سِل کر تیار نہیں ہوئی تھی کہ بد قسمتی سے میرے جوان بیٹے کا انتقال ہوگیا۔ جب جیکٹ تیار ہوکر آئی تو میرا بیٹا اس دنیا میں نہیں تھا، وہ دفن ہو چکا تھا۔ کہتے ہیں وہ دن گیا اور آج کا دن آیا جسے بیس برس گزر چکے ہیں لیکن آج تک میں نے وہ جیکٹ سنبھال کر صندوق کے اندر رکھی ہوئی ہے جب مجھے اپنے بیٹے کی یاد ستاتی ہے میں صندوق کو کھولتا ہوں، جیکٹ کو نکالتا ہوں اور اُس کو سامنے رکھ لیتا ہوں اور گھنٹوں تک بیٹھ کر روتا ہوں۔

کیوں؟ کہتا ہے اس لیے کہ اگر چہ میرے بیٹے نے وہ جیکٹ زیب بدن تو نہیں کی تھی پر سلوائی تو اُسی کے لیے گئی تھی۔ اس جیکٹ کی نسبت تو اس کی طرف ہو چکی تھی۔ اس لیے جو مجھے اپنے بیٹے سے محبت تھی اب وہ جیکٹ کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔

یہ واقعہ لکھنے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ جو مولوی صاحبان یہ کہتے ہیں کہ یہ گھوڑا لائق تعظیم نہیں، یہ تعزیہ مبارک جلانے کے قابل ہے یہ لائق احترام نہیں، یہ عزاداری حسینؑ کے اسباب کے بارے میں جو کہتے ہیں کہ گھوڑا یہاں کا ہے، کپڑا یہاں کا ہے، لکڑی یہاں کی ہے۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں یہ تو ٹھیک ہے یہ چیزیں یہاں کی ہیں، لیکن اِن کو نسبت کس سے ہے؟ کہتے ہیں میں نے وہ

جیکٹ آج تک سنبھال کے رکھی ہوئی ہے۔ کیونکہ میرے بیٹے کی طرف منسوب ہوگئی تھی اور میں اس کو دیکھ کر بیس سال سے رو رہا ہوں۔

تو کیا یہ چیزیں جو حسینؑ ابن علیؑ کی طرف منسوب ہو جائیں کیا ان کی وجہ سے یہ لائق احترام نہیں ہیں؟۔ پھر یہاں مولوی صاحبان سے فطرت کے نام پر سوال کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ چیزیں قابلِ احترام نہیں تو پھر دین اسلام دین فطرت نہیں۔ اور اگر دین اسلام یقیناً دین فطرت ہے تو پھر مجھے کہنے دو کہ تم نے دین فطرت کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ (صلوات)

نسبت کا احترام

ضمناً ایک اور بات کہہ کر اپنے موضوع کی طرف آ جاؤں گا۔ آپ حضرات کو یاد ہوگا ۱۹۶۴ء میں ایوب خان کے دور میں یہاں لاہور کے اندر غلاف کعبہ تیار کیا گیا تھا۔ جب وہ غلاف کعبہ تیار ہو گیا تو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگوں نے وہاں جا کر زیارت کی اور پھر لوگوں کا تقاضا بڑھا کہ ہر بندہ لاہور نہیں جا سکتا۔ ایک سپیشل ٹرین کے ذریعے اسے بڑے بڑے شہروں میں گھمایا جائے تا کہ لوگوں کو زیارت کرائی جا سکے۔

چنانچہ حکومت نے یہ مطالبہ مان لیا، اور ایک سپیشل ٹرین چلائی گئی اور اس غلاف کعبہ کی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں کو زیارت کرائی گئی۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ وہ غلاف کعبہ یہیں رہ گیا تھا، اس کو کعبہ سے مس ہونے کا موقعہ بھی نہیں ملا تھا۔ اس دور میں مجھے یاد ہے کہ مولانا مودودی سے، مولانا مفتی محمود سے، اور اس قسم کے بڑے بڑے مولانا صاحبان سے لوگوں نے خطوں کے ذریعے اور اخباروں کے ذریعے۔ سوال کیے کہ جب یہ غلاف کعبہ بُنا گیا تو اس کی مشینری یہیں کی تھی، کپڑا بھی یہیں کا تھا، کپاس بھی یہیں کی تھی، کاریگر

بھی یہیں کے تھے خانہ کعبہ سے مس بھی نہیں ہوا تھا، تو یہ لائق احترام کیوں بن گیا؟ ۔ لوگ کیوں اسے بوسے دے رہے ہیں، جن کا ہاتھ نہیں پہنچتا وہ چھڑیاں لگا کے چھڑیوں کو چوم رہے ہیں، سلام کر رہے ہیں، احترام کر رہے ہیں، اکرام کر رہے ہیں؟ ۔

تو مولانا صاحبان نے جو متفقہ جواب دیا تھا اس کا لب لباب یہی ہے کہ یہ نہ دیکھو کہ کپڑا یہاں کا ہے، یہ نہ دیکھو کہ کپاس یہاں کی ہے، یہ نہ دیکھو کہ کاریگر یہاں کے ہیں، یہ نہ دیکھو کہ مشینری یہاں کی ہے، ہم تو اُس نسبت کو سلام کرتے ہیں جو اِس غلاف کو خانہ کعبہ کی طرف ہوگئی ہے ۔ تو اگر یہاں کا کپڑا، یہاں کی کپاس، یہاں کی کوئی چیز خانہ کعبہ کی طرف منسوب ہوجائے تو وہ لائق احترام بن جائے، لائق سلام بن جائے گی، لائق احترام بن جائے ۔ لیکن اگر کوئی گھوڑا سید الشہداءؑ کے راہوار کی طرف منسوب ہوجائے، اگر کوئی کپڑا امام کے تعزیہ مبارک کی طرف منسوب ہوجائے اگر کوئی علم، علم عباسؑ کی طرف منسوب ہوجائے تو وہ جلانے کے لائق کیوں بن جائے؟

ے　آپ ہی اپنے جور و جفا پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ تم یہ دیکھتے ہو کہ کپڑا یہاں کا ہے، اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کپڑے کو نسبت کس کی طرف ہے؟ ۔ یہ اپنی اپنی نگاہ کی بات ہے، اپنی اپنی سوچ کی بات ہے، اپنے اپنے زاویہ نظر کی بات ہے ۔ (صلوات)

لہٰذا آپ نے عقل سلیم کا فیصلہ سن لیا، عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی طرف رجوع کرنا عقلاً بھی قبیح ہے اور شرعاً بھی قبیح ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ اگر دو عالموں کے اندر اختلاف ہوجائے تو عالم کی بات چھوڑ کر اَعلم کی بات مقدم سمجھی جاتی ہے اگر دو ججوں کے فیصلے میں اختلاف ہوجائے تو چھوٹے جج کے فیصلے کو نظر انداز کر کے بڑے جج کا فیصلہ قابل قبول سمجھا جاتا ہے ۔اگر ڈاکٹروں کی رائے میں اِختلاف ہوجائے تو چھوٹے ڈاکٹر کی رائے اور تجویز کو چھوڑ کر بڑے ڈاکٹر کی رائے کو مقدم سمجھا جاتا ہے تو پتا چلا کہ فطرت انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ جب افضل موجود تو مفضول کو مسند پر بیٹھنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے ۔ (نعرہ)

رہنما کا انتخاب

اب آؤ اللہ کے قرآن کی طرف ایک آیہ مبارکہ پڑھ کر سناؤں کہ خالق اکبر اس سلسلہ میں کیا فرماتا ہے؟ فرماتا ہے: ۔

۔اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ (سورہ یونس آیت ۳۵)

اگر تمہارے سامنے دو دعویداران ہدایت موجود ہوں ایک کہے کہ میں تمہاری رہنمائی کروں گا، دوسرا کہے کہ میں تمہاری پیشوائی کروں گا، لیکن خالق فرماتا ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک ایسا ہے یہ دعویٰ تو کر رہا ہے دوسروں کو راستہ دکھانے کا، لیکن جب تک اور بندے اُسے سیدھا راستہ نہ دکھائیں اُس کو خود پتا نہیں ہے کہ راہِ راست کیا ہے؟ ۔اور ایک وہ ہے جو سیدھے راستے کو جانتا بھی ہے اور دوسروں کی راہنمائی بھی کرسکتا ہے تو تم ہی بتاؤ کہ رہنما کسے ماننا چاہیے؟ ۔اُس کو جو خود راستہ نہیں جانتا، یا اُس کو رہنما ماننا چاہیے جو راستہ جانتا ہے ۔

تمھیں کیا ہوگیا ہے تم سیدھے فیصلے نہیں کرتے، بلکہ ٹیڑھے فیصلے کرتے ہو۔
(صلوات)

یا یوں عرض کر دوں کہ اگر تمہارے سامنے دو دعویداران ہدایت، پیشوائی، رہنمائی، مقتدائی کے دو دعویدار موجود ہوں پر ایک کی حالت یہ ہے کہ کہتا ہے لوگو! اگر میں کبھی ٹیڑھا ہوجاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا، اشاروں میں بات عرض کر رہا ہوں، اگر میں کبھی ٹیڑھا ہوجاؤں، راہ راست سے بھٹکنے لگ جاؤں، تو للہ مجھے سیدھا کر دینا، ایک کی حالت تو یہ ہے اور دوسرا وہ ہے جو دُنیا کو پکار پکار کے کہہ رہا ہے:۔

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی فا نّی بطرق السّماء اعلم من طرق الارض

جو چاہو آ کر مجھ سے پوچھو کہ میں آسمان کے راستوں کو زمین کے راستوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ تو تم ہی بتاؤ کہ ہادی اُسے ماننا چاہیے یا اِسے ماننا چاہیے۔ (نعرہ)

عیسائیوں کا سوال

پرانے زمانے کی بات ہے کہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے ایک سوال کیا، (انگریزوں کے دور کی بات ہے) اور بڑے بڑے مسلمان علماء اُس کے جواب سے عاجز آ گئے۔ ہمارے ایک عالم و فاضل نے اُس کا جواب دے کر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کہیں جانا چاہتا ہو، اور اُسے راستہ معلوم نہ ہو، کہ جہاں جانا ہے ادھر کا راستہ کونسا ہے؟ وہ راستہ معلوم کرنا چاہتا ہو، اُسے دو آدمی مل جائیں ایک سویا ہوا ہو، اور دوسرا جاگ رہا ہو، مجھے بتاؤ کہ راستہ کس سے پوچھنا چاہیئے؟ ۔ جاگنے والے سے یا سوئے ہوئے آدمی سے؟

ان کا اشارہ جناب پیغمبر اسلامؐ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف تھا۔ وہ اس طریقے سے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے تھے۔ کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات حسرت آیات ہو چکی ہے۔ تم خود مسلمان بھی مانتے ہو۔ کہ آج سے چودہ سو سال پہلے پیغمبر اسلامؐ کا انتقال ہو گیا تھا۔

لہٰذا وہ اِس وقت دنیا میں نہیں ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ زندہ اور موجود ہیں۔

اب ایک آدمی جو چاہتا ہے کہ جنت میں جائے، راستہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ تو آیا اُس سے معلوم کرنا چاہیے جو سو چکا ہے؟ (سونے سے مراد وفات تھی) یا اُس سے پوچھنا چاہیے جو زندہ اور موجود ہے، جو جاگ رہا ہے؟

سب علماء یہاں آ کر حیران ہو جاتے ہیں اگر کہتے کہ سوئے ہوئے سے پوچھنا چاہیے۔ یہ تو غلط بات ہے کہ وہ تو سویا ہوا ہے جب اُسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں ہے تو دوسرے کو کیسے راستہ بتائے گا۔ لہٰذا لا محالہ کہنا پڑے گا کہ راستہ اُس سے پوچھنا چاہیئے جو بیدار ہے، جو موجود ہے، جو جاگ رہا ہے۔ لہٰذا علماء اسلام کو شکست ہو جاتی اور عیسائی خوشیاں مناتے۔

جب ہمارا ایک عالم پہنچا اُس نے کہا دیکھو تم کہتے ہو کہ وہ راستہ پوچھنا چاہتا ہے تو ایک سویا ہوا ہے، دوسرا جاگ رہا ہے تو تم کہتے ہو کہ جاگنے والے سے پوچھنا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ جاگنے والا تو خود انتظار کر رہا ہے کہ سونے والا کب جاگے گا اور میں اُس سے پوچھوں گا کہ جنت میں جانے کا راستہ کونسا ہے؟۔

(نعرہ)

افضل اور مفضول کا تقابل

کیونکہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کا مقام اِس قدر بلند و بالا ہے کہ اسلامی لٹریچر چھلک رہا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں کہ:۔

لَوْ اَدْرَكَ مُوْسٰی زَمَانِیْ لَاٰمَنَ بِیْ

اگر حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ یا حضرت عیسیٰؑ روح اللہ میرے دور میں ہوتے تو اُن کو بھی میری پیروی کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آتا۔ اس لیے آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کسی نبی کو اُس وقت تک نبوت ملی ہی نہیں جب تک انہوں نے اللہ کی وحدانیت کے ساتھ پیغمبر خاتمؐ کی ختم رسالت کا اقرار کیا نہیں ہے۔ اس لیے قانون قدرت یہی ہے آئین فطرت بھی یہی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو راستہ بتانے کا بھی کوئی حق نہیں ہے اس لیے خالق فرماتا ہے:۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورہ الزمر آیت ۹)

کیا جاننے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اگر ایک جاہل ہو دوسرا عالم تو یقیناً عقل سلیم بھی یہی کہے گی، قرآن کریم بھی یہی کہتا ہے کہ جاہل عالم کے برابر نہیں، تو عالم کو جاہل پر مقدم سمجھا جائے گا۔ اور اگر ایک صرف عالم ہو اور دوسرا ہو اعلم، اُس سے بڑا عالم تو ظاہر ہے کہ بڑا وہ کچھ جانتا ہے جو چھوٹا نہیں جانتا۔ تو یقیناً اعلم کے مقابلے میں عالم کو نظر انداز کر کے اعلم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ عقل سلیم کا فیصلہ بھی یہی ہے اور قرآن کریم کا بھی فیصلہ یہی ہے۔ (صلوات)

آؤ اب پیغمبر خاتمؐ کا فیصلہ بھی عرض کر دوں، آیا احادیث نبویہ، ارشادات رسول اللہ کیا کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی کتب فریقین میرے پیشِ نگاہ ہیں۔ پیغمبرؐ کی کتنی احادیث مبارکہ امامت وخلافت کے بارے میں ملتی ہیں جن سے پوری صحاح ستہ چھلک رہی ہیں۔ پیغمبرؐ نے بارہ ائمہ کا، بارہ اماموں کا، بارہ خلیفوں کا، بارہ جانشینوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:۔

کلھم من قریش

سب کے سب قوم قریش میں سے ہوں گے۔ اس لیے کہ کتب فریقین کے اندر موجود ہے خالق اکبر فرماتا ہے:۔

جب میں نے کائنات پیدا کی تو تمام قبائل سے بہتر میں نے بنی کنانہ کو پیدا کیا، پھر بنی کنانہ پر نظر ڈالی اُس میں سے میں نے قریش کو منتخب کیا، پھر قریش پر میں نے نظرِ انتخاب ڈالی اُس میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا۔ اس لیے پیغمبرؐ کی یہ حدیث علاوہ فضائل امام احمد ابن حنبل کے، صواعق محرقہ کے اندر بھی موجود ہے پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ اگر ایک طرف قریش ہوں اور دوسری طرف غیر قریش تو فرماتے ہیں:۔

قَدِّمُوْهُمْ وَلَا تُقَدَّمُوْهُمْ

ان کو آگے بڑھاؤ، اور ان سے آگے نہ بڑھو۔

تَعَلَّمُوْا مِنْهُمْ وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ

ان سے علم پڑھو، ان کو علم نہ پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ تم سے افضل ہیں۔ افضل کو پڑھایا نہیں جاتا، بلکہ افضل سے پڑھا جاتا ہے۔

ہدایت کا راستہ

حدیث ثقلین: مستند بھی ہے معتبر بھی ہے بلکہ متواتر بھی ہے، سب جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ:۔

انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلو بعدی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض

کہ تمہاری ہدایت کے لیے دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں، ایک

اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت اہل بیتؑ۔ فرمایا جب تک تم ایک ہاتھ میں دامن قرآن کو تھامے رہو گے اور دوسرے ہاتھ میں دامن اہل بیتؑ کو پکڑے رہو گے تو میں پیغمبرؐ ضمانت دیتا ہوں کہ اس وقت تک کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اور قرآن اور اہلبیتؑ میں بھی وہ رشتہ ہے، وہ گہرا تعلق ہے، وہ چولی و دامن کا تعلق ہے کہ جب تک حوض کوثر پر اکٹھے میری بارگاہ میں حاضر نہیں ہو جائیں گے نہ قرآن اہل بیتؑ سے جدا ہوگا اور نہ اہل بیتؑ قرآن سے الگ ہوں گے۔

یہاں تک تو حدیث سب سنتے رہتے ہیں لیکن میں نے متعدد روایتوں میں یہ تتمہ بھی ساتھ پڑھا ہے کہ پیغمبرؐ فرماتے ہیں خبردار قَدِّمُوْهُمْ ہر ہر شعبہ حیات میں میرے اہل بیتؑ کو آگے رکھنا، کبھی ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ تَہْلِكُوْا دین و دُنیا میں ہلاک ہو جاؤ گے، برباد ہو جاؤ گے۔ وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ خبردار ان کو علم نہ پڑھانا بلکہ تَعَلَّمُوْ مِنْهُمْ ان سے علم کے درس حاصل کرنا کیونکہ اِنَّهُمْ اَعْلَمُ مِنْكُمْ وہ ساری کائنات سے بڑے عالم ہیں، اُن سے علم حاصل کرنا انکو پڑھانے کی کوشش نہ کرنا۔ لہٰذا پیغمبرؐ نے بھی یہ فیصلہ کر دیا کہ جب قریش اور غیر قریش موجود ہوں تو قریش کو مقدم جاننا، اور جب قریش اور بنی ہاشم موجود ہوں تو بنی ہاشم کو ساری کائنات سے مقدم جاننا۔　　　(صلوات)

قانون قدرت

لہٰذا ماننا پڑتا ہے عقل سلیم کا فیصلہ بھی یہی ہے، قرآن کریم کا فیصلہ بھی یہی ہے، اور سید المرسلین ﷺ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو مقدم کرنا یہ عقلاً بھی قبیح ہے، شرعاً بھی قبیح ہے، قانوناً بھی قبیح ہے، رواجاً بھی قبیح ہے رسماً بھی قبیح ہے۔

لہٰذا خالق کبھی فعل قبیح کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اگر یقین نہ آئے تو میں دُنیا

کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ آدمؑ صفی اللہ سے شروع کرو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک چلے آؤ ہر نبی کے واقعات پڑھتے جاؤ، اُن کے اوصیاء کے حالات پڑھتے جاؤ، دُنیا مجھے ایک مثال دکھا دے کہ خالق نے فلاں کو نبی بنایا جب کہ اس افضل آدمی موجود تھا، خدا نے فلاں کو وصی بنایا حالانکہ اس سے کوئی اعلیٰ موجود تھا۔ لیکن اگر آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ ابن مریمؑ تک اللہ کا یہی قانون اور قاعدہ جاری نظر آئے گا، نافذ نظر آئے کہ ہمیشہ وہ منصب نبوت، عہدۂ رسالت اور منصبِ خلافت کے لیے افضل افراد کا انتخاب کرتا رہا ہے۔ تو

وَلَمْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا

توحسنینؑ کے نانا کے دور میں بھی اللہ کا قانون کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا اب بھی یہ ماننا پڑے گا کہ پیغمبر خاتمؐ کی مسند کے لیے، خلافت نبویہ کے لیے، کائنات کی امامت کے لیے، کائنات کی پیشوائی کے لیے، عالمین کی رہنمائی کے لیے اللہ اُن کو منتخب کرے گا جو ذات میں، صفات میں، علم میں، عمل میں، سخاوت میں، شجاعت میں، شہامت میں، عصمت میں، طہارت میں، معجزات میں، کرامات میں، کمالات میں ایسے یگانہ روزگار نظر آئیں گے کہ پوری کائنات میں کوئی اُن کا ہمسر نظر نہیں آئے گا۔ (نعرہ)

لہٰذا جب عقل بھی یہی کہتی ہے اگر عقل کو ٹھکرائیں گے تو بے عقل بن جائیں گے۔ اگر قرآن کے فیصلے کو جھٹلائیں گے تو دامن قرآن سے جدا ہو جائیں گے۔ اور اگر پیغمبر خاتمؐ کے ارشاد میں شک وشبہ کریں گے تو ان کا کلمہ چھوڑنا پڑے گا۔ لہٰذا سلامتی اسی بات میں ہے کہ اگر اہل عقل کہلانا ہے تو عقل کا فارمولا ماننا پڑے گا۔ اگر اہل قرآن بن کے جینا ہے تو قرآن کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔ اگر پیغمبرؐ کا اُمتی بننا ہے تو پیغمبرؐ کے فیصلے کے سامنے گردن کو جھکانا

پڑے گا۔ اس لیے خالق قرآن میں فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَن يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۔ (سورہ احزاب آیت ۳۶)

کہ میرا حبیبؐ! اعلان کردو کہ کسی مومن کہلانے والے مرد کو یا کسی مومنہ کہلانی والی عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اس کا مصطفیؐ کوئی فیصلہ کردے تو اُن کو چوں چراں کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بلکہ فرماتا ہے:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (سورہ نساء آیت ۶۵)

میرا حبیبؐ! مجھے تیرے پروردگار کی قسم، یعنی مجھے اپنی ذاتِ ذوالجلال کی قسم۔ کیا عجیب انداز ہے؟ بجائے اس کے فرماتا کہ مجھے اپنی ذات کی قسم کہتا ہے میرا حبیبؐ مجھے تیرے پروردگار کی قسم۔ یعنی مطلب وہی ہے مجھے اپنی ذات کی قسم۔ یا اللہ خیریت تو ہے، اپنی ذات کی کیوں قسمیں کھا رہا ہے۔ خالق فرماتا ہے اس لیے کہ بات بڑی اہم ہے لَا يُؤْمِنُونَ یہ ایمان کے دعویدار ہرگز مومن نہیں بن سکتے:

حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

جب تک اپنے تمام جھگڑوں میں، اپنے تمام تنازعات میں، اپنے تمام مقدمات میں تجھے اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم نہ کرلیں۔

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾

اور پھر آپؐ ان کا جو فیصلہ کردیں اُس فیصلہ پر چوں چراں کرنا تو بجائے خود، این آں کرنا تو بجائے خود، زبان اعتراض دراز کرنا تو بجائے خود وہ دل میں بھی کوئی تکلیف محسوس نہ کریں، کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔ کہ پیغمبرؐ نے یہ فیصلہ کس طرح کیا ہے؟ بلکہ اگر مومن بننا ہے تو تیرے ہر فیصلے کے سامنے گردن کو جھکانا

پڑے گا اور اس طرح تسلیم کرنا پڑے گا جس طرح تسلیم کرنے کا حق ہے۔
(صلوات)

پیغمبرؐ کا دستور حیات

پیغمبرؐ کی زندگی کا جائزہ لے لو پیغمبرؐ کا دستور تھا کہ جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تھے، کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے، کسی کاروبار کے سلسلے میں باہر تشریف لے جاتے تو جو سب سے افضل ہوتا تھا اس کو اپنا قائم مقام مدینے میں بنا کر جاتے تھے۔ اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ جب جنگ تبوک میں پیغمبرؐ تشریف لے جا رہے تھے اور جناب امیرالمومنینؑ کو اپنا قائم مقام بنا کے تشریف لے گئے تو کچھ منافقوں نے زبانِ اعتراض دراز کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بچوں اور عورتوں کی نگہبانی حوالے کی ہے۔ اُن کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کے جا رہے ہیں، حالانکہ مردوں کا کام تو میدان میں جا کر لڑنا ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نبوت سے جانتے تھے کہ جنگ تبوک میں لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور واقعہ بھی یہی ہے ادھر سے پیغمبرؐ تشریف لے گئے وہاں جا کر پتا چلا کہ دشمن کا کوئی نام و نشان بھی میدان میں نہیں تھا اس لیے جب اِن کو چھوڑ کر جانے لگے تو جناب امیرؑ نے بھی کہا یا رسولؐ اللہ! لوگ اس قسم کی باتیں بنا رہے ہیں تو پیغمبرؐ نے اپنی مستند و معتبر اور مشہور عالم حدیث اسی موقع پر ارشاد فرمائی تھی کہ:۔

یَا عَلِیُّ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی، اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

یا علیؑ! کیا آپ اس بات پہ راضی نہیں ہیں کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہو

جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی ۔ فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔ اگر جناب موسیٰؑ کوہ طور پر تشریف لے جاتے ہوئے حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بنا جاتے ہیں اور یہ اس بات کی روشن دلیل تھی کہ حضرت موسیٰؑ کی نگاہوں میں پوری اُمت کے اندر ہارونؑ کے برابر کوئی قابل نہیں تھا ۔

تو پھر ماننا پڑے گا کہ جب پیغمبر اسلامؐ جنگ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حیدر کرار کو اپنا جانشین بنا جانا اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ نبیؐ کی نظر میں پورے عالمین کے اندر علیؑ کا کوئی ہمسر اور ثانی نہیں تھا ۔

(نعرہ)

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ امام اور جانشین رسول کو (جتنی اب تک میں نے شرطیں گزشتہ مجلس میں عرض کی ہیں) ۔

☆ عالم علم لدنی ہونا ضروری ہے امام اور جانشین رسول کے لیے ۔

☆ کل عرض کیا تھا کہ ساری دُنیا سے بڑھ کر بہادر ہونا لازمی ہے ۔

☆ جانشین رسول کے لیے، عرض کیا تھا کہ گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے کائنات کے ہادی اور رہنما کے لیے ۔

☆ عرض کیا تھا کہ صاحب معجزہ ہونا ضروری ہے پیغمبرؐ کے جانشین کے لیے ۔

تو آج میں نے اجمالاً عرض کر دیا ہے کہ خاندان کو بھی فضیلت میں دخل ہوتا ہے کیونکہ ایک نسب ہوتا ہے ۔ اور ایک حسب (حسب کہتے ہیں ذاتی کمالات کو، اور نسب کہتے ہیں خاندانی صفات اور بلند اوصاف کو) لہٰذا ذاتی صفات ہوں یا خاندانی کمالات یا خاندانی صفات ہر لحاظ سے مطلقاً پیغمبرؐ کے جانشین کے لیے، کائنات کے ہادی و رہنما کے لیے، علی الاطلاق ہر اعتبار سے افضل، اعلیٰ، اشرف اور اکمل ہونا ضروری ہے ۔ کبھی افضل کی موجودگی میں غیر

افضل پیغمبرؐ کی مسند پر قدم رکھنے کا روادار نہیں ہے۔ (صلوات)

آج میں قطعاً یہ عرض نہیں کروں گا کہ یہ صفات کس میں پائی جاتی ہیں اور کون ان سے عاری نظر آتا ہے؟۔ اس معیار پر کون پورا اترتا ہے اور کون ادھورا نظر آتا ہے؟۔ کون اس میزان پر کامل اترتا ہے اور کون ناقص نظر آتا ہے؟۔ میں ناقصوں کا ذکر ہی نہیں کروں گا، میں صرف ان کا ذکر کروں گا جو اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ جب پورے اترنے والوں کا تعارف ہوجائے گا تو دوسرا فریق خودبخود سامنے آجائے گا۔ (صلوات)

انشاء اللہ کل سے سلسلہ کلام ادھر موڑا جائے گا کہ یہ شرائط امامت، یہ صفات خلافت، یہ ملکاتِ ولایت و وراثت جو کسی پیغمبر کے جانشین کے لیے، کسی پیغمبر کے قائم مقام کے لیے، کسی کائنات کے ہادی و امام کے لیے ازبس ضروری ہیں۔ آیا اس قرآنی اور عقلی معیار پر ان دعویداران خلافت و امامت میں سے کون پورا اترتا ہے اور کون پورا نہیں اُترتا؟۔ آپ جانتے ہیں کہ مسائل عقل سے حل ہوتے ہیں، مسائل قرآن سے حل ہوتے ہیں، مسائل نبی کے فرمان سے حل ہوتے ہیں۔ خالق اکبر فرماتا ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (سورہ نساء آیت ۵۹)

اگر کسی بات میں جھگڑا ہوجائے تو فیصلہ قرآن سے کراؤ، خدا سے کراؤ اور مصطفیٰؐ سے کراؤ۔ لاٹھیاں چلانے سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔ کفر کے فتوے لگانے سے مسائل حل نہیں ہوتے، لڑائی جھگڑے سے مسائل الجھتے تو ہیں لیکن سلجھتے نہیں ہیں، دنگا و فساد کرنے سے مسئلے حل نہیں ہوتے، قتل و قتال سے اور جنگ و جدال سے کبھی مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مزید الجھ جاتے ہیں۔

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسئلۂ خلافت واضح ہوجائے، مسئلہ امامت

روشن ہو جائے، حق اور باطل کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فیصلہ ہو جائے تو جو کچھ حقائق تھے، وہ فارمولے، وہ کلیے، وہ ضابطے میں نے عرض کر دیئے۔ اب ان میں تو کسی کو کوئی کلام کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس قرآنی اور عقلی معیار پر کون پورا اترتا ہے؟۔ وہاں بھی تعصب کی عینک اتار کر، عناد کا دامن چھوڑ کر، باپ دادے کی تقلید کا پٹہ توڑ کر، اللہ کے قرآن، نبی کے فرمان، تاریخ اسلام اور بزرگوں کے کلام کی روشنی میں جائزہ لینا پڑے گا کہ اس معیار پر پورا کون اترتا ہے اور ادھورا کون نظر آتا ہے؟۔　　　(صلوات)

انشاء اللہ اگر اسی طرح آپ توجہ کے ساتھ اور انصاف کے ساتھ سنیں گے تو انشاء اللہ روزِ روشن کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حقائق روشن ہو جائیں گے، الم نشرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی ان میں خلاء باقی نہیں رہے گا۔

آج میں صرف اتنا اشارتاً کہتا ہوں کہ تفصیلات کا انتظار فرمائیں کہ جس دن دُنیا ان شرطوں کے ساتھ یعنی تعصب کی عینک اتار کر، عناد کے دامن کو چھوڑ کر اور بزرگوں کی اندھی تقلید کا پٹا توڑ کر بے لاگ نگاہوں سے اللہ کے قرآن کا، نبی کے فرمان کا، بزرگان دین کے کلام کا اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ روز روشن سے زیادہ یہ حقیقت ان پر روشن ہو جائے گی کہ اس قرآنی معیار پر اگر کوئی پورا اُترتا ہے، اگر کوئی ایسی ہستیاں ہیں جو اِس میزان پہ پوری اُترتی ہیں تو یا علیؑ پورا اُتریں گے یا اولاد علیؑ میں سے گیارہ امام پورا اتریں گے کوئی غیر پورا نہیں اُترے گا۔　　　(نعرہ)

مصائب

افسوس اِس بے قدر دُنیا نے کسی دور میں بھی اہلِ قدر کی قدر نہیں کی ۔

ے　　ہر دور میں ہوتی رہی طاقت کی پرستش
　　ہر دور یزیدوں کا طرف دار رہا ہے

ویکبرون بان قتلت وانما　　　قتلوا بك التکبیر والتهلیلا

شاعر کہتا ہے اے حسینؑ! یہ نابکار اُمت تجھے شہید کر کے نعرۂ تکبیر بلند کر رہی ہے ۔ انہیں کون بتائے، انہیں کون سمجھائے کہ انہوں نے تجھے شہید کر کے اصل میں تکبیر کو ذبح کر دیا ہے ۔ اگر دُنیا اہلِ قدر کی قدر کرتی تو آج کربلا والے، رسولؐ کے خاندان والے، قرآن کے وارث، اسلام کے وارث، شریعت کے وارث، دین کے وارث آج اِس بے کسی کے ساتھ کربلا کے میدان میں گھرے ہوئے نظر نہ آتے ۔

آج چوتھی ماہ محرم ہے پانچویں کی رات داخل ہو رہی ہے، اسی ماہ کی دو تاریخ کو کربلا کو کربلائے معلّٰی بنانے والے، کربلا کی زمین میں رحلِ اقامت ڈال چکے تھے ۔ تاریخ کربلا طویل ہے سولہ منزلیں مکّے سے لے کر کربلا تک علمائے و مؤرخین نے بیان کی ہیں ۔ سولھویں منزل کا نام "منزل نینوا" ہے ۔ جب امامؑ کا قافلہ بمقام نینوا پہنچا جس کے اردگرد تین چار مشہور بستیاں تھیں ۔ غادریہ، نینوا وغیرہ ۔ تو اِس وقت جب امامؑ وہاں پہنچے، اِدھر کوفہ کا ایک قاصد حُر کے پاس پہنچا ۔ اُس نے ابن زیاد بدنہاد کا ایک خط حُر کے حوالے کیا ۔ حُر نے پڑھا، امامؑ کو خط کا مضمون سنایا ۔

اُس کا لب لباب یہ تھا کہ حُر جب تیرے پاس میرا قاصد میرا خط لے کر پہنچ جائے، تو حسینؑ کو وہیں مجبور کر دو، بے آب و گیاہ جگہ پر رحلِ اِقامت ڈال

دے۔ کسی پانی کے کنارے، کسی سرسبز جگہ پر اُن کو اقامت کرنے کی اجازت نہ دو اور پھر اُن پر یزید کی بیعت پیش کرو۔ اگر وہ مان جائیں تو فبہا ورنہ اُن کو شہید کر دو۔

چنانچہ جب یہ خط حُر کو ملا، حُر نے خط امامؑ کی خدمت میں پیش کیا، کہنے لگا فرزندرسولؐ اب میں مجبور ہوں، میں آپ کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ امامؑ نے فرمایا نہیں۔ تھوڑی سی اتنی اجازت دے دو کہ میں ذرا چند منزلیں اور طے کر لوں یا تھوڑا سا اور آگے چل لوں۔ اُس نے مجبوراً کچھ چلنے کی اجازت دی۔ تھوڑے سے فاصلے پر منزل کربلا تھی۔

جب امامؑ کی سواری میدان کربلا میں پہنچی تو حُر سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا مولاؑ میں اب آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ ابن زیاد کا قاصد ہمراہ ہے وہ میرے سارے حرکات وسکنات کو نوٹ کر رہا ہے۔ حاکم کے حکم کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ امامؑ نے اتنا پوچھا کہ:۔ مَا اسم ھٰذہ الارض اس جگہ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا گیا مولاؑ اِسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ امامؑ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا:۔

اللّٰھم انی اعوذبك من الکرب و البلاء

پالنے والے میں کرب اور بلا سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا یہیں رحل اقامت ڈال دو، اونٹوں کو بٹھا دو، سامان کو اُتار دو۔

ھاھنا محط رحالنا

میرے جدامجد نے مجھے یہی خبر دی تھی کہ ہمارے سامان یہیں اُتارے جائیں گے۔

ومسفك دمائنا

ہمارے خون ناحق یہیں بہائے جائیں گے۔

وھاھنا محل قبورنا

اور ہماری قبریں یہیں بنائی جائیں گی، ہماری بہنوں، بیٹیوں کو قید یہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ حکم امامؑ کی تعمیل کرتے ہوئے رحل اقامت ڈال دیئے گئے، اونٹ بٹھا دیئے گئے، پردیان عصمت وطہارت کو اُتار لیا گیا، خیمے نصب کر لیے گئے۔ کربلا کی زمین پر پہنچنے کے بعد یہ تحقیقی روایت ہے کہ پہلی مجلس جو امام حسینؑ پڑھی گئی کربلا کے میدان میں اُس کے پڑھنے والے خود سید الشہداءؑ تھے اور سننے والے آلِ عباؑ تھے۔

امامؑ نے حکم دیا کہ میرے بیٹوں کو، میرے بھائیوں کو، میری بہنوں اور بیٹیوں کو، میرے بھانجوں اور بھتیجوں کو اکٹھا کیا جائے۔ جب سارا خاندان رسالت امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو:۔

نظر الیھم ساعۃ

ایک گھنٹے تک برابر امامؑ اپنے بچوں، اپنی بہنوں، اپنی بیٹیوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھتیجوں، اپنے بھانجوں پر نظر ڈالتے رہے۔ ایک گھنٹے کے بعد زار و قطار رونا شروع کر دیا اور ہاتھ دُعا کے لئے بلند کیے:۔

اللّٰھم انا عترت نبیك محمدؐ

پالنے والے گواہ رہنا ہم تیرے نبی محمدؐ کی عترت ہیں:۔

وقد اخرجنا وطردنا وازعجنا عن حرم جدنا وتعدت بنو امیۃ علینا

کہ ہمیں رسولؐ کے روضے سے جدا کر دیا گیا ہے، ہمیں اپنے وطن سے جدا کر دیا گیا ہے اور بنی اُمیہ نے ہم پہ ظلم و ستم ڈھایا ہے۔

پالنے والے! تو گواہ رہنا (اب روایت میں تو نہیں ملتا یہ علماء کا اپنا استنباط ہے) کہ امامؑ نے ایک گھنٹے تک اپنی اولاد، اپنے بھائیوں اور بھتیجوں پر کیوں نظر کی؟ اور پھر کیوں روئے؟

علماء کہتے ہیں امامؑ سوچ رہے تھے کہ اِس وقت تو میرا سارا باغ ہرا بھرا ہے، میرا خاندان زندہ و موجود ہے لیکن وہ علم امامت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک ہفتے کے بعد جب عاشورہ کا قیامت خیز دن اُبھرے گا نہ اکبرؑ کی جوانی رہے گی، نہ میرے بھائی عباسؑ کے بازو سلامت رہیں گے، نہ میرے اصغر کا گلا سلامت رہے گا، نہ میری بہنوں، بیٹیوں کے سر پر چادر رہے گی۔ اس لیے سارا خاندان قربان کر دیا جائے گا۔ ظالم اِن کو شہید کر دیں گے۔ میری بہنوں، بیٹیوں کی چادریں اُتار کر ظالم لے جائیں گے۔

وہ گھڑی قیامت سے کم نہیں تھی جب تک امامؑ کا ایک صحابی بھی زندہ رہا بنی ہاشم کی قربانیوں کی نوبت نہیں آئی۔ اور جب تک ایک بھی بنی ہاشم کا جوان زندہ رہا کسی ظالم کو خیامِ حسینی کی طرف میلی نظر اُٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں ہو سکی۔

لیکن میں دیکھ رہا ہوں جب روز عاشورہ کی عصر کا وقت داخل ہو گا۔ نہ اکبرؑ ہے نہ عباسؑ ہے نہ کثرت الناس ہے۔ نہ اکبر نظر آئیں گے نہ عباسؑ۔ جب سارے جام شہادت پی کے دُنیا سے گذر جائیں گے تو وہ گھڑی قیامت سے کم نہیں تھی کہ جب ظالم پکار رہے تھے:۔

ے لوٹو تبرکات علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آلِ رسولؐ کو

اے کاش! قیامت کبریٰ قائم ہو جاتی، دُنیا تباہ و برباد ہو جاتی، پر آلِ محمدؐ

کے خیموں کو نہ لوٹا جاتا، آگ نہ لگائی جاتی اور بیبیاں بے ردا باہر نہ آتیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

چوتھی مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

اثباتِ امامت

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

(سورہ البقرہ) (صلوات)

ارشادِ ربّ العزت ہے کہ یاد کرو اس وقت کو جب خداوند عالم نے اپنے بندۂ خاص اِبراہیم خلیل اللہؑ کا اِمتحان چند کلمات کے ساتھ لیا تھا، اور وہ جب اس امتحان میں کامیاب وکامران ہو گئے تو ارشادِ پروردگار ہوا: "اے میرے خلیلؑ! میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں"۔

یہ خوشخبری سُن کر جنابِ خلیلؑ نے التجا کی کہ اے ربّ العالمین! میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدۂ جلیلہ میری اولاد میں بھی برقرار رہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوا: جو تیری اولاد میں سے ظالم ہوں گے، گناہگار ہوں گے، ان تک عہدۂ امامت نہیں پہنچ سکے گا۔ (صلوات)

کیونکہ میں سلسلۂ امامت، ولایت اور وصایت، ہدایت کے بارے میں

کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ کیونکہ میں دو چار لفظ پڑھ کے آیا ہوں ۔ لیکن مجھے بھی یقین ہے کہ میں اس کی تکمیل نہیں کرسکوں گا ۔ اس لیے آپ حضرات اپنے حسنِ ظن کی بنا پر گمان کرتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں، چونکہ میں چار لفظ پڑھا ہوا ہوں کہ میں معرفتِ امامت کے بارے میں وہ دریا بہا دوں گا تو لوگوں کو بہا کے لے جائے گا ۔

لیکن میں اتنا جانتا ہوں اور اپنے علم و دانش کے مطابق میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ میں نے اللہ کے قرآن سے، اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے حاصل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک ہے معرفت اجمالی، اور ایک ہے معرفت تفصیلی ۔

اگر آپ کی مراد معرفت علیؑ اور اولاد علیؑ سے یہ ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد ان کی مسند کا وارث علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہے ۔

اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد کائنات ارضی و سماوی کا ہادی و رہنما علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہے ۔

اگر آپ کا مقصد یہی ہے کہ اس معرفت امامت سے پیغمبر اسلامؐ کے بعد علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا پیشوا اور رہنما کوئی اور نہیں ہے ۔

اگر آپ کا مقصد یہی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد اللہ کے بنائے ہوئے اور نبیؐ کے بتائے ہوئے امام علیؑ اور اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہیں ۔

اور ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کے مومن بننے کے لیے اتنا ہی اجمالی عقیدہ کافی ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ وَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، حسنینؑ کا نانا، اللہ کا آخری

پیغمبر ہے۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہے، اور حیدرِ کرارؑ اللہ کے ولی ہیں۔ اور پیغمبرؐ کے بلا فصل وصی ہیں، اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔ ان کی ولایت، ان کی وصایت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (نعرہ)

آسان اور عام فہم عقیدہ

یہ اجمالی معرفت اور عقیدہ ایسا آسان ہے کہ آپ بھی سمجھ سکتے ہیں، میں بھی سمجھ سکتا ہوں، عالم بھی سمجھ سکتے ہیں، آن پڑھ بھی سمجھ سکتے ہیں، مرد بھی سمجھ سکتے ہیں اور عورتیں بھی سمجھ سکتی ہیں اور بوڑھے بھی سمجھ سکتے ہیں، بچے بھی سمجھ سکتے ہیں اور جوان بھی۔

اور اگر آپ کی مراد اور مقصد یہ ہے کہ ہم حیدرِ کرارؑ اور اُن کی عترت اطہارؑ کو اس طرح سمجھیں، اس طرح پہچانیں کہ جو مقام اور جو شان خالقِ دو جہان نے ان کو عطا کی ہے، اس کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔ اس کی اصل تک پہنچ جائیں۔ اس کی پوری ماہیت کو سمجھ جائیں، تو خالق نے مصطفیٰؐ کے سوا کائنات میں کوئی ایسی ہستی پیدا ہی نہیں کی، جو علیؑ اور اولادِ علیؑ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے۔ آؤ میں اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کروں کہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کی اصل حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق کے اختیار کی بات نہیں ہے۔ میرے پاس پیغمبر خاتمؐ کا فرمان ہے، خود حیدرِ کرارؑ کا ارشاد ہے، ان کی اولادِ امجادؑ کے فرمودات ہیں۔

پیغمبرِ اسلامؐ کا فرمان ذی شان

پیغمبر صلعم کا مشہورِ عالم فرمان ہے کہ:

"یَا عَلِیُّ علیہ السلام! مَا عَرَفَ اللّٰہَ اِلَّا اَنَا وَ اَنْتَ وَ مَا عَرَفَنِیْ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنْتَ وَ مَا عَرَفَکَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَا"۔

یاعلیؑ! جس طرح خالق و مالک کو پہچاننے کا حق ہے، یا میں نے پہچانا ہے یا تو نے پہچانا ہے، کوئی اور خدا کو پہچان ہی نہیں سکا۔

یاعلیؑ! جس طرح مجھے پہچاننے کا حق ہے، یا میرے خالق نے مجھے پہچانا ہے، یا تُو نے پہچانا ہے۔ کوئی اور میری حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔

اور یاعلیؑ! جس طرح تیری حقیقت اور تیری اصلیت کو پہچاننے کا حق ہے، یا میرا خالق پہچانتا ہے، یا میں مصطفیٰؐ پہچانتا ہوں۔ اور کوئی مائی کا لال تیری اصلیت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ (نعرہ)

تو اگر آپ پیغمبر خاتم الانبیاء صلعم کو پیغمبر اِسلامؐ جانتے ہیں، ان کو "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ" (نجم:۳) کا مصداق مانتے ہیں، اگر ان کو معصوم عن الخطا جانتے ہیں اور عصمتِ کبریٰ کا تاجدار مانتے ہیں، تو پھر ان کے فرمان واجب الاذعان کو ماننا پڑے گا۔ جب وہ فرمارہے ہیں کہ میرے اور میرے خالق کے علاوہ شانِ مرتضیٰؑ کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ آپ ہی بتائیں کہ آپ خدا ہیں یا مصطفیٰؐ ہیں؟

اور جہاں تک کہ خود مولا علیؑ کے فرمان کا تعلق ہے، نہج البلاغہ کی پہلی جلد اور چوتھا پانچواں خطبہ جسے خطبۂ شقشقیہ کہتے ہیں۔ اور جس میں مولا علیؑ نے اپنی امامت کا دعویٰ فرمایا ہے۔ اپنے مخالفوں کو باطل پر ٹھہرایا ہے، اور اپنے فضائل کا ایک شمہ بیان فرمایا ہے، اپنے مخالفین کی طرف ایک اشارہ فرمایا ہے کہ پیغمبر خاتم ﷺ کے بعد ان کو کس طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا؟ اور کس طرح ان کا حق خلافت چھینا گیا، ان حقائق کے چہرے سے پردہ مولا نے اٹھایا ہے۔ مولا ایک جملہ فرماتے ہیں:

شانِ امامت کے متعلق خود مولا علی علیہ السلام کا فرمان

لَا یَرْقٰی اِلَیَّ الطَّیْرُ وَیَنْحَدِرُ عَنِّی السَّیْلُ

کہ میں علیؑ کے بارے میں باتیں بنانے والو! تمھیں کیا پتا کہ مقامِ مرتضیٰ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ تم اپنی جگہ بیٹھ کر اپنے اپنے اندازوں کے مطابق اپنے اپنے زاویۂ خیال کے مطابق، اپنی اپنی سوچوں کے انداز کے مطابق میرا مقام معین کرتے ہو۔ کوئی کہتا ہے علیؑ اس طرح ہیں، کوئی کہتا ہے علیؑ اُس طرح ہیں۔ فرماتے ہیں: مجھے اس خالق کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مَیں علیؑ کی جان ہے کہ تمہاری عقلوں کا پرندہ جس قدر بلندیوں پر چاہے اُڑے، جس قدر چاہے میرے مقام کو سمجھنا چاہے۔

فرماتے ہیں:

تمہاری عقلوں کے پرندے کے پر جل جائیں گے۔ زمین پر گر پڑے گا، لیکن حسنینؑ کے باباؑ کی عظمت کو بھی چھو بھی نہیں سکے گا۔ (نعرہ)

پیغمبرؐ کا بیان، پہلے سُن لیا، اب مولا علیؑ کا اِرشاد بھی سُن لیا۔ وہ بھی فرماتے ہیں کہ تمہاری عقلوں کو اس قدر طاقت ہی نہیں، تمہاری فہموں میں اس قدر اِستطاعت ہی نہیں ہے، تمہاری عقل و خرد میں اس قدر وسعت اور پہنائی ہی نہیں ہے کہ علیؑ کی شان کو سمجھ سکے۔ اور میرے مقام کو پا سکے۔

امام حسین علیہ السلام کا فرمانِ عالی شان

اب آؤ اسی مولا علیؑ کے شہزادے امام حسین علیہ السلام کا فرمان بھی سنا دوں۔ (نعرہ)

ایک بار تین آدمی امام حسینؑ کی امامت کے دور میں حاضر ہوئے۔ آ کر اِلتجا کی کہ مولا! ہم چاہتے ہیں کہ شانِ امام بزمانِ امام، حقیقتِ امامت بر زبانِ

امامت سننا چاہتے ہیں۔

امام عالی مقامؑ نے تینوں آدمیوں کے چہروں پر نظر ڈالی، سر سے لے کر پاؤں تک ان کا جائزہ لیا۔ پھر فرمایا کہ تم میں مقامِ امامت سننے اور سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔

اب وہ کہتے ہیں کہ ضرور کچھ ارشاد فرمائیں۔

مولا فرماتے ہیں: تم سمجھ ہی نہیں سکتے۔

جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا، تو امامؑ نے دو آدمیوں کو اٹھا دیا، جو ان میں سے زیادہ صاحبِ علم تھا، جو زیادہ صاحبِ عقل تھا، جو زیادہ صاحبِ معرفت تھا، امام نے فرمایا: تُو ہی بیٹھ جا، باقیوں کو اٹھا دیا، وہ چلے گئے۔ اب امام عالی مقامؑ نے اس بندے کو خطاب کر کے مقامِ امامت بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس روایت کے راوی صادق آلِ محمدؑ ہیں۔

صادق آلِ محمدﷺ کی وضاحت

علامہ مجلسیؒ نے بحار کی ساتویں جلد میں، علامہ ابوالحسن شریف نے مرآۃ الانوار میں اور علامہ شیخ علی اکبر نہاوندی نے اپنی کتاب مواہب الانوار میں، مولانا سید مہدی عراقی نے اپنی کتاب "مصابیح الانوار" میں یہ واقعہ درج کیا ہے۔ ایک سننے والا اور امام سنانے والے، فرماتے ہیں کہ جب امام نے شانِ امامت بیان کرنا شروع کی تو سننے والے نے مخبوط الحواسی شروع کی۔ امام بیان کرتے جاتے ہیں، اس کی حیرانگی بڑھتی جاتی ہے، اس کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے، امام کا کلام بڑھتا جاتا ہے، اس کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے، حتیٰ کہ صادق آلِ محمدؑ کے لفظ یہ ہیں کہ:

"مَا تَمَّ کَلَامُ الْحُسَیْنِؑ فَذَهَبَ طَآئِرُ عَقْلِهٖ"

ابھی شانِ امامت کے بارے میں اقلیم امامت کے تیسرے تاج دار حسینؑ بن علیؑ کا کلام ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ سننے والے کی عقل کا پرندہ پرواز کر گیا۔ یعنی وہ پاگل ہوگیا۔ حواس کھو بیٹھا، دیوانہ ہو گیا، یعنی احکام شریعت کی پابندی ختم ہوگئی۔

جب آدمی مکلّف نہ رہے اور جب آدمی پاگل ہوجائے تو تکلیف شریعت ختم ہوجاتی ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں:

"اَدْرَكَتْهُ رَحْمَةُ اللّٰهِ... الخ"

اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہوگئی کہ وہ دیوانہ ہوگیا، وہ پاگل ہوگیا اور شریعت کی تکلیف ختم ہوگئی۔ اگر وہ ہوش میں رہتا تو خالق کی توحید کا دامن چھوڑ کے کافر بن جاتا۔ (نعرہ)

اب تین معصومینؑ کے فرمان میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیے۔ پیغمبرؐ کا فرمان، مولا علیؑ کا فرمان، سید الثقلین امام حسینؑ کا فرمان۔

جب معصومؑ خود فرماتے ہیں کہ ہماری صلاحیت، ہماری واقعیت، ہماری اصل ماہیت کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا، تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ میں ان کی اصلیت کو سمجھتا ہوں، میں ان کی حقیقت کو سمجھتا ہوں، میں ان کی ماہیت کو سمجھتا ہوں۔ تو سننے والوں کو، پبلک کو فیصلہ کرنا پڑے گا، آیا پیغمبرؐ کے فرمان کو سچا مانیں، علیؑ مرتضیٰ کے کلام کو سچا مانیں، حسینؑ کے ارشاد کو سچا مانیں، یا اس دعویدار کو سچا مانیں؟۔

مجھے یقین ہے کہ کوئی جتنا بھی کمزور ایمان کا مالک کیوں نہ ہو، وہ خدا کے مقابلے میں اور مصطفیؐ کے مقابلے میں، وہ مرتضیٰؑ کے مقابلے میں، وہ سید الشہداءؑ

کے مقابلے میں عام اِنسان تو کجا جبرائیلؑ کی بات کو بھی ماننے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوگا۔

جھگڑالو مولوی اور ذاکر کیا کہتے ہیں

تو پھر جب خدا اور مصطفیٰؐ، مُرتضیٰؑ اور سید الشہداءؑ اور صادق آلِ عباؑ کا فرمان ہے کہ ہماری اصلیت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن آج مولوی الگ جھگڑ رہے ہیں۔

① ایک مولوی کہتا ہے کہ جتنا میں مولا علیؑ کو جانتا ہوں، اتنا دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

② دوسرا کہتا ہے جتنا میں مولاؑ کی شان کو پہچانتا ہوں، اتنا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ مولوی الگ جھگڑ رہے ہیں۔

③ پھر ذاکر میدان میں آجاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جتنا ہمیں مولا علیؑ کی معرفت ہے اتنا عالم بھی سمجھ نہیں سکتے۔

④ پھر بھنگ پینے والے ملنگ میدان میں آجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علماء کیا جانیں کہ شانِ مُرتضیٰؑ کیا ہے؟ ذاکر کیا سمجھیں کہ مقامِ کبریا، اور مقامِ مُرتضیٰؑ کیا ہے؟ یہ تو ہم سے پوچھو۔ جب ہم بھنگ کا دورہ پی لیتے ہیں تو ملکوت پار کر جاتے ہیں، ہم بہتر جانتے ہیں کہ شانِ مُرتضیٰؑ کیا ہے؟

تو میں کہتا ہوں کہ یہ اپنے اپنے خیالات کی بات ہے۔ کوئی کہتا ہے میں زیادہ سمجھتا ہوں، جنھوں نے سمجھانا تھا، جب انھوں نے حقیقت کے چہرے سے نقاب نہیں اٹھایا ہی نہیں تو یہ کیسے سمجھ گئے کہ شانِ مرتضیٰؑ کیا ہے؟ (نعرہ)

جنگِ خیبر کا ایک واقعہ

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں، پیغمبرؐ جنگِ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے، حیدرِ کرارؑ وہ کارہائے نمایاں، محیر العقول کارنامے، وہ دین خدا

کے پھیلانے کے لیے، کفر کو مٹانے کے لیے، اسلام کا جھنڈا کائنات میں لہرانے کے لیے اور دنیا کے کافروں کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لیے حسنینؑ کے باپؑ نے ایسے نمایاں کام انجام دیے کہ پیغمبر اسلامؐ خوش ہوکر فرماتے ہیں کہ:

"یا علیؑ! (اس روایت کو سنیوں کے عالم نے ینابیع المودّت میں لکھا ہے اور ہمارے شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب "ارشاد شیخ مفیدؒ" میں درج کیا ہے)

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

"یَا عَلِیُّ لَوْ اَنِّیْ اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اَنْ تَقُوْلَ فِیْكَ مَا قَالَتِ النَّصَارٰی فِیْ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ"

یا علیؑ! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میری امت کے کچھ لوگ تیرے بارے میں وہ بات نہ کہہ دیں گے، جو عیسائیوں نے حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں کہی تھی۔

اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کچھ لوگ گمراہ ہوکر تجھے خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنے لگ جائیں گے، اگر مجھے اپنی امت کے کافر ہونے، مشرک ہونے کا خطرہ نہ ہوتا، تو آج میرا دل چاہتا تھا کہ: یا علیؑ! میں تیرے کچھ ایسے فضائل، کچھ ایسے مناقب، کچھ ایسے مناہل بیان کر جاتا کہ ان فضائل کے سننے کے بعد تیرا جس بزم میں ورود ہوجاتا، اور جہاں تو قدم رکھتا، دنیا تیری خاکِ قدم کو آنکھوں کا سرمہ بناتی ہوئی نظر آتی۔　　(نعرہ)

پیغمبرؐ نے بھی وہ مخصوص فضائل علیؑ جو آپ علیؑ کے بارے میں جانتے تھے، وہ بیان نہیں کیے کہ کہیں دنیا توحید کا دامن چھوڑ کر علیؑ کو معبود نہ سمجھ بیٹھے۔ مخلوق کو خالق، عابد کو معبود، اور ساجد کو مسجود نہ سمجھ بیٹھے۔ تو پیغمبرؐ نے بھی اس ڈر اور

خطرے کے پیشِ نظر جب علیؑ کی حقیقت بیان نہیں کی۔

شافعی کی طرف ایک شعر منسوب ہے۔

لو ان المرتضیٰ ابدیٰ محلۂ
لکان الناس طرا سجدا لہٗ

اگر حیدرِ کرارؑ اپنے چہرے کی حقیقت سے نقاب ہٹا دیتے، اور جو کچھ تھے وہ دنیا کے سامنے بیان کر دیتے تو خالق کا سجدہ چھوڑ کر دنیا کی پیشانی علیؑ کی چوکھٹ پر جھکنے لگ جاتی۔ (نعرہ)

اصل فضیلت بیان نہ کرنے میں حکمت؟

① خدا کو بھی خطرہ تھا کہ اگر حقیقت بیان کر دی گئی، دنیا مخلوق کو خالق نہ سمجھ بیٹھے۔

② پیغمبر اسلامؐ کو بھی خطرہ تھا کہ حقیقت کے چہرے سے نقاب ہٹا دی گئی تو دنیا عابد کو معبود نہ سمجھ بیٹھے۔

③ خود مولا علیؑ کو بھی اندیشہ تھا کہ اگر چہرے سے حقیقت کا نقاب ہٹا دیا گیا تو کہیں دنیا ساجد کو مسجود نہ سمجھ بیٹھے، ہیں بندے کو خدا نہ سمجھ بیٹھے۔

جب نہ خدا نے حقیقت بیان کی، نہ مصطفیٰؐ نے حقیقت بیان کی، نہ مُرتضیٰؑ نے حقیقت بیان کی تو مجھے ایک شعر یاد آ رہا ہے:

سرِ خدا که عارف سالك بكس نه گفت
در حيرتم كه باده فروش از كجا شنيد

جب اصل حقیقت خدا نے نہیں بتائی، نہ مصطفیٰؐ نے بتائی، نہ مُرتضیٰؑ نے بتائی تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ شراب خانوں میں حقیقت کیسے پہنچ گئی۔ اور شراب خوروں کو کیسے پتا چل گیا کہ مقامِ مُرتضیٰؑ کیا ہے؟۔ (نعرہ)

آؤ! اس حقیقت کے بارے میں اصل حقیقت بیان کروں، جہاں تک دنیا کی عقل کام کرتی ہے، جہاں تک چودہ سو سال کے

① علماء شیعہ

② مجتہدین شیعہ

③ مراجع شیعہ

④ محققین شیعہ

⑤ متقدمین شیعہ

⑥ اور متاخرین شیعہ

ان حضرات نے امام عالی مقامؑ کی معرفت کے بارے میں جو کچھ اجمالاً کہا ہے، اس کا خلاصہ میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں ۔ پھر آپ سے پوچھوں گا کہ اس سے بڑھ کر اگر آپ کو کچھ معلوم ہے تو مجھے بھی بتا دیجئے ۔

چودہ سو سال کے علماء شیعہ کی تحقیقات اور تفصیلات کا ایک اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ خدائے قادر نے ، خالق کون و مکان نے ، خالق زمین و آسمان نے جب سے کائنات کی تخلیق کی ابتداء کی ہے، اس روز سے لے کر آج تک اور آج کے روز سے لے کر صبح قیامت کے طلوع ہونے تک، ایک بات جو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں، بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں، وہ یہ ہے کہ خالق قادر نے تخلیق کائنات کا کوئی ایسا سانچا بنایا ہی نہیں کہ جس سانچے میں ڈھلنے والا، جس سانچے میں پیدا ہونے والا پیغمبر خاتمؐ کے بعد علیؑ کی برابری کا دعویٰ کر سکے ۔

(نعرہ)

محقق علماء کی تحقیق کا نچوڑ

اب تک بھی اگر کوئی نہیں سمجھ سکا تو میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں ۔ میں

یہ کہہ رہا ہوں ، علماء کی تحقیقات کا نچوڑ آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں ۔ جب سے خالق نے کائنات پیدا کرنی شروع کی ہے، اس سے لے کر آج تک ، آج سے لے کر صبح قیامت تک، خالق نے کوئی مخلوق ، چاہے آسمان پر رہتی ہو، یا زمین پر رہتی ہو، اس کا تعلق نبیوں سے ہو، یا وصیوں سے ہو، فرشتوں سے ہو، یا جنوں سے ہو، یا پھر انسانوں سے ہو...... حسنینؑ کے نانےؐ کے بعد علیؑ کے برابر خالق نے کوئی مخلوق پیدا کی ہی نہیں ہے ۔　(نعرہ)

حضرت علی علیہ السلام کا علم اور کمالات

لیکن یہ نیرنگی روزگار کا شاہکار ہے اور یہ انقلاب روزگار ہے،......

کہ آج جو لوگ علیؑ کا تقابل پیغمبر خاتمؐ کے چند اصحاب سے کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ علیؑ کا علم فلانے سے زیادہ تھا، علیؑ کی بہادری فلانے سے زیادہ تھی، علیؑ کا کمال فلانے سے زیادہ تھا...... جو آج علیؑ کا تقابل اصحابِ نبی سے کریں، اور پھر علیؑ کو ان سے بہتر ثابت کر دیں، تو نعروں کی گونج بلند ہوتی ہے ۔ اور اس کو آلِ محمدؐ کا عارف المعارف سمجھا جاتا ہے ۔ اس کو محقق الحقائق سمجھا جاتا ہے ۔ اور جو یہ کہے کہ علیؑ کے مقابلے میں اصحاب کا نام لینا علیؑ کی توہین ہے، اس کو مقصر سمجھا جاتا ہے ۔　(نعرہ)

ع　　شان ہے تیری کبریائی کی

حضرت علی علیہ السلام کا تقابل کس سے؟

آج حد ہو گئی ہے، آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے سٹیجوں پر بھی علیؑ کا تقابل یزید کے باپ سے کیا جاتا ہے ۔ فرق اتنا ہے کہ ہمارے بڑھاتے ہیں کہ مولا علیؑ کی شان اس سے بہت بلند تھی ۔ مولا علیؑ کا علم اس سے بہت زیادہ تھا اور دوسرے برابر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ تو میں ان

کا کیا شکوہ کروں، اپنوں سے کہوں گا کہ خدا کے لیے، مصطفیٰؐ کے لیے، مرتضیٰ کے لیے علیؑ کو اتنا نہ گراؤ کہ معاویہ کی سطح پر لے آؤ۔ (نعرہ)

اگرچہ میں سخت نوائی کا قائل نہیں، مجھے برادرانِ اسلامی کی ہمیشہ دلجوئی کا خیال ہوتا ہے، پر ایک جملہ کہنے پر میں اپنے آپ کو مجبورِ محض سمجھ رہا ہوں کہ آج اس معاویہ کا علیؑ سے تقابل کیا جاتا ہے کہ چودہ صدیاں گزر گئیں، پندرھویں صدی کا آٹھواں سال ختم ہونے والا ہے، محرم کی یکم کو نواں سال شروع ہو جائے گا۔ ان چودہ سَو آٹھ سال کی مدت میں آج تک دنیا یہ ثابت نہیں کر سکی کہ معاویہ مسلمان تھا، یا کچھ اور تھا۔ (نعرہ)

حضرت علی علیہ السلام خدا ہے یا خدا کا بندہ

ادھر یہ جھگڑا ہے کہ وہ یزید کا باپ مسلمان بھی تھا یا نہیں، ادھر یہ جھگڑا ہے کہ علیؑ کو خدا کہا جائے، یا خدا کا بندہ کہا جائے۔ علیؑ کو خالق کہا جائے یا خالق کی مخلوق کہا جائے۔ میں اصحاب کے مقابلے میں علیؑ کو بڑھانے میں علیؑ کی توہین سمجھتا ہوں یہ تعریف نہیں ہے۔ اس لیے اگر علیؑ کی عظمت کو سمجھنا چاہتے ہو، تو اصحاب کا نام علیؑ کے مقابلے میں نہ لیا کرو۔

علیؑ کی عظمت کو سمجھنا ہے تو علیؑ کا مقابلہ جنوں سے نہ کیا کرو۔

اگر علیؑ کی جلالت کا کچھ اندازہ لگانا ہے علیؑ کا موازنہ آسمان کے قدسیوں سے نہ کیا کرو۔

کیونکہ جن ہیں رعایا علیؑ ہیں حاکم اور فرشتے ہیں خادم، علیؑ ہیں مخدوم۔ خادم اور مخدوم کا مقابلہ کرنا کوئی دانش مندی نہیں۔ کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں کہ شانِ مرتضیٰؑ کیا ہے؟

اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں اپنی عقل کے مطابق کہ شانِ علیؑ بن ابی طالبؑ

کیا ہے؟

تو نہ مقابلہ اصحاب سے کرو، نہ علیؑ کا مقابلہ جنوں سے کرو، نہ علیؑ کا مقابلہ فرشتوں سے کرو۔ نہ علیؑ کا مقابلہ خدا سے کرو۔ نہ علیؑ کا مقابلہ مصطفیٰؐ سے کرو۔ کیونکہ خدا علیؑ کا بھی خدا ہے۔ مصطفیٰؐ علیؑ کا بھی مصطفیٰؐ ہے۔

کیا کرو؟

آدم صفی اللہ سے لے کر عیسیٰؑ رُوح اللہ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے بکھرے ہوئے فضائل وکمالات، سارے نبیوں کے متفرق صفات کو اکٹھا کرلو۔ اِدھر پنج تن پاکؑ کے نہیں، چودہ معصومینؑ کے نہیں، بارہ اماموںؑ کے نہیں، صرف مولا علیؑ کے فضائل ومناقب کو اکٹھا کرلو پھر ایک پلڑے پر مولا علیؑ کے فضائل ومناقب رکھو اور دُوسرے پلڑے پر سوائے خدا و مصطفیٰؐ کے باقی سارے نبیوںؑ کے فضائل و معجزات کو رکھو اور تعصب کی عینک کو اتار کر اگر ترازو کو اٹھایا جائے گا، اگر علیؑ کا پلڑا جھکتا ہوا اور باقی نبیوںؑ کا پلڑا اُٹھتا ہوا نظر نہ آئے تو علیؑ کو علیؑ نہ کہنا۔ (نعرہ)

جب اپنے گلے پر چھری پھیرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، تو اور میدانوں میں لڑو، خدا کے لیے علیؑ کو بہانہ نہ بناؤ، اور علیؑ کو سامنے نہ لاؤ۔ آلِ محمدؑ کی عظمت کا بہانہ نہ بناؤ کہ فلاں علیؑ کو کم مانتا ہے، فلاں علیؑ کو زیادہ مانتا ہے۔ تو میں نے تو بتا دیا کہ میں علیؑ کو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک تمام نبیوں سے افضل مانتا ہوں۔ علیؑ کو نہ خدا کہتا ہوں، نہ مصطفیٰؐ کہتا ہوں۔ یعنی ایک خدا، اور دُوسرے مصطفیٰؐ کے بعد تمام نبیوںؑ سے افضل مانتا ہوں۔

اب کسی میں جرأت ہے تو آؤ، ایک قدم آگے بڑھاؤ، اور مجھ سے سبقت لے جاؤ۔ اور کہہ دو کہ علیؑ خدا سے بھی بڑا ہے اور مصطفیٰؐ سے بھی بڑا ہے، اگر

جرأت ہے تو کہہ دو اگر نہیں کہہ سکتے تو پھر جھگڑا کیا ہے؟

اُصول وفروع سب ایک ہیں پیٹ ایک نہیں ہے

کلمہ ہے تو ایک، قرآن ہے تو ایک، اذان ہے تو ایک، نماز ہے تو ایک، روزہ ہے تو ایک، اُصول ہیں تو ایک، فُروع ہیں تو ایک۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ پیٹ ایک نہیں ہے۔

دولت کی موسلادھار بارش

یہ سب مرنے پیٹ کے ہیں۔ میں کھلے لفظوں میں ہوں گا۔ مجھے لگی لپٹی بات کرنے کی عادت نہیں۔ آج امریکہ اور نجدی حکومت سے ہمارے ملک میں دولت موسلا دھار بارش کی طرح آ رہی ہے۔ محض مسلمانوں کو لڑانے کے لیے، یزیدیت کو بڑھانے کے لیے، حسینیتؑ کو گھٹانے کے لیے، عزاداریٔ حسینؑ کو مٹانے کے لیے، اور ساتھ یہ بھی سن لو، اب کویئت کی دولت بھی آ رہی ہے، اسی مقصد کے لئے۔ (نعرہ)

دولت کا سیلاب کہاں سے اور کیوں؟

عرب کا چھوٹا سا ملک ہے کویئت، آج اس سے دولت کا سیلاب آ رہا ہے۔ فلڈ آ رہا ہے۔ وہ کیوں آ رہا ہے؟ محض علیؑ والوں کو ختم کرنے کے لیے۔ ان کے درمیان خانہ جنگی پیدا کرنے کے لیے۔ ہر گھر لڑائی پیدا کرنے کے لیے، اور قوم شیعہ کو تباہ و برباد کرنے کے لیے۔ میں کہتا ہوں جہاں سے چاہو پیسے لو، اور تندورِ شکم کو پُر کرنے کے لیے، شکم کو پُر کرو، اس جہنم کو بھرو۔ پھر ہضم کرو۔ لیکن مذہب شیعہ کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ قوم کو آپس میں نہ لڑاؤ۔ علیؑ کے نام پر قوم شیعہ کو آپس میں نہ ٹکراؤ۔

فراخئ دولت کا نتیجہ

آج دولت کی یہ حالت ہے کہ جس کے گھر میں گدھا نہیں تھا، آج ان کے گھر میں نئے نئے ماڈل کی کاریں نظر آتی ہیں۔ جن کے بزرگ کاسۂ گدائی ہاتھ میں لے کر بسوں میں گدائی کرتے تھے، آج وہ لاکھوں روپے لے کر لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔

آج دولت کے نشے میں ذاتیں بدل رہی ہیں۔ خاندان بدل رہے ہیں۔ حالات بدل رہے ہیں۔ اور قوم کو آپس میں لڑا رہے ہیں ٹکرا رہے ہیں۔

قوم کے لیے لمحۂ فکریہ

خدا کے لیے سوچو کہ آج دشمن ہمیں ختم کرنے کے لیے کیا کیا مخفی چالیں چل رہا ہے۔ خدا کے نام پر تو ہمیں اکٹھا ہونا تھا، کیونکہ وہ ربُّ العالمین ہے۔ ہم نے مصطفیٰؐ کے نام پر جمع ہونا تھا، کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہم نے علیؑ اور اولادِ علیؑ کے نام پر اکٹھا ہونا تھا، اور مل کر مذہب و ملک کو بچانا تھا۔ کیونکہ وہ ہدیٰ للعالمین ہیں۔ لیکن آج ہم انھیں کے نام پر لڑ رہے ہیں، جھگڑ رہے ہیں۔

حالتِ زار

سیدھا کلمہ جن کو نہیں آتا، جن کو اِستنجاء کرنے کا طریقہ نہیں آتا، جن کو وضو کرنے کا سلیقہ نہیں آتا، جن کو دو رکعت نماز آلِ محمدؐ کے مذہب کے مطابق پڑھنے کا طریقہ نہیں آتا، آج وہ بھی ڈینگیں مار رہے ہیں کہ جس طرح ہم علیؑ کو سمجھتے ہیں، جبریلؑ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ (نعرہ)

؎ اِتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

ہر فتنہ وفساد کی جڑ

آج ہر فتنہ وفساد کی جڑ وہ لوگ ہیں جو اُدھر سے اِدھر آئے ہیں۔ آج کوئی ناصبی، کوئی خارجی مُلّا، جو ہمیں کافر کہہ رہا ہے وہ ہمارے سٹیج پر نہیں آ سکتا اور اگر آ جائے تو یہاں آ کر علماءِ شیعہ کے خلاف تبرا بازی نہیں کر سکتا۔ علماءِ شیعہ پر تبرا نہیں کرا سکتا۔ ہمارے مذہب کی جڑوں کو نہیں کاٹ سکتا۔

(نعرہ)

یہ وہ بھی جانتے تھے کہ ہم نہیں جا سکیں گے کہ شیعہ ہماری بات نہیں مانیں گے۔ انھوں نے کچھ کالی بھیڑوں کو ہمارے علماء کا لباس پہنا کر اِدھر بھیج دیا۔ وہ آج ہمارے سٹیجوں پر آ کر چودہ سَو سال کے علماءِ شیعہ، مجتہدین شیعہ پر تبرے کرا رہے ہیں۔ قوم بے شمار کہہ رہی ہے۔ وہ قوم کو لایعنی بحثوں میں اُلجھا رہے ہیں اور قوم آپس میں لڑ رہی ہے۔ یہ تو سوچو کہ کہیں غیر تو آپ کو نہیں لڑا رہے ہیں کہیں غیر کی سازش آپ کو اِنتشار کا شکار تو نہیں کر رہی ہے۔

قبولِ حق کے بعد اصل کام کیا تھا؟

چاہیے تو یہ تھا کہ اگر کوئی غیر مذہب کا مولوی ہمارے مذہب پر آتا، اگر وہ صحیح معنوں میں مذہب کو مذہب سمجھ کے شیعیت کو اختیار کرتا، تو اسے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ہمارے کسی دینی مدرسے میں داخلہ لیتا، کسی شیعہ عالم کی خدمت میں آ کے زانوئے ادب تہہ کرتا کہ آج تک میں اُدھر تھا، قیاسی مسئلوں پر عمل کرتا تھا، مجھے کیا پتا کہ مذہب آلِ محمدؐ کی حقیقت کیا ہے؟۔ آپ مجھے بتایئے، آپ مجھے سمجھایئے، آپ مجھے پڑھایئے کہ۔

☆ اصولِ مذہبِ شیعہ کیا ہیں؟

☆ فروعِ دین کیا ہیں؟

☆ کلمہ کیا ہے؟
☆ کلام کیا ہے؟
☆ سلام کیا ہے؟
☆ نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟
☆ وضو کرنے کا سلیقہ کیا ہے؟

چاہیے تو یہ تھا کہ وہ علماءِ شیعہ سے سیکھتے ۔لیکن ظلم یہ ہے کہ ایک دِن اعلان کرتے ہیں اور دوسرے دن ہمارے سٹیجوں پر آ کر ہماری قوم کے مبلغ بن کر نمودار ہوجاتے ہیں۔ (نعرہ)

ے نے اصولت محکم آید نے فروع
شرم باید از خدا و از رسولؐ

نہ انھیں اُصول کا پتا، نہ دو رکعت نمازِ صبح آلِ محمدؐ کے طریقے پر پڑھنے کا پتا، نہ وضو کرنے کا پتا، پھر قوم کے مبلغ بن گئے ۔علماء پر تبرے کرانے شروع کر دیے ۔اور قوم بھی ان کے پیچھے لگ گئی ۔وہی بات مجھے یاد آتی ہے ۔مولا علیؑ فرماتے ہیں ۔عوام کیا ہوتے ہیں؟ ادھر سے کوا کاں کاں کرتا ہے، پیچھے سے وہ ہاں ہاں کرتے ہیں ۔ (صلوات)

ے چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

فضیلت اہلِ بیتؑ کے نئے نئے عقیدے

وہ آ کر آج نئے نئے عقیدے گھڑ رہے ہیں ۔اہلِ بیتؑ کی فضیلت یہ ہے کہ معاذ اللہ نہ ان کی کوئی ماں ہوتی ہے، نہ کوئی باپ ہوتا ہے ۔یہ وہ فضیلت ہے جو چودہ سو سال تک نہ قرآن نے بیان کی، نہ نبیؐ نے بیان کی، نہ بارہ اماموںؑ نے

بیان کی، نہ چودہ سَو سال کے کسی عالمِ دین نے بیان کی، آج یہ فضیلت بن گئی کہ جنابِ علیؑ اور اولادِ علیؑ وہ ہیں کہ جن کی معاذ اللہ نہ کوئی ماں ہے، نہ کوئی باپ ہے۔

① اگر یہی فضیلت ہے تو یہ آدمؑ کو بھی حاصل ہے۔ یہ فضیلت تو حوا کو بھی حاصل ہے۔ نہ کوئی آدمؑ کی ماں، نہ کوئی آدمؑ کا باپ، نہ کوئی حوا کی ماں، نہ کوئی حوا کا باپ۔ اگر یہی فضیلت ہے تو پھر آلِ محمدؐ کو شرف کیا ملا؟

② خدا نے جو دُنبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا، اس کی نہ کوئی ماں تھی، نہ کوئی باپ۔

③ جو ہابیل اور قابیل کے زمانے میں خالق نے کوا بھیجا تھا، اس کی بھی نہ کوئی ماں تھی، نہ باپ۔

④ خالق نے حضرت صالحؑ کے لیے پہاڑ سے جو اونٹنی نکالی تھی، اس اونٹنی کی بھی نہ کوئی ماں تھی نہ کوئی باپ تھا اور کتنی مثالیں پیش کی جائیں۔

احمقانہ خیال

تو پھر کہا جاتا ہے کہ اگر خدا آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے، حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کر سکتا ہے، تو علیؑ کو کیوں نہیں پیدا کر سکتا؟

جواب

او احمقو! کون کہتا ہے کہ خدا نہیں کر سکتا۔ پر وہ ہمارا تابع نہیں۔ وہ اپنی مرضی کا تابع ہے۔ آدمؑ کو چاہا تو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا، عیسیٰؑ کو چاہا تو بغیر باپ کے پیدا کر دیا، اور دنیا کو بتا دیا کہ میں وہ قادرِ مطلق ہوں، میں خدا اسباب کا محتاج نہیں ہوں۔ تو جہاں باپ نہیں، اگر باپ بنائیں گے تو بے ایمان بن جائیں گے، جہاں ماں نہیں، اگر ہم کوئی ماں بنائیں گے تو منکرِ قرآن بن جائیں گے۔ لیکن جہاں ماں بھی ہو، اور باپ بھی ہو، اور دادا بھی

ہو، اور نانا بھی ہو، اور بھائی بھی ہو، اگر انکار کریں گے تو منکر قرآن بن کے کافر بن جائیں گے۔

بارھویں امام کا نسب حسب شروع کرو، آج تک تو یہی پڑھا تھا کہ سُنّے مذہب کو چھوڑ کر امام مہدی علیہ السلام گیارھویں امام کے بیٹے ہیں۔ امام حسن عسکری دسویں امام علی نقی کے بیٹے ہیں، امام علی نقی نویں امام محمد تقی کے بیٹے ہیں، پھر یہی نوبت حیدر کرار تک پہنچ جاتی ہے۔ حیدر کرارؑ بیٹے ہیں حضرت ابوطالبؑ کے۔ حضرت ابوطالبؑ بیٹے ہیں حضرت عبدالمطلبؑ کے، حضرت عبدالمطلبؑ بیٹے ہیں جناب ہاشمؑ کے۔ آگے آدم علیہ السلام تک سلسلہ چلا جاتا ہے۔

جو آج تک قرآن نے بتایا، جو نبیؐ نے فرمایا، جو بتایا چودہ معصومینؑ کے کلام نے، جو چودہ سو سال کے علماء کرام کے بیان نے بتایا، وہ کسی ایک شیطان کی خاطر چودہؑ کے فرمان کو اور چودہ سو سال کے عقیدہ پر پانی پھیر دیا جائے، آلِ محمدؐ کے بیان پر پانی پھیر دیا جائے۔ آج نئی قسم پیدا ہوئی ہے کہ جو آلِ محمدؐ کے ماں باپ مانتا ہے تو اس کو ان کی معرفت ہی نہیں، جو نہیں مانتا، وہ عارف المعارف ہے۔

ع　بدل ہی جاتے ہیں غلامی میں قوموں کے ضمیر

(صلوات)

بات لمبی نہ ہو جائے، یہ وہی علیؑ ہیں، جن کا میں ذکرِ خیر کر رہا ہوں، جن کے بارے میں نبیؐ نے کہا تھا کہ ساری دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں، ساری کائنات کے انسان لکھنے بیٹھ جائیں اور جنات حساب کرنے بیٹھ جائیں، پیغمبرؐ فرماتے ہیں، زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ وقت آ جائے گا کہ

قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سیاہیاں ختم ہو جائیں گی، لکھنے والے مر جائیں گے اور حساب کرنے والے مٹ جائیں گے، ہر چیز ختم ہو جائے گی، پر علیؑ کے فضائل ختم نہیں ہو سکیں گے۔ (نعرہ)

لہٰذا آؤ! ایک فضیلت سُن لی، اب دوسری بھی سنو کہ ہم حیدرِ کرارؑ کو اور ان کی عترتِ اطہارؑ کو خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ جانتے ہیں کہ آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ تک نبی بھی جب مشکلات و مصائب کی دلدل میں گھر جاتے تھے، تو نبیوں کو بھی اپنی مشکلات حل کرانے کے لیے خالق کی بارگاہ میں نبیؐ اور علیؑ و اولادِ علیؑ کے سوا کوئی اور وسیلہ نظر نہیں آتا تھا۔ (نعرہ)

آپ تھک گئے ہوں گے۔ کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہو تو تفسیر درِ منثور علامہ جلال الدین سیوطی کی پہلی جلد موجود ہے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ (بقرہ:۳۷)

اور ہماری کتابیں دیکھنا چاہو، تو جامع الاخبار، اور بحار الانوار موجود ہیں، جب آدمؑ سے ترکِ اولیٰ ہوا، اور جنت سے نکلنا پڑا، جب چاہا کہ توبہ قبول ہو جائے، انھوں نے جن کلمات کا واسطہ دے کر توبہ کی، پیغمبرؐ فرماتے ہیں: وہ کلمات یہ تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡۤ اَسۡئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا تُبۡتَ عَلَيَّ"

پالنے والے! تجھے نبیؐ اور آلِ نبیؐ کا واسطہ، میری توبہ قبول کر لے۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

جب انھوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیا، ابھی دعا کے فقرے ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ قبولیتِ توبہ کی مکمل سند مل چکی تھی۔ اور تمغہ حاصل ہو چکا تھا۔

حضرت نوحؑ کی کشتی جب ڈوبنے لگی، اور غوطے کھانے لگی، اور غرق ہو

ڈوبنے کا خوف لاحق ہوا، تو خالق نے اشارہ دیا: اے نوحؑ! کیوں ان کا واسطہ نہیں دیتے، جن کے بارے میں مَیں نے تمھیں کہا تھا کہ جب مشکلات میں گھر جاؤ، تو ان کا واسطہ دینا۔

جنابِ نوحؑ نے کہا:

اللهم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد الا نجیتنی من الغرق

پالنے والے! تجھے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ، میری کشتی کو غرق ہونے سے بچا دے۔

ابھی دعا کے فقرے ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ نوحؑ کی کشتی کنارے پر لگ چکی تھی۔ (نعرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتشِ نمرودی میں جھونکا جا رہا تھا، تو ان کی دعا بھی یہی تھی۔

اللهم انی اسئلك بحق محمد و آلِ محمد الا نجیتنی من النار

پالنے والے! تجھے نبی اور آلِ نبیؐ کا واسطہ، مجھے آتشِ نمرودی سے نجات دے دے۔

اِدھر خلیلؑ نے دعا کی، اُدھر خالق نے آگ کو حکم دیا کہ:

یَانَارُ كُونِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (انبیاء:۶۹)

اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ آگ اتنی ٹھنڈی ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ کے دانت بجنے لگ گئے، جسم میں کپکپی پیدا ہونے لگی۔ خالق کو دوبارہ کہنا پڑا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اتنی ٹھنڈی ہو جا کہ میرے نبی کو سردی لگ جائے۔

"سَلَامًا۔ اتنی درمیانی ٹھنڈی ہو جا کہ میرا نبی سلامتی سے وقت گزار سکے۔

تین راستے

بہر حال یہ وہ ہستیاں ہیں، جن کو خالق نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان وسیلہ اور واسطہ بنایا ہے۔ یہ وہی نازک موڑ ہے، جہاں آ کر وہابیوں، اور غالیوں کی راہیں جُدا جُدا ہو جاتی ہیں اور شیعوں کا راستہ الگ ہو جاتا ہے۔ وہابیوں نے کہا: ہم کسی کو وسیلہ نہیں مانتے۔ پس ڈائریکٹ اللہ سے لیں گے۔ وہ فرماتا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (غافر: ۶۰)

مجھے بلاؤ، مجھے پکارو، میں سنوں گا۔

لہٰذا کسی واسطے کی ضرورت نہیں سب کچھ براہِ راست اللہ سے مانگیں گے، اللہ سے لیں گے، اُدھر وہ گھٹانے والوں کا نظریہ تھا، اِدھر بڑھانے والے آ گئے۔ انھوں نے کہا:

؎ رضائیں خدا کی لے لیں علیؑ نے
اللہ کے پلے میں رکھا ہی کیا ہے

جو کچھ خدائی تھی خدا نے مولا علیؑ کے حوالے کر دی۔ اب اللہ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر ہے تو معاذ اللہ صرف جہنم ہے۔ اگر جہنم لینی ہے تو جاؤ اللہ کے پاس۔ اگر اولاد لینی ہے، جائیداد لینی ہے، جنت کی جاگیر لینی ہے، تو چھوڑو خدا کو وہ تو ریٹائر ہو چکا، مُرتضیٰؑ کے پاس جاؤ۔ وہابیوں نے آلِ محمدؐ کو چھوڑ دیا اور غالیوں نے خدا کو چھوڑ دیا۔

اب آؤ دیکھیے کہ درمیانہ راستہ کونسا ہے، جو آلِ محمدؐ نے بتایا۔ جو چودہ سَو سال کے شیعہ علماء نے فرمایا۔ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے اپنے

زمانے کے امام حجت ابن الحسن، شہنشاہِ زمین و زمان کا فرمان پیش کر دینا میں کافی جانتا ہوں۔ (صلوات)

شیعوں کو دولخت کرنے والی بحث

ہماری تقریباً وہ تمام کتابیں جو بارھویں لعل ولایت کے حالات کے بارے میں لکھی گئی ہیں، ان کے اندر یہ واقعہ موجود ہے کہ بارھویں امام کی غیبتِ صغریٰ کا دور تھا کہ بغداد جیسے مرکز میں، جہاں امام کے نائبینِ خاص بھی رہتے تھے، جناب حسین بن روح کا زمانہ تھا کہ شیعیانِ بغداد میں بحث چھڑ گئی کہ آیا خالق اور رازق خدا ہے یا خالق اور رازق آلِ عبا ہے۔ یعنی پیدا کرنا، اور روزی دینا خدا کے قبضہ قدرت میں ہے، اور محمدؐ و آلِ محمدؐ وسیلہ ہیں، ان کے صدقے میں دیتا ہے، اس کے مہابے میں دیتا ہے، یا خالق بھی آلِ محمدؑ ہیں۔ روزی رساں بھی آلِ محمدؐ ہیں۔ یہ بحث اتنی بڑھی کہ بغداد کے شیعوں کے دو گروہ بن گئے۔ ایک وہ کہتا ہے، ایک یہ کہتا ہے۔

ایک سفید ڈاڑھی والا بزرگ موجود تھا، اس نے کہا کہ خدا تمھیں عقل دے، جب ہمارے امامِ زمانہ دنیا میں موجود ہیں، اور ان کے نائبِ خاص حسین بن روح یہیں اسی بغداد کے اندر تشریف فرما ہیں، جن کی امامؑ تک باقاعدہ رسائی ہوتی ہے، ہمارے سوالوں کے جواب ہمیں امام سے منگوا کے دیں گے۔ تم کیوں جھگڑتے ہو، اور کیوں لڑتے ہو؟

یہ مسئلہ کیوں نہیں جناب حسین بن روح کی خدمت میں پیش کرتے؟ اور کیوں نہیں ان کی خدمت میں بات کرتے کہ وہ بارھویں لعل ولایت کی بارگاہ میں پیش کر کے تمھیں اس کا جواب لے دیں؟ سارے شیعوں نے کہا: اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہے۔

چنانچہ یہی مسئلہ لکھا گیا کہ اے ہمارے دین و دنیا کے بادشاہ! اے ہمارے ہادی و رہنما! اے ہمارے خالق اکبر کے بنائے ہوئے پیشوا! آپ ہمیں بتائیں کہ خالق اور رازق خدا ہے، یا خالق اور رازق آپ ہیں؟ اگر خدا ہے تو پھر آپ کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟

جو کچھ امام عالی مقام نے جواب دیا، اور ہمارے علمائے اعلام نے غیبت صغریٰ کے دور سے لے کر آج پندرھویں صدی تک اپنی کتابوں میں لکھا ہے، علامہ حائری نے غایتِ مقصود میں اور وہ ساری کتابیں جو بارھویں امام کے حالات میں لکھی گئیں ہیں ان میں بارھویں لعلِ ولایت کی تحریر موجود ہے۔

امام فرماتے ہیں:

ان اللہ خلق الاجسام و قسم الارزاق............الخ

فرمایا: جہاں تک پیدا کرنے کا تعلق ہے، اور جہاں تک روزی دینے کا تعلق ہے، فرمایا: خالق بھی خدا ہے، اور روزی رساں بھی خدا ہے، کیونکہ نہ وہ کوئی جسم رکھتا ہے، نہ کسی جسم میں حلول کرتا ہے، وہ علیم بھی ہے، اور بصیر بھی ہے۔ لیکن جہاں تک ہم آلِ محمدؐ کا تعلق ہے، فرمایا: ہم دعائیں کرتے ہیں، اولادیں وہ عطا کرتا ہے۔ سفارش ہم کرتے ہیں، رزق وہ عطا کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارا مقام اتنا بلند ہے کہ جب ہم کسی بندے کی سفارش کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ پر ہمارا سوال رد نہیں ہوتا۔　　(نعرہ)

خدا رب العالمین ہے، اس رب العالمین تک رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ نبی ہیں اور علیؑ اور اولادِ علیؑ ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی مرکز کا انکار کر دے تو وہ یہودی بن جائے گا۔ اور کوئی وسیلے کا انکار کر دے تو وہ وہابی بن جاتا ہے۔ اگر صحیح مسلمان بن کر جینا، اور مرنا ہے،

اگر صحیح معنوں میں آلِ محمدؐ کا غلام بن کر دنیا میں زندہ رہنا ہے، اور پھر ایمان کے ساتھ مرنا ہے تو رب العالمین کو کائنات کی ہر چیز کا مرکز تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور مرکز تک پہنچنے کا وسیلہ آلِ محمدؐ کو ماننا پڑے گا۔ یہی خالق اکبر کا فرمان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (مائدہ:۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور خدا تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ ہم خالق کو خدا مانتے ہیں، اور آلِ محمدؐ کو وسیلہ جانتے ہیں۔

ع　نہ غالی ہیں نہ قالی ہیں فقط ہم تو موالی ہیں

(صلوات)

پانچ والی کشتی کا حال

پانچ والی کشتی چھوٹ رہی ہے، صرف تین منٹ باقی ہیں، تو میں چاہوں گا کہ خود بھی سوار ہو جاؤں اور آپ کو بھی اسی پانچ والی کشتی پر سوار کرا کے جاؤں۔ اگر کوئی رہ جائیں گے تو بعد میں بھی کشتیاں چھوٹیں گی۔ ان شاء اللہ۔ اور سب سے آخر میں بارھویں لعل ولایت کی کشتی چھوٹے گی، جو ساری کشتیوں سے رہ جائیں تو وہ اس میں یقیناً سوار ہو جائیں گے۔

ے　اِدھر آ بحرِ عشق پانچ تن پاک میں ڈال دے کشتی
جو اس میں ڈوب جائے اس کا بیڑا پار ہوتا ہے

لہٰذا آخر کلام میں اپنی عزیز اور اپنی محترم قوم کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ تمھیں اس علیؑ اور اس علیؑ کی اولاد کا واسطہ، تمھیں اس خاتم الانبیاءؐ کی نبوّت کا واسطہ، تمھیں ربُ العالمین کی ربوبیت کا واسطہ اگر آپ جینا چاہتے ہیں تو اپنی صفوں میں گھوڑے نہ دوڑاؤ۔ لڑائیاں ختم کر دو، جھگڑے ختم کر دو، اختلاف ختم کر دو۔ کیونکہ تمہاری بربادیوں کے منصوبے بن چکے ہیں۔ اور پاکستان میں

جال اور کانٹے پھیل چکے ہیں۔

ادھر آ کر دیکھو اور دیوار پر پڑھو کہ دیوار پر کیا لکھا ہوا ہے۔ "کافر کافر شیعہ کافر" وہ کوئی فرق نہیں کرتے کہ کون موسوی کو قائد مانتا ہے، کون حسینی صاحب کو قائد مانتا ہے۔ وہ نہیں دیکھیں گے کہ کون ڈھکو صاحب کی عزت و تقلید کرتا ہے یا کسی اور مولوی یا ذاکر کا احترام کرتا ہے، وہ تو دیکھیں گے کہ "عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہِ" کلمے میں کون پڑھتا ہے۔ جب غیر ہم سب کو ایک سمجھ رہے ہیں، تو ہم اپنے آپ کو کیوں ایک نہیں سمجھتے۔

کہیں قومیں ہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے زیادہ مہلک ہتھیار

میں نے ماہِ رمضان کے ایک جمعے میں سرگودھا کی مرکزی مسجد میں کہا تھا: کہ آج ایٹم کا دور ہے، ایٹم بم بن چکا ہے، کائنات میں دنیا کے سائنس دانوں نے آج تک کوئی ایسا مہلک ہتھیار نہیں بنایا۔ اتنا ہائیڈروجن بم قوم کو تباہ نہیں کرتا جس قدر اس قوم کا اپنا اختلاف اس قوم کا اِنتشار، قوم کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ پچھلے دنوں ضلع لیہ کے اندر ایک بہت بڑا عظیم جلسہ تھا، جس میں چوٹی کے ذاکر اور مولوی اکٹھے تھے، اس میں مَیں نے کہا: اگر مرنے کا ارادہ ہے تو زیادہ لڑو اور اگر جینے کا ارادہ ہے تو لڑائیاں ختم کر کے، اختلافات ختم کر کے ایک بھی بن جاؤ اور نیک بھی بن جاؤ۔ (نعرہ)

پہلے دشمنوں کے منصوبے کو سمجھو۔ ان کا بگڑا کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اور ہمارا کچھ نہیں بچا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حالِ زار پر رحم فرمائے بحق محمد و آلِ محمد علیہم السلام

مصائب

حضرت امام حسینؑ نے حالات سے مجبور ہو کر نانے کے روضے کا سایہ چھوڑ دیا۔

بندھا ہوا احرام توڑ دیا۔
کربلا کے صحرا کی طرف رُخ موڑ دیا۔
ہم شکل پیغمبر بیٹے کو ذبح کرا دیا۔
چھ مہینے کے لاڈلے بچے کو قربان کر دیا۔
قمر بنی ہاشمؑ جیسے عظیم بھائیوں کے بازو قلم کرا دیے۔
گردن کو نوکِ نیزہ پر بلند کرا دیا۔
چادر تطہیر کی مالک بہنوں بیٹیوں کے برقعے لٹوا دیے۔
لیکن ظالموں کو پھر بھی تسلی نہیں ہوئی۔
کہتے ہیں کوئی ہے جو زہراءؑ کے لال کے بدن پر گھوڑے دوڑائے۔

چنانچہ زہراءؑ کے لاڈلے کا نازک بدن اس بے دردی کے ساتھ ظالموں نے گھوڑے کی ٹاپوں سے اس طرح پامال کر دیا کہ تاریخ یہی کہتی ہے کہ ظالموں نے جب لاشوں پر گھوڑے دوڑائے تو پتا نہیں چلتا تھا علیؑ و بتولؑ کے لاڈلے کے سینے کی ہڈیاں کہاں ہیں؟ اور پشت مبارک والے جوڑ کہاں ہیں؟

یہی تو وجہ تھی (میرا آخری جملہ) جب اُم المصائب زینبؑ اپنے عظیم بھائی کی لاش پر پہنچیں تو دیکھا کہ ان کا سر موجود نہیں تھا۔
ہاتھوں کو دیکھا، ہاتھوں کی اُنگلیاں موجود نہیں تھیں۔
الغرض

جسم کا کوئی جوڑ سلامت نہیں تھا۔
تو بی بی پہچان نہ سکیں کہ میرا بھائی حسینؑ یہی ہے۔
بی بی بڑی دیر خاموش کھڑی رہیں، اور بڑی دیر کے بعد بولیں:
"ءانت الحسین"
کیا میرا حسینؑ بھائی تو ہے؟
"ءآنت ابن اُمی فاطمة الزّهراء"
کیا میری ماں فاطمة الزہرا ءکا بیٹا حسینؑ تو ہی ہے۔ کیا میرے باپ اور نانے کی آنکھوں کا چین تو ہے، اگر تو ہی حسینؑ ہے تو ذرا بول کر جواب دے کہ تیری بہنیں اور بیٹیاں آخری سلام اور الوداع کے لیے آئی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ. وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

پانچویں مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

اثبات امامت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

(سورہ البقرہ)　　(صلوات)

ارشاد رب العزت ہے کہ یاد کرو اُس وقت کو جب خداوند جلیل نے اپنے بندہ خاص جناب خلیل کا امتحان چند کلمات کے ساتھ لیا تھا اور جب وہ اُس امتحان میں کامیاب و کامران ہو گئے تو ارشاد رب العزت ہوا کہ میرا خلیل میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں ۔ یہ خوشخبری سن کر جناب خلیلؑ نے عرض کیا پالنے والے میری یہ خواہش ہے کہ یہ عہدہ جلیلہ میری اولاد میں بھی برقرار رہ جائے ۔ارشاد رب جلیل ہوا کہ میرا خلیل جو ظالم ہوں گے ان کو یہ میرا عہدہ امامت نہیں مل سکے گا ۔　　(صلوات)

بحمد للہ سابقہ مجالس میں وہ تمام تمہیدی اور اختلافی پہلو بیان ہو چکے جن کا تذکرہ میں نے پہلی تقریر میں کیا تھا کہ مسئلہ خلافت اور امامت کے اندر اُمت

سلہ کے درمیان کس قدر اختلافات اور کس قدر افتراقات پائے جاتے ہیں؟ ان کا اجمالی خاکہ کھینچنے کے بعد اُس میں جو اہم اختلافات تھے اُن سب کا تذکرہ کر کے مذہب حق کا جو موقف تھا اُس کو دلائل اور براہین کے ساتھ قرآن کریم اور ارشادات سید المرسلین کے ساتھ اور عقل سلیم کے ساتھ ثابت کر دیا گیا کہ بحمد اللہ حق وہی ہے جو اہل حق کا نظریہ ہے۔

آج سلسلۂ کلام یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ جن شرائط امامت کا کل اور پرسوں کی دو مجلسوں میں تذکرہ کیا گیا تھا کہ کوئی خلیفۃ النبی، کوئی کائنات کا امام، کوئی عالمین کا ہادی و رہنما اُس وقت تک پیغمبر خاتم کی مسند پہ نہیں بیٹھ سکتا اور عہدۂ امامت پر فائز نہیں ہوسکتا، منصب خلافت پر ممتاز نہیں ہوسکتا جب تک اس کے اندر شرائط خلافت و امامت نہ پائے جائیں اور آپ کو یاد ہوگا کہ:۔

☆ سب سے پہلے اس کا عالم علم لدنی ہونا ضروری ہے۔
☆ گناہوں سے معصوم اور منزہ ہونا ضروری ہے۔
☆ سارے عالم سے بڑھ کر بہادر اور دلیر ہونا ضروری ہے۔
☆ صاحب معجزہ ہونا ضروری ہے اور اعلیٰ خاندان کا فرد ہونا بھی ضروری ہے۔
☆ اور سب سے آخر میں میں نے ثابت کیا تھا کہ جب تک ہر صفت کمال میں اور سارے عالم یا عالمین سے افضل و اعلیٰ نہ ہو، ہر لحاظ سے افضل و اکمل نہ ہو اُس وقت تک وہ منصب امامت پر فائز نہیں ہوسکتا۔　　　　(صلوات)

(دُعا کریں سید زادہ بیمار ہے داخل ہسپتال ہے خداوند عالم بیمار کربلا کا صدقہ اس عزیز کو شفائے کاملہ عطا فرمائے)۔　　　　(صلوات)

تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ساری بحث کا لب لباب اور نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے۔ جو عقلی فارمولا تھا جو بیان ہو چکا کہ امام اور پیغمبرؐ کے قائم مقام میں کن صفات

کن قدسی ملکات اور کن خصائل اور کن شمائل کا ہونا ضروری ہے جب وہ ثابت ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جتنے دعویداران خلافت، جتنے مدعایان امامت پیغمبر خاتمؐ کے بعد نظر آتے ہیں تو اس معیار پر پورا کون اُترتا ہے؟۔ (نعرہ)

خداوند عالم کا بھی قرآن میں یہ اصول ہے کہ جب بھی کسی ایسے اہم عہدہ یا منصب کیلئے اُس کے مستحقوں کا ذکر کرتا ہے تو نام نہیں لیتا صفات بیان کرتا ہے۔ کیونکہ اگر خدا نام لے لیتا تو نام پر نام رکھے جا سکتے ہیں لیکن صفات و علامات اپنے اندر پیدا نہیں کیے جا سکتے۔ اب دیکھنا یہ ہے اور دیکھنا بھی اللہ کے قرآن کی روشنی میں ہے، تاریخ اسلام کی روشنی میں دیکھنا ہے، پیغمبر خاتمؐ کے فرمان کی روشنی میں دیکھنا ہے اور بزرگان دین کے کلام کی روشنی میں دیکھنا کہ:۔

☆ اِن صفات کا حامل کون نظر آتا ہے؟

☆ اِن قُدسی ملکات کا مالک کون نظر آتا ہے؟

☆ اور کون ان شرائط کا واجد نظر آتا ہے؟

☆ اور کس کا دامن ان صفات جمیلہ اور جلیلہ سے خالی نظر آتا ہے؟

اگر اُن کا تذکرہ کیا جائے کہ جن میں یہ صفات نہیں پائے جاتے تو ظاہر ہے کہ رپٹیں درج ہو جائیں گی، کچھ نازک آبگینوں کو چوٹ لگ جائے گی، کچھ لوگ پیں بر جبیں ہو جائیں گے، کوئی دوست ناراض ہو جائیں گے۔ تو بجائے اس کے کہ میں اُن کا ذکر کروں کہ کن میں یہ صفات نہیں پائے جاتے، میں یہ عرض کروں گا کہ کن میں یہ صفات پائے جاتے ہیں:۔

؎ ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر سمتِ کج کلاہے

ہر قوم کا اپنا راہ ہے، ہر قوم کا اپنا قبلہ ہے، ہر قوم کا اپنا قبیلہ ہے۔ میں کسی کے بارے کچھ نہیں کہتا، ہر آدمی کو اپنے پیشوا مبارک ہوں، ہر قوم کو اپنے رہنما مبارک ہوں۔ جب میں پیغمبر خاتمؐ کو یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ:۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ

تمہارا دین تمہارے لیے میرا دین میرے لیے۔ جب وہ اُن سے الجھنا نہیں چاہتے تو ہمیں کسی سے اُلجھنے کی ضرورت کیا ہے؟ بس میرا کام مثبت پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ہے اور انشاء اللہ آج اور کل کی مجلس میں ان پانچ صفات جمیلہ اور جلیلہ کو سامنے رکھ کر میں اللہ کے قرآن، پیغمبر خاتمؐ کے فرمان اور صحابہ کرام کے کلام اور تاریخ اسلام کی روشنی میں روز روشن سے بھی زیادہ واضح کر دوں گا کہ اگر یہ پانچ شرائط امامت، یہ پانچ صفات خلافت، یہ پانچ قدسی صفات وعلامات پیغمبر خاتمؐ کے بعد اگر پورے عالم امکان کے لوگوں میں سے، دعویداران امامت میں سے، مدعیان خلافت میں سے اگر کسی ہستی میں پائے جاتے ہیں تو یا علیؑ ہیں یا اولاد علیؑ ہیں کوئی غیر نہیں ہے۔　　(نعرہ)

علم کی صفت

خدا کرے کہ یہ دو مجلسوں میں مرحلہ طے ہو جائے۔ آج میں چاہتا ہوں کہ علم کے بارے میں جو سب سے پہلی صفت جمیلہ وجلیلہ ہے پیغمبر اسلامؐ کے بعد:۔

- ☆ ساری اُمت سے بڑا عالم علم لدنی کون ہے؟
- ☆ سب سے بڑا عالم علم قرآن کون ہے؟
- ☆ ساری کائنات سے بڑھ کر شریعت محمدیہ کا عالم اور حلال وحرام کا عالم کون ہے؟
- ☆ ساری کائنات میں سب سے بڑا صاحب فضل وکمال کون ہے؟

اُس کا تذکرہ کر دوں اور آپ جانتے ہیں کہ اس سے میری مراد امیر

المومنینؑ کی ذات والا صفات ہے ۔ تو قرآن بھی اسی بات کو بیان کر رہا ہے
کا فرمان بھی یہی ہے، صحابہ کرام کا کلام بھی یہی ہے، اور چودہ سو سال سے
مورخین کی لکھی ہوئی تاریخ اسلام بھی یہی کہتی ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد پورے
امکان میں نہ زمین کے اوپر کی قید، نہ آسمان سے نیچے کی قید بلکہ پورے
عالمین میں حسنینؑ کے باپ کے برابر کوئی عالم علم لدنی نہیں ہے ۔ (نعرہ)

اگر ایک ایک آیت کو لے لیا جائے، ایک ایک روایت کو لے لیا جائے
پھر اُس کی توضیح و تشریح میں آدمی چلا جائے تو پھر ایک ایک آیت ایک ایک
مجلس لے جائے گی ۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ کم از کم ایک ہی مجلس میں مولا امیر
کے علم کا اثبات ہو جائے ۔

اس سلسلہ میں مجھے چند آیتیں بھی پڑھنی پڑیں گی، چند روایتیں بھی پیش
کرنا پڑیں گی، کچھ بزرگوں کے کلام بھی پیش کرنے ہیں پھر مولا امیر کا اپنا
دعویٰ بھی پیش کرنا ہے ۔ اس لیے تشریحات میں زیادہ جانے کا وقت نہیں۔
مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اُن آیات و روایات کو سن کر اُن کے ترجے کو سن کر
اسی اجمال کے پردے میں تفصیلات خود بخود نظر آ جائیں گے ۔ کیونکہ عقل
مندوں کے لیے، دانشمندوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے :۔

؎ قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل بچوں کا ہوا، دیدۂ بینا نہ ہوا

عالم علم قرآن

قرآن کی متعدد آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر پیغمبر خاتمؐ کے
بعد کوئی ہستی عالم علم قرآن ہے تو وہ حیدر کرارؑ کی ذات ہے کوئی اور نہیں ہے ۔ آ
بطور نمونہ دو تین آیتیں پیش کر دوں ۔ خالق فرماتا ہے :۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (سورہ الرعد)

میرا حبیبؐ لوگ تجھ سے گواہ مانگتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہیں تو نبوت کے گواہ پیش کرو۔ تو میرا حبیبؐ کہہ دو کہ میرے پاس دو گواہ ہیں ایک وہ اللہ جس نے میرے سر پر تاجِ رسالت رکھا ہے اور دوسرا وہ صاحبِ علم کہ جس کے سینے میں پوری کتاب کا علم موجود ہے جو میرا عینی گواہ ہے کہ جب مجھے خالق نبوت کا عہدہ عطا کر رہا تھا تو اپنی ان آنکھوں سے مجھے نبی بنتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ (نعرہ)

اس آیہ مبارکہ کے بارے میں تقریباً سب اربابِ تفسیر متفق نظر آتے ہیں کہ: وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ جس کے سینہ میں پورے قرآن کا علم موجزن نظر آتا ہے وہ حسنینؑ کے بابا کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ جس کو خالق نے پیغمبرؐ کی رسالت کا عینی گواہ قرار دیا۔

یہاں ایک لمحۂ فکریہ ہے اربابِ دانش و بینش کے لیے، اگر پیغمبرؐ اس عالم آب و گل میں آنے کے بعد نبی بنتے، تو اس مادی دُنیا کے کئی لوگ گواہ مل جاتے، اگر پیغمبرؐ کو رسالت چالیس برس کے بعد ملی ہوتی تو کئی ان کو نبی بنتے ہوئے دیکھنے کے گواہ مل جاتے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے مصطفیٰؐ کو نبوت کب ملی تھی؟ سنی شیعہ کتابیں چھلک رہی ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: ۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ

میں اُس وقت نبوت کبریٰ کے درجہ رفیعہ پہ فائز تھا جب آدمؑ کا پانی پانی میں تھا اور مٹی مٹی میں تھی۔ یعنی آدمؑ کا ڈھانچہ بھی ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ میں نبوت کبریٰ کی منزل پہ فائز ہو چکا تھا۔ تو جب ہمارے مصطفیٰؐ کو اُس عالم انوار،

عالم ارواح میں رسالت ملی ہے تو پیغمبرؐ کی رسالت کا گواہ بھی کوئی ایسا تلاش کرنا پڑے گا کہ جب اُس عالم میں خالق اُن کو عہدۂ نبوت پہ فائز کر رہا تھا تو ایسا گواہ دیکھنا پڑے گا جو اس وقت اس عالم میں ان کو نبی بنتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ آج سے لے کر آفتاب قیامت کے اُبھرنے تک تاریخ پڑھتے جائیں، احادیث پڑھتے جائیں، تفاسیر قرآن پڑھتے جائیں، حیدر کرارؑ کے سوا کوئی اس دعوے کا دعویدار نظر نہیں آئے گا۔ نبی فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ

مولا علیؑ کا دعویٰ

علیؑ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ وَلِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ

(نعرہ)

میں اس وقت ولایت کبریٰ کی منزلیں طے کر چکا تھا جب آدمؑ کا ابھی ڈھانچہ بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا جس علیؑ ولی کے سینے میں پورے قرآن کا علم موجود ہے ماننا پڑے گا کہ ساری کائنات سے بڑھ کر عالم علم لدنی وہی ہے۔ کیونکہ قرآن کوئی معمولی کتاب نہیں۔

علم الاولین ہو یا علم الآخرین آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ تک تمام انبیاء و مرسلین کی کتابوں، تمام انبیاء و مرسلین کے صحیفوں، تمام انبیاء کی شریعتوں کا اگر لب لباب، اگر اُن کا خلاصہ، اگر اُن کا نچوڑ آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو قرآن کو پڑھ لیں جہاں سارے نبیوں کی شریعتوں کا لب لباب مل جائے گا وہاں قرآن کے اندر کچھ وہ علوم بھی مل جائیں گے جو آدمؑ سے لے عیسیٰؑ تک نبیوں کی کتابوں میں بھی نہیں مل سکیں گے۔ (نعرہ)

اس لیے خالق فرماتا ہے:۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ (سورہ الانعام)

کائنات ارضی وسماوی کا کوئی ایسا خشک وتر موجود نہیں ہے جس کا تذکرہ کتاب مبین کے اندر موجود نہ ہو۔ لہٰذا جو عالم علم قرآن ہوگا وہ عالم کے تمام رطب ویابس کا عالم بھی ہوگا۔ (صلوات)

اہل ذکر کون ہیں؟

دوسری آیہ مبارکہ خالق فرماتا ہے:۔

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (سورہ النحل)

اے ایمان کے دعویدارو! جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اہل ذکر سے جا کر اس کا سوال کرو۔ یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہو چکی ہے کہ خالقِ اکبر نے قرآن میں چیزوں کو ذکر کہا ہے ایک نبی کو دوسرا قرآن کو:۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (سورہ الطلاق)

میں نے نبیؐ کو ذکر بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تو جب نبیؐ کو خالق نے قرآن میں ذکر کہا ہے تو اہل ذکر ہوں گے آلِ نبیؐ۔ اور ظاہر ہے کہ آل نبی علیؑ سے لے کر مہدی دوراںؑ تک ہیں۔ اور دوسرا خالق نے قرآن میں خود قرآن کو ذکر کہا ہے کہ:۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ (سورہ یاسین)

کہ یہ قرآن کیا ہے؟ کوئی شعر وشاعری کی کتاب نہیں ہے یہ تو کائنات کے لیے ذکر ہے۔ تو قرآن میں خالقِ اکبر نے قرآن کو ذکر کہا۔ تو اہل ذکر سے مراد ہوں گے اہل قرآن یعنی وہ ہستیاں جن کے گھروں میں قرآن اُترا ہے اور یہ

بات بھی کسی وضاحت اور کسی صراحت کی محتاج نہیں ہے کہ وہ ہستیاں کہ جن کے گھروں میں قرآن اُترا ہے یا نبیؐ ہیں یا علیؑ ہیں کوئی اور غیر نہیں ہے۔ (نعرہ)

لہٰذا اہل ذکر سے مراد اہل بیت رسالت اور اہل قرآن بھی وہی ہیں۔ اور دوسرے معنی کے اعتبار سے بھی یا علیؑ ہیں یا اولادِ علیؑ ہیں۔ نہ کوئی خاندان نبیؐ اور ہے، نہ کوئی وارث قرآن اور ہے۔ تو جب اس آیت میں خالق نے پوری کائنات کے اہل ایمان کو حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اہل ایمان میں صرف انسان نہیں جنات بھی ہیں، ملائکہ بھی ہیں، انسان بھی ہیں تو گویا آسمان کے قدسیوں کو بھی حکم ہے کہ اہل ذکر سے سوال کرو، جنات کو بھی حکم ہے کہ اہل ذکر سے سوال کرو اور انسانوں کو بھی حکم ہے کہ اہل ذکر سے سوال کرو۔

تو اب اللہ کے اس فرمان سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ اہل ذکر کو ایسا ہونا چاہیے کہ فرشتے آکر سوال کریں، جنات آکر سوال کریں اور انسان آکر سوال کریں۔ شریعت کے بارے میں کریں یا دُنیا کے بارے میں کریں، ماکان کے بارے میں کریں یا مایکون کے بارے میں کریں، فوق السماء کے بارے میں کریں یا تحت الثریٰ کے بارے میں کریں اہل ذکر وہ ہوسکتا ہے کہ ہر سائل کا سوال ابھی ختم نہ ہونے پائے کہ اس کا نقد جواب موجود ہو۔ (نعرہ)

ینابیع المودۃ، ارجح المطالب وغیرہ جیسی کتابیں چھلک رہی ہیں ان میں ہمارے برادرانِ اسلامی کے علماء نے اعتراف کیا ہے کہ اہل ذکر سے مُراد علیؑ اور اولادِ علی علیہم السّلام ہیں۔

علم قرآن کا وارث

تیسری آیت خالق فرماتا ہے:

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا
(سورہ فاطر آیت ۳۲)

کہ ہم نے پیغمبرؐ خاتم کے بعد اِس علم قرآن کا وارث اُن بندوں کو قرار دیا ہے جن کو ساری کائنات میں سے ہم نے چن لیا ہے۔ پتا چلا کہ پیغمبرؐ دُنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو علم قرآن اپنے سینے میں لے کر نہیں گئے بلکہ کچھ ہستیوں کو وارث علم قرآن بنا کے گئے ہیں۔ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

بَلۡ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ
(سورہ العنکبوت آیت ۴۹)

کہ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ روشن بیّنات ہیں، یہ آیات بیّنات ہیں اور اُن ہستیوں کے سینے میں ہیں جن کو ہم نے علم کی دولت دے کر دُنیا میں بھیجا ہے۔اب وہ ہستیاں کون ہیں کہ جن کے سینوں میں علم قرآن کا سمندر موجیں مار رہا ہے؟ وہ کون سی ہستیاں ہیں کہ جن کے سینوں میں علم قرآن کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے؟

تو یہ اُس ہستی سے پوچھنا پڑے گا جس کے قلب مقدس پہ قرآن اُترا ہے کہ یا رسولؐ اللہ آپ فرمائیں، آپ بتائیں، آپ ہمیں سمجھائیں کہ وہ ہستیاں کون ہیں کہ جن کو خالق نے آپ کے بعد آپ کے قرآن کا وارث بنایا ہے؟

فرمان پیغمبرؐ

پیغمبرؐ کا وہ غیر فانی فرمان ہماری رہنمائی کے لیے، ہماری دستگیری کے لیے کافی اور وافی ہے۔جس میں فرماتے ہیں:۔

اِنِّیۡ تَارِكٌ فِیۡكُمُ الثَّقَلَیۡنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتۡرَتِیۡ اَهۡلَ بَیۡتِیۡ مَا اِنۡ تَمَسَّكۡتُمۡ بِهِمَا لَنۡ تَضِلُّوۡا بَعۡدِیۡ وَ اِنَّهُمَا لَنۡ یَفۡتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الۡحَوۡضَ

میں دنیا سے جا رہا ہوں لیکن تمہاری رشد و ہدایت کے لیے، تمہاری فلاح و بہبود کے لیے، تمہاری بہتری و برتری کے لیے، تمہیں جہنم سے بچانے کے لیے، تمہیں جاگیر جنت دلانے کے لیے، تمہیں خالق و مالک کی خوشنودی کا پروانہ دلوانے کے لیے دو عظیم المرتبت، دو نفیس اور قیمتی چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ۔ایک کو اللہ کی کتاب کہتے ہیں اور دوسری چیز کو میری عترت اہل بیت کہتے ہیں ۔جب تک تم ان دونوں کے دامن سے وابستہ رہو گے اُس وقت تک کبھی گمراہ نہیں ہو گے ۔

تو کیوں نہ عرض کر دوں کہ نبیؐ دو چیزیں چھوڑ کے گئے ہیں ایک قرآن صامت دوسرا قرآن ناطق ۔اگر سیدھے راستے پہ چلنا ہے ادھر قرآن کو پڑھتے جاؤ اور جو کچھ قرآن میں لکھا ہے علیؑ اور اولادِ علیؑ کے کردار میں اُس کو بولتا ہوا دیکھتے جاؤ جو کچھ قرآن میں مکتوبی شکل میں نظر آئے گا وہ علیؑ کے کردار میں بولتا ہوا قرآن نظر آئے گا ۔ (نعرہ)

میں سمجھتا ہوں کہ اتنی آیتیں ہی کافی ہیں ورنہ :۔

ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

یہی وجہ ہے کہ جن اہل علم کا ابھی میں نے نام لیا اُن کے علاوہ متعدد علماء نے اپنی کتابوں میں صراحت کی ہے کہ وہ وارثانِ علم کتاب، وہ اللہ کے منتخب روزگار بندے سوائے علیؑ اور اولادِ علیؑ کے کوئی اور نہیں ہیں ۔ (صلوات)

پیغمبرؐ کی نظر میں عالم علم لدنی

آؤ اب پیغمبرؐ خاتم کے دفتر احادیث میں دیکھیں کہ آنحضرتؐ کے بعد عالم علم لدنی کون ہے؟ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پیغمبرؐ خاتم کی نظرِ نبوت میں تمام عالمین کے اندر سب سے بڑا عالم علم لدنی کون ہے؟ لوگ جس

کو چاہیں بڑھائیں، جس کو چاہیں گھٹائیں آپ جانتے ہیں کہ: ۔

ع پیراں نمی پرند مریداں می پرانند

پیر نہیں اُڑتے بلکہ مرید اُڑاتے ہیں۔ لوگوں کی مرضی جس کو چاہیں آسمان چہارم تک لے جائیں، جس کو چاہیں تحت الثریٰ تک نیچے گرائیں۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں: ۔

ے خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

آؤ کتب فریقین کو سامنے رکھیں بلکہ بہتر فرقوں کے مذہبی لٹریچر کو سامنے رکھیں اور پھر پیغمبرؐ خاتم کی بارگاہ رسالت میں رجوع کریں اور اُن سے معلوم کریں کہ اُن کی نظر نبوت میں اُن کے بعد پورے عالمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟

اس سلسلہ میں میں کوئی ایک دو نہیں، دس بیس نہیں اگر چاہوں تو سینکڑوں پیغمبر خاتمؐ کے فرمودات، ارشادات کتب اہل اسلام سے پیش کر سکتا ہوں لیکن اگر مختصر اور قلیل تعداد میں کوئی چیز ہو لیکن قلّ ودلّ کے مصداق ہو تو اس کثیر سے بہتر ہے کہ صرف عدد بڑھایا جائے، مفہوم ایک ہی ہو۔ اس لیے بطور ما قلّ و دلّ کے میں تین چار پیغمبرؐ کے ارشادات پیش کرنا اپنے مدعا کے ثبوت کے لیے کافی ووافی جانتا ہوں۔ حدیثیں اور بھی ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی اسلام کا فرقہ چوں چراں کرنے کی جسارت و جرأت نہیں کر سکتا۔ تمام اہل اسلام کی کتابیں چھلک رہی ہیں کہ پیغمبرؐ نے استعارہ اور کنایہ کے پیرائے میں فرمایا: ۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ مِنَ الْبَابِ

میں علم کا شہر ہوں اور اُس کا دروازہ علیؑ ہیں جو شخص میرے شہر علم میں

داخل ہونا چاہتا ہے اور علوم نبوت سے اپنے دامن مراد کو بھرنا چاہتا ہے۔ نبیؐ فرماتے ہیں میں اُسے مشورہ دوں گا کہ اُسے چاہیے کہ پہلے بابِ علیؑ پہ حاضری دے۔

(نعرہ)

اسے کہتے "دریا بحباب اندر" پیغمبرؐ نے بلبلے میں پورا سمندر بند کر دیا ہے یا یوں عرض کروں "دریا بکوزہ اندر" پیغمبرؐ نے کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ اب میں خود نہیں کہتا خود اہل اسلام سے پوچھو کہ پیغمبرؐ کے شہر علم کے اندر کیا ہے؟ کوئی کائنات کا ایسا علم، کوئی کائنات کا ایسا فن، کوئی کائنات کا ایسا ہنر، کائنات علمی کا کوئی ایسا شعبہ، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کوئی ایسا علم ہے جس کے عالم مصطفیٰؐ نہ ہوں؟ کیا پیغمبرؐ صرف شریعت کے علم کے عالم تھے؟ یا باقی کائناتی علوم کے بھی ماہر تھے؟

جو آپ پیغمبرؐ کے بارے میں نظریہ قائم کریں گے، آپ کو ماننا پڑے گا، جو کچھ شہر میں ہے اگر باہر آئے گا تو دروازہ کی طرف سے ہی باہر آئے گا۔

اگر نبیؐ کا علم صرف علوم شریعت تک محدود ہے تو پھر علیؑ کا علم بھی شریعت تک محدود ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر آپ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے نبیؐ کے علم کی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے، کوئی شعبہ علم معین نہیں کر سکتے، اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے: الرحمٰن علم القرآن ہمارا نبیؐ وہ ہے جن کا معلم خالق دوجہان ہے۔ جس کا پڑھانے والا خدا ہو اور جس کی سند یہ ہو کہ:۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ (سورہ النساء آیت ۱۱۳)

اے میرا حبیبؐ جو کچھ تو نہیں جانتا تھا وہ سب کچھ میں خالق نے تجھے پڑھا دیا ہے۔ اگر پیغمبرؐ کے علم میں نقص ہے تو پھر خالق کے علم میں نقص ماننا پڑے گا، لیکن اگر معلم ناقص نہیں، دینے والے، پڑھانے والے کے مبدا جود

میں کوئی کمی نہیں، کوئی بخل نہیں، اور پڑھنے والے کے دامن میں بھی کوئی کمی نہیں ہے کوئی کوتاہی نہیں ہے تو پڑھانے والا جواد ہے پڑھنے والا بہت بڑے وسیع دامن والا ہے۔

اب اللہ ہی بہتر جانے کہ اُس نے پڑھایا کتنا اور مصطفیٰ نے پڑھا کتنا؟۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ پورے عالمین میں آدمؑ سے لے کر عیسیٰ ابن مریمؑ تک سارے نبیوں کا علم اگر اکٹھا کر دیا جائے تو نبیؐ کے علم کے مقابلے میں وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ کی ہوتی ہے۔ (نعرہ)

تو نبیؐ ہیں شہرِ علم، علیؑ ہیں اُس کا دروازہ اور نبیؐ مشورہ دے رہے ہیں بلکہ حکم دے رہے ہیں: فَلْيَأْتِ مِنَ الْبَابِ جو بھی میرے شہرِ علم میں داخل ہونا چاہتا ہے اور علوم نبویہ، علم الٰہیہ، علوم ربانیہ سے دامن مراد کو پر کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ بابِ حیدرؑ پہ حاضری دے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالمین کا نبیؐ رحمۃ للعالمین، نذیر للعالمین، خاتم الانبیاء والمرسلین جب اپنے شہرِ علم کا دروازہ علی ولیؑ کو بنا رہے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو سوچ کر اس کا جواب دینا ہوگا کہ اُس نبی خاتمؐ، اُس نبی اُمی، اُس عالمی نبی کی نگاہِ نبوت میں علیؑ سے بڑھ کر یا علیؑ کے برابر کوئی اور بھی عالمین میں عالم تھا یا نہیں تھا؟

اگر کہتے ہو کہ نبی خاتمؐ کی نگاہِ نبوت میں علیؑ سے بڑھ کر یا علیؑ کے برابر کوئی اور عالم تھا تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ اُن کو نظر انداز کیوں کیا اور علیؑ کو منتخب کیوں کیا؟ کیا اس لیے کہ وہ غیر تھے اور علیؑ اپنے تھے، وہ اغیار تھے علیؑ رشتہ دار تھے، وہ پرائے تھے وہ بیگانے تھے علیؑ یگانے تھے۔ تو جو کنبہ پروری فرمائے، جنبہ داری فرمائے، جو غلط حمایت کاری فرمائے وہ تو ایک منصف مزاج جج بھی نہیں ہوسکتا تو خاتم الانبیاء عصمت کبریٰ کا تاجدار کس طرح وہ سکتا ہے؟

لہٰذا وہی راستے ہیں اگر یہ کہتے ہو کائنات میں علیؑ سے بڑھ کر یا علیؑ کے برابر کوئی اور عالم بھی تھا پر اُس کو غیر سمجھ کر نبیؐ نے نظر انداز کر دیا۔ تو نبیؐ پر کنبہ پروری کا الزام عائد ہوگا، اور جو کنبہ پروری فرمائے، جو جنبہ داری فرمائے وہ معصوم نہیں ہوسکتا، جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا، جو نبی نہ ہو وہ خاتم الانبیاء نہیں ہوسکتا۔ (نعرہ)

علیؑ کو عالم علم لدنی نہ ماننے کا انجام

لہٰذا اگر کوئی اور علیؑ کے برابر عالم مانو گے تو حسنینؑ کے نانے کی نبوت کا کلمہ چھوڑنا پڑے گا۔ اور اگر ان کو نبی ماننا ہے، اُن کو خاتم الانبیاء جاننا ہے تو میرے بزرگو، میرے بھائیو اور میرے عزیزو! ہر مسلک اسلامی سے تعلق رکھنے والو سوچ کے کہتا ہوں، سمجھ کے کہتا ہوں اور آپ بھی سوچ و سمجھ کے فیصلہ کریں اگر نبی کا کلمہ پڑھنا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ عالمین کے نبیؐ کی نگاہ میں پورے عالمین کے اندر، عالم علیا کے اندر، عالم سفلی کے اندر، ما کان کے اندر، ما یکون کے اندر، فوق السماء کے اندر، تحت الثریٰ کے اندر پیغمبرؐ خاتم کی نظر میں علیؑ کے برابر کوئی عالم نہیں تھا۔ (نعرہ)

علامہ سید حامد حسین لکھنوی اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے اسی مدینۃ العلم کی حدیث پر عبقات الانوار کی دو ضخیم جلدیں مرتب فرمائی ہیں اور ہمارے برادران اسلامی کی ایک سو بیالیس مستند اور معتبر کتابوں سے سچے راویوں کی زبان سے اس حدیث مقدس کے اسانید جمع فرما کر ثابت کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو کائنات میں مصطفیٰؐ کی کوئی ایک حدیث بھی درست نہیں ہے۔ (صلوات)

غلط روایات

میں صرف اشاروں اور کنایوں میں لپیٹ کے ایک بات یہاں اور عرض

کر کے آگے بڑھوں گا کہ کچھ لوگوں نے علیؑ کے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی شامل کرنے کی ناکام کوشش ضرور کی ہے کہ پیغمبر فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں تو انہوں نے کہا شہر بنتے ہیں مکانوں سے اور کوئی مکان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک پہلے اس کا کوئی میدان نہ ہو کوئی جگہ نہ ہو پھر جگہ پر جب تک دیواریں نہ کھڑی کی جائیں، دیواروں پر جب تک چھت نہ ڈالی جائے پھر چھتیں قائم نہیں رہ سکتیں جب تک نکاسی آب کے لیے کوئی پرنالہ نہ لگایا جائے ۔لہٰذا یہ ٹھیک ہے کہ پیغمبرؐ شہر علم ہیں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، پر فلاں صاحب اُس کی دیواریں ہیں، فلاں صاحب اس کی چھت ہیں، فلاں صاحب اس کا پرنالہ ہیں جب کوٹھا مکمل ہو جائے گا تو دروازہ علیؑ بن جائیں گے ۔ پر انہوں نے یہ نہ سوچا اتنی محنت بھی کی، زحمت بھی کی لیکن پرنالہ پھر بھی وہیں کا وہیں نظر آتا ہے ۔خدا فرماتا ہے:۔

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (سورہ البقرہ آیت ۱۸۹)

جب کسی گھر میں داخل ہوتا ہو تو دروازہ کی جانب سے داخل ہوا کرو ۔ یہ بات میری وضاحت کی محتاج نہیں کہ اگر کوئی عقل مند دروازے کو چھوڑ کر دیواروں میں نقب لگا کے اندر چلا جائے یا چھتوں کو پھاڑ کے اندر چلا جائے یا پرنالوں کو اکھیڑ کے اندر گھس جائے تو اُس کا نام کیا ہوتا ہے اور اُس کا انجام کیا ہوتا ہے:۔

؎ آپ ہی اپنے جور و جفا پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

(صلوات)

یہ تو خیر عقلی جواب تھا اور جو صاحبان صرف لکیر کے فقیر ہوتے ہیں کہ کسی

محدث نے بھی اس حدیث کو غلط کہا ہے تو ان کے اضافۂ معلومات کے لیے میں علامہ فہامہ ابن حجر مکی کی کتاب "الفتاویٰ الحدیثیہ" مطبوعہ مصر اس کے اندر انہوں نے واضح طور پہ اس حدیث مدینۃ العلم کی توثیق کرنے کے بعد تصحیح کرنے کے بعد اُس میں بھی لکھی اور صواعق محرقہ میں بھی لکھی لیکن یہ جو دُم چھلے والی روایت ہے اس کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن جریر کہتے ہیں کہ:۔

هذا الحديث بهذا الاسناد ضعيفٌ

کہ یہ حدیث مدینۃ العلم جس کے ساتھ یہ دیواروں والا، پرنالوں والا، چھتوں والا تتمہ لگا ہوا ہے یہ اس تتمہ کے ساتھ اتنی ضعیف ہے کہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

(صلوات)

یہ پیغمبر خاتمؐ کی ایک حدیث شریف ہزاروں احادیث مبارکہ میں سے میں نے پیش کی ہے۔

علم علیؑ اور کائنات

آؤ تبرکاً ایک دو اور حدیثیں پیش کر دوں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اور یہ روایت بھی الریاض النظرہ میں، مطالب السؤل میں، ارجح المطالب میں، ینابیع المودۃ میں، فرائد السمطین حموینی میں الغرض بیسیوں کتابوں کے اندر موجود ہے فرماتے ہیں:۔

قسم العلم على عشرة اجزاءٍ

پوری کائنات کے علوم کو اکٹھا کیا جائے تو دس حصوں پر ان کو تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

لقد اعطى علی تسعةُ اعشار العلم

حیدر کرارؑ کو نو حصے علم کے بلا شرکت غیرے دیئے گئے ہیں:۔

لقد شارکہ فی العشر الباقی

اور جہاں تک دسویں حصے کا تعلق ہے اُس دسویں حصے میں بھی علیؑ شریک غالب نظر آتے ہیں۔ (نعرہ)

اندازہ لگاؤ جب پیغمبرؐ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے بعد تمام کائنات کے علم کو دس حصوں پہ تقسیم کیا جائے تو نو حصے تو بلا شرکت غیرے علیؑ کے حصے میں جاتے ہیں باقی جو کائنات کو دیا گیا وہ علم کا دسواں حصہ ہے اور اس دسویں حصے میں بھی شریک غالب میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ نظر آتے ہیں۔ اب بتاؤ اس نبیؐ کے فرمان کی روشنی میں، پیغمبرؐ کے بعد ساری کائنات سے بڑا عالم کون نظر آتا ہے؟۔ (صلوات)

اور اگر ان ساری چیزوں سے ماورا، اگر کوئی بندہ یہ چاہتا ہے کہ میں تو تب مانوں گا کہ پیغمبرؐ علیؑ ولی کا نام لے کر یہ وضاحت کر دیں کہ جہاں جہاں تک میری نبوت و رسالت کا تعلق ہے، علیؑ پوری کائنات میں سب سے بڑے عالم علم لدنی نظر آتے ہیں۔ تو میں ان حضرات کی تواضع طبع کے لیے یہ مطالبہ بھی پورا کیے دیتا ہوں کہ علامہ ابن عبدالبر ہمارے برادران اسلامی کے نامور عالم دین گزرے ہیں جن کی کتاب "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" صحابہ کرام کے حالات میں بہت بڑی مستند اور معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جو ایک بار حیدر آباد دکن سے اور کئی بار مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے اندر امیر المومنینؑ کے حالات کے سلسلہ میں وہ پیغمبر خاتمؐ کی یہ حدیث مبارک درج کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے، ما ینطق عن الھویٰ کے مصداق نبیؐ نے، علت غائی کائنات نبیؐ نے، ساری دنیا اور سارے عالم کے عالمی نبیؐ نے فرمایا:۔

اعلم امتی علی بن ابی طالب

فرماتے ہیں جہاں جہاں تک میری نبوت و رسالت کا تعلق ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بات سب جانتے اور مانتے ہیں کہ جہاں تک رب العالمین کی ربوبیت کا تعلق ہے وہاں وہاں تک حسنینؑ کے نانے کی رحمت و رسالت کا تعلق نظر آتا ہے۔ وہ رب العالمین ہے یہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ وہ اللہ العالمین ہے یہ نذیر للعالمین ہیں۔ تو عالمین کا عالمی نبیؐ کہتا ہے کہ جہاں جہاں تک میری امت کا تعلق ہے سب سے بڑھ کر اگر کوئی عالم علم لدنی ہے تو وہ میرا بھائی علیؑ ولی ہے کوئی غیر نہیں ہے۔ (نعرہ)

یہ ہیں تین آیتیں اور یہ ہیں پیغمبرؐ کی تین روایتیں ان کی روشنی میں پتا چل گیا کہ ہر جگہ تین کا عدد کوئی ایسا نہیں ہوتا کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے، مغرب کی رکعتیں بھی تین ہیں۔ (صلوات)

بزرگوں کے تین قول

تین آیتیں، تین روایتیں پیش کی جا چکیں تو آؤ بزرگوں کے تین قول بھی پیش کر دوں۔

① حضرت عمر ہماری اسلامی برادری کے دوسرے خلیفے اُن کا قول، علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء کے اندر متعدد سندوں سے اور ان کے علاوہ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے:۔

أَقْضٰنَا عَلِیٌّ ہم سارے صحابۂ رسول میں سے جو سب سے بڑا قاضیِ شریعت ہے، جو سب سے بڑے اعلیٰ و عمدہ فیصلے کرنے والا عالم علوم رسالت ہے وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے کوئی غیر نہیں ہے۔ (نعرہ)

② آؤ عبداللہؓ ابن عباسؓ دوسرے صحابی کا بھی قول پیش کر دوں، ابن عباسؓ جو پیغمبرؐ کے چچا زاد بھائی بھی ہیں، صحابی بھی ہیں، علیؑ ولی کے شاگرد بھی

ہیں اور عالم اسلام کے بحر العلوم بھی ہیں، استاذ المفسرین بھی ہیں اور رئیس المحدثین بھی ہیں ۔ اُن سے کسی بندے نے چند مشکل مسئلے دریافت کیے ۔ خطیب ممبر سلونی کے شاگرد نے چٹکی میں وہ مسئلے حل کر دیے ۔ تو سائل نے تعجب کے لب ولہجہ میں کہا ابن عباسؓ ! اس وقت روئے زمین پر آپؓ کے برابر کوئی دوسرا عالم بھی ہے؟ کوئی ہم جیسا ہوتا تو پھولا ہوا کپڑوں میں نہ سماتا ۔ کہ "جہاں ناقدرے بہت ہیں کوئی تو قدردان بھی ہے" ۔ لیکن ابن عباسؓ سن کر چیں بجبیں ہو گئے کہ تم مجھے سب سے بڑا عالم سمجھ رہے ہو؟ ابھی حقیقی عالم تو تم نے دیکھا ہی نہیں ہے ۔

سائل اور بھی زیادہ حیران و پریشان ہو گیا ۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ سب سے بڑے عالم ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ ابھی تو حقیقی عالم میں نے دیکھا ہی نہیں ۔ ذرا اس کا نام تو بتائیں کہ وہ آپ سے بڑا عالم کون ہے؟ ابن عباسؓ نے پھر کہا کہ صرف مجھ سے بڑا عالم کہہ کے ان کے علم کی توہین نہ کر، وہ صرف مجھ سے بڑا عالم نہیں، نقل بالمعنیٰ عرض کر رہا ہوں، کن سے بڑا عالم ہے؟ ابن عباسؓ کہتے ہیں سنو: ۔

ما علمی و ما علم اصحاب محمد فی جنب علم علی ابن ابی طالب الا القطرۃ فی جنب سبعۃ ابحر

صرف میرا نہیں بلکہ پیغمبرؐ خاتم کے تمام صحابہ کرام کے علم کو اکٹھا کر دیا جائے، اور ہم سب کے علم کو اکٹھا کر کے جمع کر کے علیؑ کے علم کے مقابلے میں رکھ دیا جائے تو جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے نسبت ہوتی ہے ہم سب کے علم کو علیؑ کے علم سے وہی نسبت نظر آئے گی ۔ (نعرہ)

اطمینان قلب کے لیے پڑھو" ارجح المطالب" پڑھو" ینابیع المودۃ" پڑھو

"فرائد السمطین" پڑھو "نور الابصار" تا کہ پتا چل جائے کہ علیؑ ولی کا مقام اصحابِ رسولؐ کی نظروں میں کتنا بلند ہے؟ (صلوات)

③ پھر مجھے حضرت عمر کا قول یاد آ رہا ہے کہ جنھوں نے پیغمبرؐ کے دور میں کہا تھا کہ "حسبنا کتاب اللہ" میں نے خود مطالعہ کیا ہے تقریباً کم و بیش بہتر مقام آج بھی سینۂ تاریخ کے اندر محفوظ نظر آتے ہیں جن مقامات پر حضرت عمر نے علیؑ ولی کی رہنمائی کرنے پر اقرار کیا تھا کہ:۔

لولا علیؑ لھلک عمر

اگر حیدر کرارؑ میری دستگیری نہ کرتے تو میں ہلاک و برباد ہو جاتا۔

(صلوات)

فرمان علی علیہ السلام

اب آؤ وقت کا دامن بالکل تنگ ہو رہا ہے۔علیؑ ولی کی زبان سے بھی تو تین فرمان سن لو۔ (صلوات)

① علامہ ابوالحسن شعرانی نے اپنی کتاب "المیز ان الکبریٰ" مطبوعہ مصر کے اندر جناب امیر المومنینؑ کا ایک قول نقل کیا ہے یہ عالم بہت بڑے جلیل عالم ہیں ہمارے بھائیوں کے، ان کی کتاب کئی بار مصر میں چھپ چکی ہے۔اس میں فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ کہا کرتے تھے کہ:۔

لو شئت لا وقرت سبعین بعیراً من تفسیر فاتحة الکتاب

اگر حالات ساز گار ہو جائیں اور مَیں مسند تفسیر بچھا کر قرآن کی تفسیر لکھنے بیٹھ جاؤں۔فرماتے ہیں الحمد کی سات آیتیں ختم نہیں ہوں گی کہ ستر اونٹ کا بوجھ بن جائے گا۔اندازہ لگاؤ جو قرآن کی تفسیر لکھنے بیٹھ جائے اور سورہ الحمد کی سات آیتوں کی تفسیر میں ستر اونٹ کا بوجھ تیار کر سکتا ہے اُس کے علم کا اندازہ

لگانا نوع بشر کے دماغوں کی رسائی سے ماوراء نظر آتا ہے۔ اس لیے مولا علیؑ نے خطبہ شقشقیہ میں اپنے بارے میں ایک جملہ فرمایا جس کو میں یہاں پیش کرنا مناسب جانتا ہوں کہ:۔

فرماتے ہیں میری ذات سے علم کے چشمے ابل رہے ہیں اور میرا علمی مقام اتنا بلند ہے، اس قدر اجل وارفع ہے کہ تمہاری عقل وخرد کا پرندہ جس قدر چاہے بلندیوں پہ پرواز کرے اُس کے پر جل جائیں گے لیکن علیؑ کی بلندیوں کو کبھی چھو بھی نہیں سکے گا۔ (نعرہ)

۲ دوسرا فرمان جناب امیر المومنینؑ کا جو زبان زد خلائق ہے فرماتے ہیں:۔

لو ثنیت لی الوسادة و جلست علیھا لحکمت بین اھل الزبور بزبورھم و اھل التوراة بتوراتھم و اھل الانجیل بانجیلھم و اھل الفرقان بفرقانھم حتیٰ ینطق کل کتاب لقد قضٰی علی بما فیّ

اگر میرے لیے مسند قضاوت بچھا دی جائے اور میں علیؑ ولی اس پہ بیٹھ جاؤں، فرماتے ہیں میں زبور والوں کے فیصلے زبور سے کروں گا، میں تورات والوں کے فیصلے تورات سے کروں گا، میں انجیل والوں کے فیصلے انجیل سے کروں گا اور میں قرآن والوں کے فیصلے قرآن سے کروں گا۔ اور عجیب جملہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ میں علیؑ فیصلے بھی وہ کروں گا کہ ہر کتاب زبان حال سے پکار پکار کے کہے گی کہ حسنینؑ کے بابے نے، ابوطالب کے بیٹے نے وہ فیصلہ کیا ہے جو خالقِ اکبر نے مجھ میں لکھ دیا ہے۔ (نعرہ)

۳ اور اب سب سے ماوراء، اور سب سے بلند و بالا میرے آقا کا وہ دعویٰ ہے کہ جس دعوے میں مصطفیٰؐ کے سوا آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کوئی نبی بھی ان کا

شریک نظر نہیں آتا۔ اور وہ، وہ دعویٰ ہے جو دُنیا جانتی ہے جس پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

حال ہی میں چند جلدوں میں ایران سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام بھی ہے کہ "سلونی سلونی قبل ان تفقدونی" دو جلدیں اس کی میرے پاس بھی موجود ہیں جبکہ اس کی اور جلدیں بھی ہیں جس کا نام یہی ہے سلونی سلونی قبل ان تفقدونی۔ اس میں ہزاروں واقعات درج کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ وہ بلند و بالا دعویٰ ہے، یہ وہ عظیم المرتبت دعویٰ ہے؛ یہ وہ اجل وارفع دعویٰ ہے کہ آدمؑ صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ تک نہ کسی نبی نے کیا ہے نہ کسی وصی نے کیا ہے اگر یہ دعویٰ کیا ہے اور نبھایا ہے تو یا نبیؐ نے یا پھر علیؑ نے۔ (نعرہ)

علیؑ ولی کے بعد کچھ لوگوں نے علیؑ کی برابری کی جرأت ضرور کی ہے اور جسارت ضرور کی ہے کہ:۔

ع بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

لیکن علامہ امینی کی الغدیر ایک پوری مجلد تقریباً اس موضوع کے لیے وقف نظر آتی ہے کہ جس نے بھی علیؑ ولی کے بعد سلونی کا دعویٰ کیا خالق نے اسی موقع پر، اسی مقام پر، اسی لمحے اور اسی لحظہ میں اُس کو یوں ذلیل و رسوا کیا کہ اُس کو اقرار کرنا پڑا کہ خالق نے مجھے اس لیے ذلیل کیا ہے کہ میں نے علیؑ ولی کی برابری کی جرأت کی تھی۔

اب بھی وقت کے دامن میں گنجائش ہوتی تو ذرا طبیعت کے سرور کے لیے، ایمان کی تازگی کے لیے، ایقان کا بالیدگی کے لیے دو چار واقعات عرض کرتا لیکن:۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے نا گفتہ رہ گئے

(صلوات)

الغرض امیر المومنینؑ مولا کے فرمان بھی میں نے تین پیش کر دیے کہ مولائے کائنات کا علمی مقام کس قدر بلند و بالا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جیسا کج مج لسان آدمی، ہیچ مدان آدمی اُس امیر المومنینؑ کے علمی مقام کا کیا تعارف کرا سکتا ہے، اُن کا لوگوں کے سامنے کیا علمی مقام پیش کر سکتا ہے۔ اُن کا تعارف یا خالق کرائے یا مصطفےٰؐ کرائے:۔

کس سے ہو سکتی ہے مدّاحیِ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں!

جنابِ امیرؑ کا علمی مقام

جنابِ امیر المومنینؑ کا علمی مقام اس قدر بلند اور بالا نظر آتا ہے کہ ہمارے برادران اسلامی کے نامی گرامی عالم علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے نہج البلاغہ کی شرح کی پہلی جلد میں یہ ثابت کیا ہے کہ کائنات میں جتنے اسلامی علوم موجود ہیں وہ نکلے ہی علیؑ ولی کے گھر سے تھے۔ تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ وہ کہتے ہیں علم نحو و صرف کو دیکھا جائے اس کا پہلا استاد ابوالاسود کو سمجھا جاتا ہے اور یہ حیدر کرارؑ کا ادنیٰ شاگرد تھا۔ جس کو مولاؑ نے صرف و نحو کے چند قواعد و کلیہ بتائے تھے کہ:

کل فاعل مرفوع و کل مفعول به منصوب و کل مضاف الیه مجرور

تو جناب نے اس کو چند قواعد بتائے۔ جس سے آگے لوگوں نے استنباط

کیا تو نحو کے علم اور صرف کی بازگشت بھی مولا امیرؑ کی طرف ہوتی ہے۔

جہاں تک علم تفسیر کا تعلق تو سب علماء ہیں سے، صحابہ رسول میں سے جن کو سب رئیس المفسرین کہتے ہیں وہ عبداللہ ابن عباسؓ ہیں اور وہ حیدر کرار کے ادنٰی شاگرد نظر آتے ہیں۔ تو علم تفسیر کی بازگشت بھی امیر المومنینؑ کی ذات والا صفات کی طرف نظر آتی ہے۔

اور جہاں تک احادیث نبویہ کا تعلق ہے جتنے بھی بڑے بڑے محدث گزرے ہیں سب اپنا استناد ابن عباسؓ تک پہنچاتے ہیں اور ابن عباسؓ علی ولی کے ادنٰی شاگرد نظر آتے ہیں۔ اور جہاں تک علم فقہ کے اماموں کا تعلق ہے ہمارے برادران اسلامی کے چار ائمہ ہیں، اور ان کے فقہی مسلک چار ہیں۔ امام مالک، امام اعظم، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل چاروں کے سلاسل حیدر کرار تک پہنچتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

☆ جناب امام مالک ربیعہ رائی کے شاگرد، ربیعہ رائی جناب عکرمہ کے شاگرد، جناب عکرمہ عبداللہ ابن عباسؓ کے شاگرد اور جناب ابن عباسؓ حیدر کرارؑ کے شاگرد۔ ان کا سلسلۂ فقہ جناب امیرؑ تک پہنچ گیا۔

☆ امام اعظم کو لے لو، امام اعظم جناب محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کے شاگرد ہیں۔ جس کو شک ہو تو شبلی نعمانی کی سیرت نعمان مطبوعہ آگرہ کا صفحہ ۱۲۵ اٹھا کر دیکھے کہ انہوں نے پورے شد و مد کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ امام اعظم نے جو کچھ علم و فضل حاصل کیا یہ خاندان رسالت کے دسترخوان علم کی ادنٰی خوشہ چینی کا نتیجہ تھا۔ تو یہ امامینؑ کے شاگرد، امامینؑ، امام زین العابدینؑ کے شاگرد، وہ اپنے والد ماجد امام حسین علیہ السلام کے شاگرد، وہ اپنے والد ماجد حیدر کرارؑ کے شاگرد۔ تو ان کا سلسلہ بھی جناب امیرؑ تک پہنچ گیا۔

☆ اب رہ گئے جناب امام شافعی تو وہ جناب امام محمد کے شاگرد، امام محمد جناب امام اعظم کے شاگرد پھر اس سلسلے کو آگے چلاؤ ان کا سلسلہ بھی امیر المومنینؑ تک پہنچ گیا۔

☆ باقی رہ گئے امام احمد ابن حنبل تو وہ امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی محمد کے شاگرد، جناب محمد امام اعظم کے شاگرد، امام اعظم صادقینؑ کے شاگرد، وہ اپنے آباؤ اجداد کے شاگرد، وہ حیدر کرارؑ کے شاگرد۔ (صلوات)

لوگوں کا علی علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا

یہ بیان کر کے ختم کردوں، حقیقت یہ ہے اور اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ جتنے بزرگ حیدر کرارؑ کے دور میں گزرے ہیں اور ان کے بعد بھی، ہمیشہ علیؑ ولی کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں۔ اور میں نے "تجلیات صداقت" میں اہل عالم کو دعوت دی ہے کہ اپنی کتابوں سے کائنات کی کسی ایک کتاب سے مجھے ایک واقعہ دکھا دو کہ نبیؐ کے بعد علیؑ نے بھی کسی اور کی طرف رجوع کیا ہو؟ تفصیلات میں جانے کا وقت نہیں ورنہ میں ایک ایک دور کے واقعات بتاتا کہ:۔

☆ پہلے دور میں کب اور کن کن موضوعات میں علیؑ ولی کی طرف رجوع کیا گیا۔

☆ دوسرے دور میں کن کن مقامات پر علیؑ ولی کی طرف رجوع کیا گیا۔

☆ تیسرے دور میں کب اور کن کن موضوعات میں علیؑ ولی کی طرف رجوع کیا گیا۔

لیکن علیؑ ولی کا نبیؐ کے بعد کسی کی طرف رجوع کرنا تاریخ عالم میں نہیں ملتا، اسی حقیقت ثابتہ کی بنا پر شیخ الرئیس کا قول تاریخوں میں ملتا ہے انہوں ایک پتے کی بات کہہ کر بات ختم کردی ہے کہتے ہیں:۔

احتیاج الکل الیہ واستغناءٗ عن الکل دلیل علی انہ امام الکل

نبیؐ کے بعد ساری کائنات کا علیؑ کی طرف رجوع کرنا اور علیؑ ولی کا ساری کائنات سے بے نیاز رہنا اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ نبیؐ کے بعد اگر کوئی کل کا امام ہے تو علیؑ ہے کوئی غیر نہیں ہے۔ (نعرہ)

سب کا علیؑ کی طرف آنا، علیؑ کا سب سے بے نیاز ہونا یہ اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ نبیؐ کے بعد علیؑ سب کا ولی ہے۔ (صلوات)

گھنٹے سے سوئی آگے نکل گئی اور بحمد للہ:۔

ع　حکایت بود طولانی باخاموشی ادا کردم

نتیجۂ بحث

الحمد للہ کہ میں نتیجہ پہ پہنچ گیا۔ ان حقائق ثابتہ کی روشنی میں، اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ نبی خاتمؐ کے بعد پورے عالم امکان میں، پورے عالمین میں حسنینؑ کے بابے کے برابر کوئی عالم علم لدنی نہیں ہے۔ بلکہ سب سے بڑا عالم و فاضل، سب سے بڑا عالم علم لدنی، سب سے بڑا عالم علم قرآن، سب سے بڑا عالم اسلام کا عالم اگر کوئی نظر آتا ہے تو حیدر کرارؑ نظر آتا ہے۔ اور یہی دعویٰ تھا کہ جو سب سے بڑا عالم ہو گا نبیؐ کی مسند کا وارث وہی ہو گا۔ لہٰذا یا تو دُنیا علیؑ ولی کے برابر کوئی مجھے عالم دکھائے اور اگر قیامت تک کوئی پیش نہیں کر سکتا تو میں دست بستہ گزارش کروں گا کہ ضد کو چھوڑ کر علیؑ ولی کے دروازے پہ جھک جاؤ۔ (نعرہ)

مصائب

افسوس کہ دُنیا نے کبھی اہل قدر کی قدر نہ کی۔ یہی امیر المومنینؑ، یہی لنگر آسمان و زمین، یہی سرّ اللہ فی العالمین یہ کہتے ہوئے دُنیا سے تشریف لے گئے کہ میں اتنے بلند مقامات کا مالک لیکن:۔

انزلنی الدھر ثم انزلنی حتی قیل علی و معاویه

کہ لوگوں نے مجھے اتنا گرایا اتنا اپنی منزل سے نیچے ہٹایا کہ آج لوگ امیر شام کے ساتھ میرا موازنہ کرتے ہیں کہ علیؑ کا مقام بلند ہے یا فلاں کا مقام بلند ہے۔ حالانکہ تاریخ اسلام میں، میں نے خود امیر شام کا یہ قول بچشم خود پڑھا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ:۔

خیر البریة بعد احمد حیدر
الناسُ أرض و الوصی سماء

پوری کائنات میں پیغمبرؐ خاتم کے بعد اگر کوئی سب سے افضل ہے تو وہ حیدر کرارؑ ہیں۔ ساری دُنیا اس طرح پست ہے جس طرح زمین اور علیؑ اتنا بلند ہے جیسے آسمان۔

لیکن یار لوگوں نے مولا علیؑ کو اس سطح تک گرا دیا کہ کچھ لوگوں سے اتنا گھٹایا اور اس سطح تک گرا دیا کہ یزید کے باپ کے مقابلے میں علیؑ کو لا کے کھڑا کر دیا۔ اس کا صدمہ مولا علیؑ اپنے دل میں دُنیا سے لے کر گئے۔ ناقدری زمانہ کا شکوہ کرتے ہوئے، شکایت کرتے ہوئے، دُنیا سے تشریف لے گئے۔ اور آپ جانتے ہیں اگرچہ محرم کے دن ہیں مناسبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ سید الشہداءؑ کے واقعات پڑھے جائیں۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ شہادت امیرؑ کو بھی واقعہِ کربلا کے ساتھ کتنا گہرا دخل ہے۔ وہ حیدر کرارؑ کہ جن سے دُنیا نے آکر شمع ہدایت روشن کرنا تھی، جن سے آکر علمی فیض حاصل کرنا تھا، جن کے دسترخوان علم سے آکر اپنی علمی پیاس بجھانا تھی لوگوں نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ منصف مزاج لوگوں کو کہنا پڑا کہ:۔

ع ہیچ کافر نہ کند آں چہ مسلماں کردند

اور اے کاش کہ مولاؑ کی شمع حیات کو گل نہ کرتے افسوس ایک ہزار درہم میں زہر خریدی گئی اور ایک ہزار درہم کی تلوار خریدی گئی، پھر اس زہر میں وہ تلوار بجھائی گئی اور پھر حیدر کرارؑ کے سر پہ چلائی گئی۔ یہ تو جناب امیرؑ کا دل و گردہ تھا کہ پھر بھی تین دن تک موت کا مقابلہ کیا۔ ورنہ خود ابن ملجم ملعون نے کہا تھا کہ اگر یہ زہر پورے اہل ارض پر، پورے اہل زمین پر تقسیم کر دی جاتی تو ایک بندہ بھی زندہ نہ رہ جاتا۔

حیدر کرارؑ کے سر پر جب ظالم نے وار کیا علامہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ صبح صادق طلوع ہو رہی تھی میرے آقا نے صبح صادق کو خطاب کیا کہ "اے صبح صادق گواہ رہنا کہ علیؑ کم و بیش تریسٹھ برس کی زندگی گزار کے دُنیا سے جا رہے ہیں علیؑ نے ہمیشہ تجھے طلوع کرتے ہوئے دیکھا ہے پر تو نے کبھی علیؑ کو سوتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا"۔ اُس کے بعد مولاؑ کی زبان سے جو پہلا جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ:۔

بسم اللہ و باللہ وعلی ملۃ رسول اللہ

اور اُسکے بعد جو جملہ نکلا اور زمین و آسمان کی فضاؤں میں گونجا وہ یہ تھا کہ:۔

فزت برب الکعبۃ

مجھے رب کعبہ کی قسم! علیؑ آج اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ جناب امیرؑ پہلی رکعت پڑھ چکے تھے، حسن مجتبیٰؑ آگے بڑھے، امام حسنؑ نے نماز مکمل کرائی۔ حیدر کرارؑ نے بیٹھ کے اشارے سے نماز پڑھی۔ وقت ختم ہو رہا ہے میں بس چاہتا ہوں کہ جلدی ختم کر دوں۔ شہزادوں نے زمین پہ چادر بچھائی، اپنے زخمی باپ کو لٹایا اور اس حالت میں شہزادے اپنے زخمی باپ کو گھر میں لائے کہ چادر کے نیچے سے خون جاری تھا۔ دُعا کرو کہ کسی عظیم باپ کی

عظیم بیٹیاں اس حال میں اپنے باپ کو نہ دیکھیں۔

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ شہزادیاں اتنی بلند آواز سے روئیں کہ آسمان کے قدسی بھی رونے لگ گئے۔ میرے آقا نے آنکھیں کھولیں، دیکھا کہ میری بیٹیاں بلند آواز سے رو رہی ہیں اور دروازہ پہ میرے صحابہ کھڑے ہیں ہوسکتا ہے کہ غیور امام نے سوچا ہو کہ کہیں میری شہزادیوں کے رونے کی آواز میرے اصحاب کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ حکم دیا حسنؑ بیٹا ذرا دروازے پہ چلے جاؤ اور میرے اصحاب سے کہہ دو کہ اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے جاؤ۔

میں کہتا ہوں اے والیِٔ نجف آقا! اُو میرا غیرت کا مجسمہ آقا! آپ کو تو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ آپ کی شہزادیوں کے رونے کی آواز آپ کے صحابیوں کے کانوں سے ٹکرائے۔ لیکن والیِٔ نجف آقا! اُس وقت آپ کی حالت جنت الفردوس میں کیا ہوئی ہوگی جب یہی کوفہ ہوگا، یہی کوفے کی شہزادیاں ہوں گی ابن زیاد کا دربار ہوگا، ہزاروں کا مجمع ہوگا، تیری شہزادیاں سر ننگے دربار میں حاضر کی جائیں گی۔ اور جب دربار کے ایک کونے میں بیٹھ جائیں گی تو ظالم پوچھے گا:۔

من ھٰذہٖ

میری اجازت کے بغیر میرے دربار میں بیٹھنے والی بی بی کون ہے؟ تو وہ گھڑی قیامت سے کم نہیں تھی کہ جب درباری بتا رہے تھے کہ:۔

ھٰذہٖ زینب و تلك اُم کلثوم

یہ علیؑ کی بڑی شہزادی زینبؑ ہیں اور وہ اُم کلثومؑ۔ اے کاش قیامت کبریٰ قائم ہو جاتی، اے کاش کہ کوفہ برباد ہو جاتا، اے کاش کہ لوگ اندھے ہو

جاتے پر علیؑ ولی کی شہزادیاں اس خستہ تنی کے ساتھ ابن زیاد کے دربار میں اور شام وکوفہ کے بازاروں میں ننگے سر نہ لائی جاتیں۔ افسوس کہ دین کی خاطر اس خاندان نے ہر مصیبت پہ لبیک کہا اور قبول کیا۔

شامیاں بستند بازو زینب وکلثوم را
اے فلک آں ابتدا ایں انتہا ئے اهلبیتؑ

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظَّالِمِيۡنَ وَ سَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَنۡقَلِبُوۡنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ۔

چھٹی مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ روس المومنین

اثبات امامت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنَ وَھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

(سورہ البقرہ) (صلوات)

ارشاد رب العزت ہے کہ یاد کرو اس وقت کو جب خداوند جلیل نے اپنا بندہ خاص جناب ابراہیم خلیلؑ کا چند کلمات کے ساتھ امتحان لیا تھا اور وہ جب اُس امتحان میں کامیاب و کامران ہو گئے تو خدا نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ جناب خلیلؑ نے یہ خوشخبری سن کر عرض کیا پالنے والے میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ جلیلہ میری ذریت اور اولاد میں بھی برقرار رہے۔ ارشاد رب العزت ہوا کہ جو ظالم ہوں گے ان کو یہ عہدہ امامت نہیں مل سکے گا۔ (صلوات)

صفات نبیؐ کا حامل علیؑ

آج تک جو مجالس عزا پڑھی جا چکی ہیں اُن میں بحمد اللہ بقدر ضرورت د

وسعت اور طاقت و قدرت مسئلۂ خلافت و امامت کی اہمیت اور اُس مسئلہ میں امت مسلمہ کے اختلافات اور ان اختلافات میں مذہب حق کا مؤقف دلائل اور براہین کے ساتھ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی جا چکی ہے۔ اور اب سلسلۂ کلام کل سے اس چیز کے بارے میں جاری تھا کہ جو پانچ صفات جمیلہ و جلیلہ یا جو پانچ شرائط عالیہ کسی بھی نبی کے وصی کے لیے، نبی کے قائم مقام کے لیے، کائنات کے امام کے لیے ضروری ہیں۔ پیغمبرؐ خاتم کے بعد وہ صفات عالیہ، وہ شرائط متعالیہ سوائے علیؑ اور اولاد علی علیہم السلام کے کسی بھی دعویدار امامت میں نہیں پائی جاتیں۔

جب وہ شرائط کسی اور میں نہیں پائی جاتیں اور اُن صفات کا مالک، اُن صفات کا حامل خاندان نبوت و رسالت کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُنکی مسند کے اگر وارث ہیں تو یہی علیؑ اور اولاد علی علیہم السلام ہیں۔ اگر پیغمبرؐ کے جانشین ہیں تو یہی خانوادہ مصطفیٰؐ والے ہیں۔ اگر کائنات کے ہادی و رہنما اور دین دنیا کے پیشوا ہیں تو یہی علیؑ اور اولاد علی علیہم السلام ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ (صلوات)

کل صرف ایک صفت جمیلہ و جلیلہ کا تذکرہ کیا تھا کہ چونکہ نبی کی طرح نبی کے وصی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ عالم علم لدنی ہو، ساری کائنات سے بڑھ کر عالم و فاضل ہو۔ اور یہ ثابت کیا جا چکا کہ جناب امیر المومنینؑ کے اندر یہ صفت جلیلہ بدرجہ اتم و اکمل پائی جاتی ہے۔

عصمت

آج سلسلہ کلام کو آگے بڑھانا ہے اور یہ عرض کرنا ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد اگر کوئی معصوم ہستیاں نظر آتی ہیں تو وہ بھی علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔ اور اگر کوئی

کائنات سے بڑھ کر بہادر و شجاع کوئی نظر آتا ہے تو وہ بھی علیؑ اور اولادِ علی علیہم السّلام ہیں۔ کیوں؟ آپ کو یاد ہوگا کہ دوسری شرط جو کسی خلیفۂ نبی اور کسی وصی اور امام کے اندر پائی جانی ضروری ہے وہ عصمت ہے۔ اور یہ ثابت کیا جا چکا کہ جب تک کوئی امیدوار عالمِ علمِ لدنی نہ ہو اور معصوم عن الخطا نہ ہو، ساری کائنات سے بڑھ کر بہادر و شجاع نہ ہو اُس وقت تک عہدہ امامت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ دلائل کا تذکرہ کچھ ہو چکا اور کچھ جاری ہے۔

عصمت علی علیہ السلام قرآن کی روشنی میں

آج میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کے فرمان کی روشنی میں ثابت کیا جائے کہ اگر پیغمبرؐ کے بعد کوئی معصوم ہستیاں ہیں تو یہی ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ میں جناب امیر المومنینؑ کی امامت پر قرآن اور حدیث سے دلائل پیش کروں یہ عرض کر دینا مناسب جانتا ہوں کہ ان کے سوا کسی اور کے لیے عالمِ اسلام میں کوئی بھی عصمت کا مدعی ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمارے ہاں، ہمارے برادرانِ اسلامی کے نزدیک ایک قاعدہ اور ضابطہ ہے جو تو مشہور بہت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی دلیل کوئی بھی نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ:۔

عصمت خاصۂ انبیاء است

کہ عصمت صرف انبیاء کا خاصہ ہے۔ انبیاء کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہ ہوا ہے، نہ کوئی ہے نہ کوئی ہوسکتا ہے۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ آیا قرآن کی کون سی آیت یہ بتاتی ہے کہ انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں ہوسکتا تو آیت کوئی نہیں پیش کی جاتی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جناب پیغمبر خاتمؐ کی کوئی مستند حدیث ہے کہ نبیوں کے سوا کوئی معصوم نہیں ہوسکتا، تو پیغمبرؐ کی کوئی حدیث بھی پیش نہیں کی جا

سکتی۔ بلکہ قطع نظر ان چیزوں کے خود قرآن گواہ ہے کہ جناب مریمؑ بالاتفاق معصومہ تھیں جبکہ وہ نبیہ نہیں تھیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۲﴾
(سورہ آل عمران)

خالق اکبر جناب مریمؑ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے مریمؑ! خداوند عالم نے تجھے پاک اور پاکیزہ بنایا ہے اور تمہیں کائنات کی عورتوں پر منتخب فرمایا ہے۔ تو جناب مریمؑ کی عصمت نص قرآن سے ثابت ہے۔ جبکہ وہ نہ نبیہ ہیں نہ رسول ہیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ ہمارے برادران اسلامی کا یہ مسلمہ اصول ایک مفروضے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بہرحال ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ ان کے پاس اس نظریے کی کوئی دلیل ہے یا نہیں ہے۔ ہمیں بموجب "اندرون خانہ محتسب راچہ کار" ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ جب وہ خود مانتے ہیں کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد کوئی ہستی معصوم نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی اور کو غیر معصوم ثابت کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

اگر ہمیں ضرورت ہے تو صرف اس بات کی کہ آپ کا یہ کہنا کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد کوئی معصوم نہیں ہے۔ یہ قرآن کے بھی خلاف ہے اور نبیؐ کے فرمان کے بھی خلاف ہے۔ ہم ایسی ہستیاں پیش کر سکتے ہیں کہ جن کو اللہ کا قرآن بھی معصوم کہتا ہے اور نبی کا فرمان بھی انہیں معصوم قرار دیتا ہے۔ اور وہ کون ہیں؟ خاتون قیامتؑ سے لے کر حیدر کرارؑ تک، حیدر کرارؑ سے لے کر مہدی دورانؑ تک یہ سب کی سب ہستیاں مہد سے لے کر لحد تک اس طرح معصوم عن الخطاء ہیں کہ چودہ صدیاں گزر گئیں اور پندرہویں صدی کے دسویں سال کا آج چھٹا دن بھی ڈوبنے والا ہے میں منبر نبی پر اور سٹیج حسینی پر آج بانگ دہل یہ کہتا

ہوں، علی الاعلان کہتا ہوں، افتخار کے ساتھ کہتا ہوں اس طویل وعریض مدت میں ہزاروں نہیں لاکھوں دشمنان آلِ محمدؐ ایڑی چوٹی کا زور لگا لگا کے، قلمیں گھسا گھسا کے اور زبانیں گنگ کرا کرا کے حرفِ غلط کی طرح تختیٔ کائنات سے مٹ گئے پر آج تک دُنیا کی کوئی طاقت علیؑ سے لے کر مہدی دینؑ تک ان کی چادر عصمت پر گناہ صغیرہ کا کوئی سیاہ نقطہ بھی ثابت نہ کر سکا۔ (نعرہ)

اس سلسلہ میں میں متعدد آیات، متعدد روایات، متعدد اقوال و آراء پیش کر سکتا ہوں لیکن جتنا دامن وقت کے اندر وسعت ہے میں ایک دو آیتیں اور ایک دو روایتیں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ:۔

ے اگر در خانہ کس است
یک حرف بس است

قرآن کی سو آیتیں پیش کی جائیں یا ایک نص صریح پیش کر دی جائے مسلمانوں کے لیے وہ کافی بھی ہے وافی بھی ہے۔ اور اگر کوئی نہ ماننا چاہے تو سارا قرآن بھی پڑھ دیا جائے تو:۔

ع جنہیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

(صلوات)

آیت تطہیر کی گواہی

خالق اکبر ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ (سورہ الاحزاب)

آیت تطہیر جو زبان زد خلائق بھی ہے اور جو آفتاب سے زیادہ روشن بھی ہے اور مشہور بھی ہے معروف بھی ہے۔ ہر بزرگ سے لے کر خورد تک تقریباً

تمام لوگوں کو یاد بھی ہے ۔اس میں خالق اکبر اہل بیت رسالت کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ میں اللہ کا حتمی ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست، ہر قسم کے گناہوں کی کثافت کو دور رکھوں اور تمہیں اُس طرح پاک و پاکیزہ رکھوں جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

عربی زبان کی ڈکشنریاں، عربی زبان کی لغت کی کتابیں قاموس سے لے کر جاموس تک اقرب الموارد سے لے کر لسان العرب تک اور ان سے لے کر موجودہ دور کی مقبول ترین لغت کی کتاب المنجد تک جس لغت کو چاہیں اُٹھا کر دیکھیں رجس کے بہت سارے معنی لکھے ہوئے ملیں گے ۔رجس کے معنی نجس بھی ہیں، رجس کے معنی گناہ کے بھی ہیں، رجس کے معنی فعل حرام کے بھی ہیں، رجس کے معنی فعل قبیح کے بھی ہیں، رجس کے معنی گناہ و عصیان کے بھی ہیں ۔الف لام خالق نے اوپر لگا کے گویا نفی جنس کر دی خالق یہ فرما رہا ہے اے خاندان مصطفیٰؐ ہر وہ چیز عربی زبان میں جسے اُم السنۃ کہا جاتا ہے، جس چیز کو بھی رجس کہا جا سکتا ہے میرا ارادہ ہے کہ صبح قیامت تک اُس کو آپ کے قریب نہ آنے دیا جائے اور آپ کو اس طرح پاک اور پاکیزہ رکھا جائے جس طرح پاک اور پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

صرف آیہ مبارکہ کا ترجمہ ہی اہل بیتؑ رسالت کی عصمت، طہارت اور گناہوں سے پاک اور صاف ہونے کی بولتی ہوئی تصویر نظر آتا ہے ۔صرف جو بات قابل غور و فکر ہے وہ یہ ہے کہ اہل بیت نبوت سے مُراد کون ہیں؟ آج تک عالم اسلام کے اندر جو الجھا ہوا مسئلہ ہے وہ صرف یہی ہے کہ اہل بیت رسالت کون ہیں؟ اہل بیت نبوت کون ہیں؟ خانوادہ مصطفیٰؐ کون سے افراد پر مشتمل ہے؟ میں جانتا ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ اس کے اندر کس قدر اختلافات

ہیں ۔ اکثر ہمارے برادران اسلامی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج محترمات کو شامل کرتے ہیں ۔ کچھ حضرات صحابہ کرام کو بھی شامل کرتے ہیں اور کچھ

کل تقي و نقي فهو آلي......

صبح قیامت تک جتنے بھی پرہیز گار اور متقی لوگ ہیں اُن کو بھی اہلبیت میں شامل کرتے ہیں ۔ اور بہت بڑی کرم نوازی فرمائیں تو کہتے ہیں کہ یہ خمسہ نجباء علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ شریفین بھی اہلبیت میں داخل ہیں ۔ تو میں بڑے ادب کے ساتھ، احترام کے ساتھ، اپنی اُسی روش و رفتار کے ساتھ جو سب کو معلوم ہے کہ

ے
خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

کہ لکھنے والے، پڑھنے والے جو چاہیں پڑھیں، جو چاہیں لکھیں نہ ان کی زبان پر کوئی قدغن لگا سکتا ہے، نہ ان کے قلم پر کوئی پابندی لگا سکتا ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک پیغمبر خاتمؐ کے ارشادات کا تعلق ہے، جہاں تک ازواج النبی کے خود اقوال کا تعلق ہے، جہاں تک اصحاب نبی کے آراء کا تعلق ہے، جہاں تک تابعین کرام کے اقوال اور آراء کا تعلق ہے میں نے جہاں تک کتب فریقین کا آج تک مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک میری نظر قاصر کی رسائی ہوئی ہے، میں نے برادران اسلامی کی کتابوں میں پوری اٹھارہ عدد روایات پیغمبرؐ سے لے کر اصحاب تک، اصحاب سے لے کر ازواج تک اور ازواج سے لے کر تابعین تک اٹھارہ عدد مستند روایتیں دیکھی ہیں کہ آیہ تطہیر اگر اُتری ہے تو نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کے حق میں اُتری ہے ۔ (نعرہ)

کھلم کھلا چیلنج

جناب علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں یہ لکھا ہے کہ روایات میں

اختلاف ہے۔ بعض روایات سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان خمسہ نجباء یعنی پنجتن پاک کے حق میں اُتری ہے۔ اور بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہ ازواج النبی کی شان میں اُتری ہے۔ یہ اختلاف کا ذکر کر کے وہ بعد میں فرماتے ہیں کہ جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے، میں نے جستجو کی ہے تو اکثر روایتیں اس مقصد پہ دلالت کرتی ہیں کہ اس سے مراد ازواج نبی ہیں۔ یہ آل نبی سے مُراد ہیں۔

میں نے اُن کا تعاقب اپنی کتاب "تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت" میں کرتے ہوئے لکھا ہے اُس کا خلاصہ پیش کیے دیتا ہوں کہ میں نے کہا حضرت آپ فرماتے ہیں کہ اکثر روایات اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ اس سے مراد ازواج النبی ہیں۔ میں نے اٹھارہ عدد روایتیں آپ کی مستند کتب حدیث سے اور آپ کی مستند تفسیروں سے پیش کر دی ہیں کہ اس سے مراد خاندان رسالت والے آل محمدؐ ہیں۔

آپ اکثر تو بجائے خود اتنی روایتیں یعنی اٹھارہ عدد روایتیں آپ بھی اپنی کتابوں سے پیش کر دیں کہ اس سے مراد ازواج ہیں، آل نہیں ہیں۔ میں نے کہا چلو آپ برابر تو پیش کیا کریں گے کیونکہ جب ہیں ہی نہیں تو پیش کہاں سے کریں گے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ میں آپ کو رعایت دیتا ہوں میں نے اٹھارہ پیش کی ہیں آپ اٹھارہ کا نصف صرف نو روایتیں اپنی کتابوں سے پیش کر دیں کہ اس سے مراد ازواج نبی ہیں، آل نبی مراد نہیں ہیں۔ اور آخر میں میں نے جو بات عرض کی ہے وہ بھی عرض کر دوں میں نے کہا کہ چلو اس کی بھی ہم آپ کو چھٹی دیتے ہیں کہ نو بھی پیش نہ کریں آپ اپنی کتب احادیث یا اپنی کتب تفاسیر میں سے ایک روایت جو صحیح بھی ہو، مرفوع بھی ہو، متصل بھی ہو اور پیغمبرؐ اسلام تک پہنچتی ہو اور پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہو کہ یہ آیت میرے ازواج

کے حق میں اُتری ہے تو ہم اٹھارہ چھوڑ کے آپ کی ایک مان لیں گے۔ لیکن اگر صبح قیامت تک آپ کو اپنی کتابوں میں ایک روایت بھی نہ مل سکے تو اٹھارہ کو چھوڑ کر بلا دلیل یہ نظریہ قائم کرنا انصاف کا خون کرنا ہے یہ انصاف نہیں ہے۔ (نعرہ)

میرے سامنے اسلام کی تقریباً پہلی تفسیر جو ہمارے برادران اسلامی کے ہاں مستند اور معتبر ہے اس کا نام تفسیر ابن جریر ہے۔ ابن جریر سے لے کر علامہ جلال الدین کی تفسیر درمنثور تک اور درمنثور سے لے کر رازی کی تفسیر کبیر تک بیسیوں تفاسیر کے اوراق میرے سامنے کھلے ہوئے موجود ہیں۔ پیغمبر خاتمؐ کی مستند روایت موجود ہے کہ:۔

نزلت الآیة فی خمسة فیّ وفی علی و فاطمة و حسن و حسین

فرماتے ہیں یہ آیت پانچ ہستیوں کی شان میں اتری ہے۔ یا رسولؐ اللہ وہ پانچ ذوات مقدسہ کون ہیں؟ فرماتے ہیں ایک میری ذات، ایک میرے بھائی علیؑ ولی کی ذات، تیسری میری دختر نیک اختر خاتون قیامتؑ کی ذات ہے اور چوتھی اور پانچویں حسنینؑ شریفین کی ذات ہے۔ یہ پانچ کے حق میں اُتری ہے کوئی چھٹا اس کا مصداق کائنات میں نہیں ہے۔ (صلوات)

ازواجِ نبیؐ کے اقوال

آؤ اب میں ازواج نبیؐ کی زبانی اُن کے بھی اقوال پیش کر دوں۔ مسلم شریف میں بزبان حضرت عائشہ یہ روایت مروی ہے اور ترمذی اور مشکوٰۃ میں بزبان جناب اُم سلمیٰؓ منقول ہے۔ دونوں محترمات کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار پیغمبر خاتمؐ نے دھاری دار چادر جو اُون کی بنی ہوئی تھی وہ اپنے اوپر اُوڑھ لی اور یکے بعد دیگرے علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف

لائے۔ پیغمبرؐ نے دامنِ عبا پھیلا کر اُن کو بھی جگہ دے دی۔ جب سارے خمسۂ نجباء اُس ردا کے اندر داخل ہو گئے تب نبیؐ نے دست دعا بلند کر کے کہا:

اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِی

پالنے والے یہ ہیں میرے اہلبیت۔ اِدھر پیغمبرؐ نے یہ فرمایا اُدھر خالق جلیٰ نے یہ پیغام نازل فرمایا

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ الاحزاب) (صلوات)

ترمذی اور مشکوٰۃ میں ایک تتمہ بھی ہے۔ جناب اُمِ سلمٰیؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت اُتر رہی تھی تو میں بھی آگے بڑھی اور چاہا کہ اس سعادت ابدی سے مجھے بھی کچھ حصہ مل جائے۔ میں آگے بڑھی دامن عبا کو پکڑا، چاہا کہ اُس کو اٹھا کر اندر داخل ہو جاؤں پر خلق عظیم کے مالک نے فرمایا:۔

اُم سلمیٰ علی مکانك انك علی خیر

اُم سلمٰیؓ اپنے مقام سے آگے قدم نہ بڑھانا میں مانتا ہوں کہ تو خیر و خوبی پر ہے تو نیک ہے، تو با کردار ہے سب کچھ ٹھیک ہے پر آگے قدم نہ بڑھانا اور چادر کے اندر آنے کی کوشش نہ کرنا۔ جناب اُمِ سلمٰیؓ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئیں کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ ایک طرف پیغمبرؐ میری خیر و خوبی کی گواہی بھی دے رہے ہیں اور دوسری طرف مجھے اندر آنے سے منع بھی کر رہے ہیں۔

لیکن ترمذی اور مشکوٰۃ میں اس کے بعد کچھ ایک لفظ بھی نہیں ملتا کہ آیا پیغمبرؐ نے کوئی وجہ بھی بیان فرمائی یا جناب اُمِ سلمٰیؓ کو ویسا ہی حیران و پریشان چھوڑ دیا۔ وہاں تو کچھ نہیں ملتا لیکن جب امام احمد ابن حنبل کی مسند کا مطالعہ کیا جائے اُس میں ایک ایسا تتمہ بھی ملتا ہے کہ جس میں پیغمبرؐ نے حضرت اُمِ سلمٰیؓ

کے تعجب کو یہ کہہ کے دور کر دیا۔ جناب اُم سلمیٰؓ سوچ رہی تھیں کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ پیغمبرؐ میرے نیک اور میرے پاک دامن ہونے کی گواہی بھی دے رہے ہیں اور اندر جانے سے منع بھی کر رہے ہیں تو پیغمبرؐ نے یہ فرما کر اُن کے تعجب کو دور کر دیا کہ اُم سلمیٰؓ تو یقیناً نیک ہے تو پارسا ہے پر یہ مت بھول:۔

انت من ازواج النبی ولست من اھل بیت النبی

تو کتنی پاک و پاکیزہ کیوں نہ ہو، تو کتنی نیکوکار و پرہیز گار کیوں نہ ہو تو میری بیویوں میں شامل ہے میرے اہلبیت نبوت میں داخل نہیں ہے۔

(نعرہ)

اصحاب پیغمبرؐ کے قول

اب آؤ پیغمبرؐ اسلام کے صحابہ کرام کا قول بھی پیش کر دوں۔ جناب زید ابن ارقمؓ پیغمبرؐ کے عظیم المرتبت صحابی کی روایت خود ہمارے برادران اسلامی کی بخاری کے بعد دوسرے نمبر کی مستند ترین کتاب صحیح مسلم کے اندر موجود ہے۔ کہ جب جناب زید ابن ارقمؓ نے پیغمبر خاتمؐ کی یہ حدیث جسے حدیث ثقلین کہا جاتا ہے بیان کی تو کچھ لوگوں نے سوال کیا کہ پیغمبرؐ جو فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ

تو پیغمبرؐ کے عترت اہل بیت کون ہیں؟ پھر سائل نے دوسرا سوال بھی کر دیا:۔ آنسآئه اهلبیته؟ کیا پیغمبرؐ کی ازواج بھی ان کے اہلبیت نبوت میں شامل ہیں؟ تو جناب زید ابن ارقمؓ نے حلفیہ بیان میں کہا:۔ لا و عین اللّٰہ نہ خدا کی قسم۔ اہلبیت اور ہیں ازواج اور ہیں۔

پھر بڑی عجیب وضاحت کی فرماتے ہیں ازواج کا رشتہ پیغمبرؐ سے عارضی ہے ایک فقرہ کہنے سے جڑ جاتا ہے اور ایک فقرہ کہنے سے ٹوٹ جاتا ہے اس سے'

مراد وہ ہستیاں ہیں کہ جن کا پیغمبرؐ سے وہ نسبی اور خونی رشتہ ہے جو کبھی قطع نہیں ہو سکتا۔اس سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن پر صدقہ کھانا حرام ہے۔(صلوات)

تابعین کے قول

لو پیغمبرؐ کا فرمان بھی عرض کر دیا، ازواج النبی کے قول بھی پیش کر دیے اور اصحاب النبی کی رائے بھی پیش کر دی۔باقی رہ گئے تابعین تو مجاہد و قتادہ و سدی کے اقوال سے بھی ہمارے بھائیوں کی کتابیں چھلک رہی ہیں اگر اور کتابوں تک رسائی نہ ہو تو امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر در منثور کا مطالعہ کر لو یا ابن جریر مل جائے تو اس کو ملاحظہ فرما لو۔ان تابعین کے اقوال بھی موجود ہیں کہ اہل بیت نبوت سے مراد پیغمبر خاتمؐ کے بعد علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ شریفین ہیں کوئی اور نہیں ہے۔تو یہی سارے متعلقہ حضرات تھے۔

بعضوں نے کہا اصحاب مراد ہیں۔اصحاب نے کہہ دیا ہم نہیں بلکہ آل مراد ہیں یا متعلقہ افراد ازواج النبی تھیں، ازواج النبی نے بھی فرمایا کہ اس سے مراد ہم نہیں بلکہ آل ہیں یا اس سے متعلقہ لوگ تابعین تھے انہوں نے بھی کہہ دیا کہ ہم اس کے مصداق نہیں بلکہ آل مصطفیٰؐ اس کے مصداق ہیں۔اب آپ ہی بتائیں کہ یہ جو فرماتے ہیں کہ اس سے آل نہیں ازواج یا اصحاب ہیں وہ خود کہاں کھڑے ہیں اور اُن کے پاؤں کے تلے کوئی شے ہے یا نہیں ہے؟ (صلوات)

یہ ایک آیہ مبارکہ ہے آیہ تطہیر جس کو میں نے آپ کی خدمت میں مختصر تشریح کے ساتھ پیش کر دیا اور انشاء اللہ

ع عاقلاں را اشارۃ کافی است

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیت جن کے بھی حق میں اُتری ہے اُن کی عصمت کی ناقابل رد دلیل ہے۔اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ خمسہ نجباء پنجتن

پاک کے حق میں اُتری ہے اِس کا ان کے سوا کوئی اور مصداق نہیں ہے۔

عصمتِ اہلبیتؑ کی دوسری دلیل

آؤ ایک اور آیت تبرکاً و تیمناً پیش کر دوں خالق فرماتا ہے حالانکہ ان میں سے ہر ایک ایک آیت اتنی وسیع ہے کہ جس پر ایک ایک عشرہ پڑھا جا سکتا ہے لیکن میں چند چند منٹ میں چاہتا ہوں کہ مطالب کا خلاصہ گوش گذار کر کے آگے بڑھوں خالق فرماتا ہے:۔

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (سورہ النساء آیت ۵۹)

اے ایمان کے دعویدار و اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحبان امر کی۔

بڑی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ خالق نے حکم تین ہستیوں کی اطاعت کا دیا ہے ایک اپنی ذات ذوالجلال، دوسری پیغمبر خاتمؐ کی ذات صفات اور تیسری ہستی ہے اولی الامر کی۔ جن ہستیوں کی اطاعت واجب ہے وہ ہیں تین اور خالق نے صیغہ اطیعوا دو مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ اطیعوا اللہ اپنی ذات کے لیے الگ، کہ اطاعت کرو میں اللہ کی و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم رسول اور اولی الامر دونوں کے لیے ایک اطیعوا کا صیغہ لایا گیا۔

حالانکہ ماشاء اللہ میرے سامعین کرام میں ایسے لوگ موجود ہیں جو عربی گرائمر کی شُد بُد جانتے ہیں بلکہ خاصے اہل علم حضرات تشریف فرما ہیں کہ اسی مقصد کو تین اور طریقوں سے بھی ادا کیا جا سکتا تھا۔ اسی مقصد کو کہ تین ہستیوں کی خالق اطاعت کرانا چاہتا ہے تو اس کے علاوہ جو خالق نے طریقہ استعمال کیا ہے۔ دو طریقے اور بھی ممکن تھے۔ ایک اطیعوا لایا جاتا اور دوسرے دونوں

کے لیے "واؤ" حرف عطف لایا جاتا۔ خدا یوں فرماتا:۔

اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم

مطلب یہ ہوتا کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اولی الامر کی۔ تو ایک اطیعوا سے بھی کام چل سکتا تھا۔ اور ایک طریقہ اور بھی تھا کہ تین ہستیوں کی اطاعت واجب ہے تو لفظ اطیعوا بھی تین مرتبہ لایا جاتا:۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واطیعوا اولی الامر منکم

لیکن خالق نے وہ دو طریقے کیوں نظر انداز کیے، تیسرے طریقے کو کیوں استعمال کیا؟ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ جو میری سوچ ہے خدا کی بھی یہی سوچ ہوگی۔ العلم عند اللہ پر جہاں تک عقل انسانی کام کر سکتی ہے۔ تفسیر بالرائے بھی نہیں بلکہ علم معانی کے ماہرین نے جو اس کا نقطہ، جو اس کی وجہ، جو اس کا سبب سمجھا ہے جہاں تک عقل انسانی کی رسائی ہو سکی ہے اس کے سوا اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اگر خالق تینوں ہستیوں کے لیے ایک صیغہ اطیعوا استعمال کرتا تو پھر خدا، مصطفیٰ اور اولی الامر کی اطاعت بالکل ایک جیسی ہو جاتی خالق اور مخلوق کی اطاعت کا فرق مٹ جاتا۔

خدا چاہتا تھا کہ خالق اور مخلوق کی اطاعت میں فرق برقرار رہ جائے۔ اس لیے پہلا طریقہ نظر انداز کر دیا۔ اور اگر تین لفظ تین مرتبہ اطیعوا کی تکرار کی جاتی تو پھر اس کا مطلب یہ بنتا کہ اللہ کی اطاعت کا طریقہ اور ہے، نبیؐ کی اطاعت کا طریقہ اور ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا سلیقہ اور ہے۔ پھر تینوں کی اطاعتیں جدا جدا ہو جاتیں، خدا کو یہ بھی منظور نہیں تھا۔ خدا یہ چاہتا تھا کہ وہ اہل ایمان کو بتائے کہ خالق دو جہان چونکہ خالق و مالک بھی ہے اُس کی اطاعت کا طریقہ اور، پر نبیؐ اور اولی الامر کی اطاعت میں سرِ مو کوئی فرق نہیں ہے۔ اس

لیے فرمایا اطیعوا اللہ میں اللہ کی اطاعت کرو، اپنی ذات کو الگ کر دیا پھر فرماتا ہے و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی۔

تو یہاں فخر الدین رازی جیسے بزرگ جس کو امام المشککین کہا جاتا ہے کو اپنی تمام تشکیکات، اپنے تمام ایرادات، اپنے تمام اعتراضات کے باوجود یہ ماننا پڑا کہ آیت کا سیاق بتاتا ہے، آیت کا سیاق بتاتا ہے، علم معانی کے بیان کا ضابطہ بتاتا ہے کہ رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ نبیؐ کی اطاعت کن لوگوں پہ واجب، کس امر میں واجب، کس حال میں واجب، کس زمان میں واجب اور کس مکان میں واجب ہے؟ بحمد للہ امت مسلمہ کے تہتر فرقوں کا اس حقیقت ثابتہ پر اتفاق نظر آتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت مطلقہ واجب نہ کوئی زمان کی قید نہ کوئی مکان کی قید نہ کسی امر و نہی کی قید، نہ کسی شخص کی قید، نہ کسی ملک وملت کی قید، نہ کسی امر و نہی کی کوئی قید، نہ کسی کیفیت و نوعیت کی کوئی قید بلکہ پیغمبرؐ کے ہر حکم کی ہر نہی کی اطاعت واجب ہے، ہر انسان پہ واجب ہے، ہر جن و ملک پہ واجب ہے، ہر مکان میں واجب ہے، ہر زمان میں واجب ہے، ہر امر میں واجب ہے، ہر نہی میں واجب ہے، ہر سفر میں واجب ہے، ہر حضر میں واجب ہے، ہر صحت میں واجب ہے، ہر بیماری میں واجب ہے۔ (نعرہ)

لہٰذا جس ہستی کی اطاعت مطلقہ واجب ہو اس کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اور پڑھے لکھے لوگوں کے لیے یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جس ہستی کی اطاعت مطلقہ واجب ہو جائے وہ سوائے معصوم کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ خالق نے ماں باپ کی اطاعت واجب قرار دی لیکن اس شرط کے ساتھ

کہ اس وقت تک ماں باپ کی اطاعت کرو جب تک خلاف شریعت کسی بات کا تمہیں حکم نہ دیں:۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (سورہ لقمان آیت ۱۵)

اگر تیرے ماں باپ تجھے حکم دیں کہ تو اُس چیز کو شریک قرار دے کہ جو میری شریک نہیں ہے یعنی کسی غلط بات کا حکم دیں تو خبردار ماں باپ کی اطاعت بھی نہ کر۔ بزرگوں کا احترام واجب، مگر:۔

لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق

اُس وقت تک مخلوق کی اطاعت کرو، جہاں تک خالق کی نافرمانی لازم نہ آئے۔ اُستاد کی اطاعت واجب لیکن جب تک اُس کا کوئی حکم شریعت سے نہ ٹکرا جائے۔ پتا چلا اگر خالق نے غیر معصوم ہستیوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو ساتھ قید لگا دی ہے، شرط لگا دی ہے، پر نبیؐ کے لیے جب اطاعت واجب کی تو کوئی قید نہیں لگائی کہ نبی کی اطاعت کب کرو اور کب نہ کرو، کس امر میں کرو، کس نہی میں کرو، کس حال میں کرو۔ تو خالق کا کوئی شرط نہ لگانا، کوئی قید نہ لگانا اسے کہتے ہیں اطاعت مطلقہ۔

لہٰذا پھر عرض کروں گا کہ نبیؐ کی اطاعت ہر فرد، بشر پہ واجب، ہر جن و ملک پہ واجب، عالمین پہ واجب، ہر امر میں واجب، ہر نہی میں واجب، ہر زمان میں واجب، ہر مکان میں واجب، ہر کیفیت میں واجب، ہر نوعیت میں واجب اور یہ پیغمبرؐ کی عصمت کبریٰ کی بیّن دلیل ہے۔ اور خالق حکیم نے اولی الامر کی اطاعت بھی اسی طریقہ پہ واجب کی ہے جس طرح نبیؐ کی اطاعت مطلقہ واجب کی ہے۔ اولی الامر کی اطاعت بھی ہر بندے پہ واجب، ہر جن و انس و ملک پہ واجب، ہر اہل ایمان پہ واجب، ہر مکان میں واجب، ہر زمان میں واجب، ہر امر میں واجب، ہر نہی میں

واجب، ہر حالت میں واجب، صحت و مرض میں واجب، سفر و حضر میں واجب تو یہ بات بھی اولی الامر کی عصمت کبریٰ کی نا قابل رد دلیل ہے کہ اولی الامر کے لیے معصوم ہونا واجب ہے۔ (نعرہ)

عجیب تفسیر

چنانچہ امام فخر الدین رازی نے اس آیہ مبارکہ کے ذیل میں دو عجیب گل افشانیاں فرمائی ہیں جن کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ پہلے تو اقرار کرتے ہیں اعتراف کرتے ہیں کہ یہ آیہ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نبیؐ کی اطاعت مطلقہ واجب ہے تو اولی الامر کی بھی اطاعت مطلقہ واجب ہے۔ پھر یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اطاعت مطلقہ کا وجوب صاحب اطاعت کی عصمت کی نا قابل رد دلیل ہے۔ تو یہ آیت بتاتی ہے کہ جس طرح رسولؐ کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے اُسی طرح اولی الامر کے لیے بھی معصوم ہونا ضروری ہے۔

یہ تسلیم کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ایک مجبوری آن پڑی ہے، ایک بہت بڑی مجبوری پیش آ گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تو یہ کہتا ہے اور آیت بھی یہ کہتی ہے کہ اولی الامر کو معصوم ہونا چاہیے پر کیا کریں کہ ہمیں پیغمبرؐ کے بعد اس آسمان کے تلے اور اِس زمین کے اُوپر کوئی معصوم نظر آتا نہیں ہے۔ گویا میں یوں کیوں نہ عرض کروں پھر معاذ اللہ "نقل کفر، کفر نہ باشد" خدا سے غلطی ہو گئی ہے جب کوئی معصوم تھا نہیں اُس کی اطاعت کا حکم دیا کیوں؟

امام فخر الدین رازی اگر خالق کی بارگاہ میں ہوتے تو شاید خدا کو بھی مشورہ دیتے کہ پہلے کوئی معصوم پیدا کر پھر اُن کی اطاعت کا حکم دے۔ لیکن کیا خالق کا حکم دینا اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ کوئی معصوم ہستیاں ہیں جن کو خالق اولی الامر کہہ کے اہل

ایمان پر ان کی اطاعت کو واجب قرار دے رہا ہے۔ تو بہرحال پھر وہ کہتے کیا ہیں؟ کہتے ہیں چونکہ کوئی معصوم ہمیں پیغمبرؐ خاتم کے بعد نظر نہیں آتا اس لیے اس سے مراد اُمت محمدیہ کا اجماع ہے۔

ے قسمت کی بدنصیبی کہ ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

امام فخر الدین رازی کہ واقعاً میں بھی مانتا ہوں کہ وہ علم معقولات یعنی منطق وفلسفہ کے مسلمہ عالم و فاضل ہیں ۔لیکن جب مؤقف کمزور ہو تو پھر علم کا زور بھی کوئی کام نہیں آتا ۔وہ بودی بات کہہ دی کہ اگر کوئی منطق کا ابجد پڑھنے والا، کوئی علم معقولات کی الف ب پڑھنے والا طالب علم بھی کہہ دیتا تو لوگ تعجب کرتے چہ جائیکہ فخر الدین رازی جیسا امام، معقولات وفلسفہ کا امام اور وہ یہ بات کہے کہ چونکہ ہمیں کوئی معصوم نظر نہیں آتا اس لیے اس سے مراد اُمت محمدیہ کا اجماع ہے۔

تو میں صرف ادب سے اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب آپ خود مانتے ہیں کہ پیغمبرؐ خاتم کے بعد پورے عالم اسلام میں کوئی ایک بھی معصوم نہیں، سارے خطا کار ہیں، سارے گناہ گار ہیں تو کیا گناہ گار جمع ہو جائیں تو مجموعہ معصوم بن جائے گا؟ اگر چند خطا کار اکٹھے ہو جائیں تو کیا ان کا مجموعہ عصمت شعار بن جائے گا؟ اگر بات واضح نہیں ہوئی تو دو چار مثالیں اور عرض کر دوں۔

- ☆ اگر چند غریب و نادار جن کی جیب میں ایک پیسہ بھی نہ ہو وہ اکٹھے ہو جائیں تو ایک قارون بن جائے گا؟
- ☆ چند جاہل اکٹھے ہو جائیں تو ایک عالم دین بن جائے گا؟
- ☆ چند احمق اکٹھے ہو جائیں تو ایک افلاطون بن جائے گا؟

☆ چند اندھے اکٹھے ہو جائیں تو ایک آنکھوں والا بن جائے گا؟

آپ سارے سر ہلا رہے ہیں کہ نہیں نہیں نہیں۔ تو جب چند اندھوں کے اکٹھا ہونے سے اگر ایک بینا نہیں بن سکتا، چند جاہلوں کے اکٹھا ہونے سے ایک عالم دین نہیں بن سکتا یا چند غریبوں کے اکٹھا ہونے سے ایک سرمایہ دار نہیں بن سکتا، جب چند کم عقلوں اور احمقوں کے اکٹھا ہونے سے ایک عقل مند نہیں بن سکتا:۔

؎ کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

تو چند گناہ گاروں کے اکٹھا ہو جانے سے، چند خطا کاروں کے جمع ہو جانے سے اُن کا مجموعہ کیسے معصوم بن جائے گا؟ اس لیے امام فخر الدین رازی کے سامنے دو ہی راستے کھلے ہوئے ہیں یا تو یہ مانے کہ پیغمبرؐ کے بعد کچھ افراد ایسے ہیں جو معصوم عن الخطا ہیں اور اگر یہ نہیں مانتے تو پھر اللہ کے حکم کو معاذ اللہ لغو اور عبث ماننا پڑے گا کہ جب کوئی معصوم تھا ہی نہیں تو خالق نے معصوموں کی اطاعت کا حکم کیوں دیا؟ لیکن اگر خالق کا حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا تو پھر ماننا پڑے گا کہ فخر الدین رازی کی بصارت اور بصیرت کا قصور ہے یقیناً معصوم ہستیاں موجود ہیں:۔

؎ گر نبیند بہ روز شپّرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اگر کوئی چمگاڈر معذرت کے ساتھ کسی بل میں گھس جائے اور کہہ دے کہ سورج موجود نہیں ہے تو دُنیا اندھی نہیں ہو جائے گی ہر بندہ سورج کو دیکھ کے کہے گا کہ تیری آنکھوں کا قصور ہے کہ تو سورج کے جلووں کی تاب نہیں لا سکتا۔

(نعرہ)

اولی الامر کون ہیں؟

آداب اس مقام پر پہنچنے کے بعد میں یہ بھی عرض کرتا جاؤں کہ اس پر مفصل کتابیں لکھی جا چکی ہیں کفایۃ الاثر فی النص علی ائمۃ الاثنا عشر، ینابیع المودۃ، ارجح المطالب، مودت القربیٰ متعدد کتابوں میں ملتا ہے کہ پیغمبرؐ سے پوچھا گیا تھا کہ :-

ومن اولی الامر الذین قرن اللہ طاعتھم بطاعتك

یارسول اللہ وہ اولی الامر کون ہیں جنکی اطاعت خالق نے آپکی اطاعت کے ساتھ ملا کر فرض کی ہے ۔ اور سوال کرنے والے بھی پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری تھے کوئی عام بندہ نہیں تھا ۔ تو پیغمبر فرماتے ہیں :-

ھم خلفائی یا جابر و حجج اللہ فی الارض علیٰ عبادہٖ

کہ اللہ کی حجتیں اُس کے بندوں پر اُس کی زمین میں میرے جانشین میرے بعد مراد ہیں ۔ انہوں نے کہا نام بتاؤ فرمایا :-

اَوَّلُھُم علیؑ ابن ابی طالب اولی الامر کی اس سلسلۂ جلیلہ کی پہلی کڑی کا نام علیؑ ہے اور آخری کی نام مہدیؑ ہے ۔　　　　(نعرہ)

اگر کوئی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ آیات اپنی جگہ درست ہیں، استدلال بھی بظاہر محکم ہے ۔ پر ہمیں کوئی پیغمبرؐ کی زبان و بیان سے کوئی نص صریح پیش کرو کہ انہوں نے کسی کا نام لے کے بتایا ہو کہ میرے بعد فلاں فلاں معصوم ہیں ۔ تو میں اپنے اُن عزیزوں، بھائیوں کی تواضع طبع کے لیے دو نصوص صریح اور صحیح پیش کیئے دیتا ہوں ۔

ایک میں اجمالاً پیغمبرؐ نے اپنے اہل بیت کو معصوم کہا ہے اور دوسری حدیث میں نام لے لے کر معصوموں کا تعارف کرایا ہے ۔ علامہ جلال الدین

سیوطی کی تفسیر در منثور کے اندر اسی آیت تطہیر کے ذیل میں برادران اسلامی کی متعدد اور مستند کتابوں کے حوالوں سے یہ پیغمبرؐ کی حدیث درج کی ہے۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:۔

انا واهل بیتی مطهرون من الذنوب

میں اور میری عترت اہل بیت سب کے سب گناہوں سے مطہر اور پاک و پاکیزہ نظر آتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ ایک میں اجمالاً اور دوسری میں تفصیلاً معصوموں کا نام لیا گیا ہے۔ تو وہ تفصیل والی روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ علامہ سلمان حنفی القندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ ترکی میں اس حدیث شریف کو اپنی اسناد کے ساتھ درج کیا ہے کہ جناب عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں:۔

سمعت نبی الله یقول کہ میں نے اپنے اِن کانوں سے پیغمبر خاتمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ فرما رہے تھے کہ:۔

انا وعلی و فاطمة والحسن و الحسین و تسعة من ولد الحسین مطهرون معصومون۔

میں اور علیؑ، میں اور فاطمہؑ، میں اور حسنؑ، میں اور حسینؑ اور پھر وہ نو امام جو نسل حسینؑ سے ہونے والے ہیں۔ یعنی ہم چودہ کے چودہ سب کے سب مطہر بھی ہیں اور عصمت کبریٰ کے درجہ پہ فائز بھی ہیں۔ (صلوات)

عصمت علی علیہ السلام حدیث کی روشنی میں

ان دو صریح اور صحیح روایتوں کے پیش کر دینے کے بعد اگرچہ میں کسی اور حدیث کے پیش کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا لیکن ہزاروں میں سے ایک اور حدیث پیش کیے دیتا ہوں۔ جو اس بات پر نص صریح ہے کہ علیؑ عصمت

کبریٰ کے درجے پر فائز ہیں اُن کی عصمت میں صبح قیامت تک شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ حدیث کیا ہے؟ سنی شیعہ کتابیں چھلک رہی ہیں اس نام سے ضخیم کتابیں بھی چھپ چکی ہیں خود کتاب کا نام وہی ہے جو خود نام حدیث رسول کا ہے:۔

القرآن مع علی و علی مع القرآن لن یتفرقا حتیٰ یردا علیّ الحوض

قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اُس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک حوض کوثر پر میری سرکار میں حاضر نہیں ہو جائیں گے۔

اس کتاب میں اس سے ملتی جلتی دوسری حدیث بھی مستند و معتبر اور صحیح ہے:۔

اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَيْثُ دَارَ عَلِيٌّ

علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے پھر نبیؐ دستِ دعا بلند کرتے ہیں کہ پالنے والے حق کو اُدھر اُدھر پھیرتے رہنا جدھر جدھر میرا بھائی علیؑ پھرتا جائے۔

(نعرہ)

یہ دونوں احادیث مبارکہ اس مطلب کے اثبات پر نص صریح کا حکم رکھتی ہیں کہ صبح قیامت کے اُبھرنے تک نہ قرآن اور علیؑ میں جدائی ہو سکتی ہے اور نہ حق اور علیؑ میں مفارقت ہو سکتی ہے۔

اب صرف قابل غور ایک بات ہے پھر نتیجہ واضح ہو جائے گا کہ پیغمبرؐ جو یہ فرما رہے ہیں کہ قرآن اور علیؑ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، اس جدا نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ بطور تعویذ مولا علیؑ ہمیشہ قرآن کو بازو پہ باندھے ہوئے نظر آئیں گے؟ یا ہمیشہ گلے میں لٹکائے ہوئے ملیں گے؟ یا بغل کے نیچے ہمیشہ دبائے ہوئے نظر آئیں گے؟ ایسے تو کئی لوگ مل جاتے ہیں جو بطور تعویذ

قرآن کو گلے میں ڈال لیتے ہیں، بازو بند کے طور پہ بازو پہ باندھ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ہر وقت سوتے جاگتے سینے میں قرآن محفوظ رکھتے ہیں۔ اگر یہی مطلب ہوتا کہ مادی طور پر جسمانی طور پہ علی اور قرآن ہمیشہ اکٹھے رہیں گے تو علیؑ کی کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی۔ ہزاروں آدمی شریک علیؑ نظر آتے ہیں۔

تو پھر ماننا پڑے گا اور یہ مفہوم تسلیم کرنا پڑے گا جسے تمام سنی شیعہ علمائے اسلام نے اس حدیث کے اندر تسلیم کیا ہے کہ پیغمبرؐ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں، ہزاروں آیتیں ہیں، ہزاروں اوامر ہیں، ہزاروں نواہی ہیں تو گویا پیغمبرؐ یہ فرما رہے ہیں کہ قرآن کا کوئی پارہ، قرآن کی کوئی سورت، قرآن کا کوئی رکوع، قرآن کی کوئی آیت، قرآن کا کوئی امر، قرآن کی کوئی نہی، قرآن کی کوئی شد، قرآن کی کوئی مد، قرآن کی کوئی زبر، قرآن کی کوئی زیر علیؑ کے خلاف نہیں ہے۔ علیؑ کا کوئی قول، علیؑ کا کوئی فعل، علیؑ کی کوئی حرکت، علیؑ کا کوئی سکون، علیؑ کا کوئی کام، علیؑ کا کوئی کلام، علیؑ کا کوئی اقدام، علیؑ کی کوئی صلح، علیؑ کی کوئی جنگ قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ (نعرہ)

پورے کا پورا قرآن علیؑ کے حق میں نظر آتا ہے اور علیؑ کا مؤید نظر آتا ہے، علیؑ کا مصدّق نظر آتا ہے۔ اور علیؑ پورے کا پورا قرآن کے مطابق نظر آتا ہے۔ یا یوں کیوں نہ کہہ دوں کہ جو کچھ اللہ کے قرآن میں مکتوبی شکل میں تمہیں نظر آتا ہے، علیؑ کے کردار میں بولتا ہوا قرآن نظر آتا ہے۔ (نعرہ)

یہ قرآن معصوم عن الخطا ہے تو جو ہر حالت میں قرآن کے ساتھ ہے اور ہر حال میں قرآن اُس کے ساتھ ہے ماننا پڑے گا کہ اُس سے بھی کوئی خطا نہیں ہوسکتی۔ ورنہ ایک لمحہ کے لیے اگر علیؑ کا کوئی گناہ تسلیم کرلیا جائے تو قرآن علیؑ

سے جدا ہو جائے گا اور علیؑ قرآن سے الگ ہو جائیں گے اس طرح نبیؐ کی تکذیب لازم آئے گی ۔ وہ کہتے ہیں کہ قیامت تک نہ قرآن علیؑ سے جدا ہوگا نہ علیؑ قرآن سے جدا ہوں گے ۔ تو مطلب یہ ہے کہ نہ قرآن سے کبھی گناہ ہوگا نہ کبھی علیؑ سے کوئی گناہ ہوسکتا ہے ۔　　　　(صلوات)

اور یہی بعینہ تقریب استدلال دوسری حدیث کے بارے میں ہے کہ: ۔

اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ

جب ہر حالت میں حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں بلکہ علیؑ حق کے بھی مقتدیٰ نظر آتے ہیں ۔ حق مقتدی علیؑ مقتدیٰ نظر آتے ہیں ۔ حق ماموم، علیؑ حق کے امام نظر آتے ہیں ۔ تو جس کی حق بھی پیروی کرے، جس کے حق پیچھے چلے وہ امام حق کبھی خلاف حق کام نہیں کر سکتا ۔

(صلوات)

اب محض اس لیے کہ اگر یوں سلسلۂ کلام طوالت پکڑتا رہا تو کل میں نے صرف ایک صفت علم ثابت کی تھی اور آج گھنٹہ مکمل ہو گیا یا ہو رہا ہے اور ایک صفت عصمت علیؑ ثابت کی ہے پھر تو عشرہ محرم ختم ہو جائے گا اور صفات علیؑ جو صرف پانچ میں نے موٹی موٹی بیان کرنی ہیں وہ بھی مکمل نہیں ہوسکیں گی ۔

؎　فضائل علی بہ گفتگو ممکن نیست
گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

اور عشرہ محرم ختم ہو جائے گا ۔ اس لئے مجھے اختصار سے کام لینا پڑے گا ۔ آج کا بیان بس (سوئی گھنٹہ سے آگے بڑھ گئی ہے اذان ہونے والی ہے) ۔

شجاعت علی علیہ السلام

شجاعت علیؑ کے بارے میں تفصیلات میں جاؤں تو پھر شجاعت علیؑ کا ثبوت

دو مجلسیں کم از کم چاہتی ہیں ۔ لیکن میں بس دو اڑھائی منٹ میں (لیکن پھر وہی خطرہ ہے کہ بات ادھوری رہ جائے گی) ۔ (صلوات)

بہر حال آج ایک دو جملے سن لیں اگر حالات نے اجازت دی تو پھر کبھی تفصیل سے بھی شاید تبصرہ کر دیا جائے ۔ لیکن کہتے ہیں کہ: ۔

بموجب "خیر الکلام ما قلّ ودلّ"

علیؑ ولی کی شجاعت پر میں نے سینکڑوں کتابیں پڑھی ہیں، علیؑ ولی کے فضائل پر ہزاروں کتابیں نظر سے گذری ہیں پر جس قدر جامع تبصرہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے ہمارے برادران اسلامی کے نامی گرامی عالم نے جامع لفظوں میں کیا ہے کم از کم میں اپنے ناچیز معلومات کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ ایسا فاضلانہ، ادیبانہ، مورخانہ، منصفانہ انداز میں کسی شیعہ عالم نے بھی تبصرہ آج تک نہیں کیا ہے ۔

علامہ معتزلی خدا اُن کو علیؑ ولی کی فضیلت یا فضائل کا اقرار کرنے کی جزائے خیر عطا فرمائے ۔ انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ علیؑ عالمین کے امام ہیں ۔ صرف شیعہ قوم کو ان پر اجارہ داری نہیں ہے بلکہ خدا اگر رب العالمین ہے اور پیغمبرؐ رحمۃ للعالمین ہیں تو علیؑ بھی ھدی للعالمین ہیں ۔

نہج البلاغہ کی شرح جلد اول ایران میں بھی چھپ چکی ہے، لبنان میں بھی اور مصر میں بھی شائع ہو چکی ہے اس کی پہلی جلد میں جہاں انہوں نے مولا امیرؑ کے جامع حالات و کمالات پر تبصرہ کیا ہے تو جب شجاعت علویہ پر پہنچے ہیں (اذان شروع ہو گئی بس ایک جملہ مکمل کر کے اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں) کہتے ہیں: و اما شجاعۃ جہاں تک علیؑ ولی کی شجاعت کا تعلق ہے، علیؑ کے کارناموں پہ نظر ڈالی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ علیؑ سے پہلے جتنے بہادر گذر چکے

ہیں علیؑ نے ان کا نام اہل عالم کو بھلا دیا اور آنے والے بہادروں کا نام فہرست شجاعت سے مٹا دیا:۔

فانه الشجاع الذی ما فر قطیبۃ قط....... الخ

علیؑ وہ میدان شجاعت کے یکتا شاہسوار ہیں کہ جنہوں نے کبھی کسی لشکر کو پیٹھ نہیں دکھائی تھی اور نہ کبھی علیؑ کے دل میں کائنات کے بہادر کو دیکھ کر گھبراہٹ آئی تھی۔

کہتے ہیں علیؑ کی زندگی میدان جنگ میں گذر گئی پر دو باتیں یقین سے کہی جا سکتی ہیں کہ کوئی علیؑ کے مقابلے میں نہیں آیا جو کبھی بچ کے گیا ہو اور علیؑ نے کبھی ایک ضربت نہیں لگائی کہ کبھی علیؑ کو دوسرے وار کی ضرورت پیش آئی ہو۔ ہمیشہ ایک ہی وار میں دشمن کا کام تمام کیا ہے۔ میں کہتا ہوں ساری باتیں چھوڑ دو وہ جبرائیلؑ جس نے آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک سارے نبیوں وصیوں ولیوں اور کائنات کے سارے بہادروں کی شجاعت کے مناظر دیکھے تھے۔ جب وہ جبرائیلؑ یہ کہہ رہا ہے کہ:۔

لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی

کہ اگر کائنات میں کوئی بہادر ہے تو صرف حیدر کرارؑ ہے اور اگر کوئی تلوار ہے تو صرف ذوالفقار ہے۔ (نعرہ)

علیؑ کے ہاتھوں قتل کو فخر سمجھنا

پھر معتزلی نے ثابت کیا ہے کہ مشرق و مغرب میں جو بھی کوئی مرد میدان میں جاتا ہے علیؑ کے نام کا نعرہ لگاتا ہے۔ علیؑ کی بہادری اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ جو لوگ علیؑ ولی کے ہاتھوں سے مارے جاتے تھے اُن کے وارث فخر کرتے تھے کہ ہمارے مقتول کو کسی عام بندے نے نہیں مارا علیؑ

نے قتل کیا ہے۔ (صلوات)

عمر ابن عبدود کی بہن کا وہ مرثیہ تمام اسلامی تاریخوں میں ملتا ہے کہ:۔

لو کان قاتل عمر غیر قاتله

کہ اگر میرے بھائی عمر ابن عبدود کا قاتل علیؑ ولی کے سوا کائنات کا کوئی اور مرد ہوتا تو میں جب تک زندہ رہتی بھائی پہ روتی رہتی۔ پر جس چیز نے مجھے تسلی دی ہے وہ یہ ہے کہ میرے بھائی کو قتل کیا ہے تو علیؑ نے اور اُس کے ہاتھ سے قتل ہو جانا کوئی عیب نہیں ہے بلکہ کمال ہے۔ (صلوات)

مصائب

آج کوئی لمبا چوڑا مصائب پڑھنے کی نہ وقت کے دامن میں گنجائش ہے اور نہ ضرورت ہے جناب ملک صاحب خدا اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے روزانہ مفصل اور مکمل مصائب پڑھ رہے ہیں۔ تو میں صرف تبرکاً اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آج محرم کی چھٹی تاریخ ختم ہو چکی ہے اور ساتویں کی رات شروع ہو رہی ہے۔ آج تک مؤرخین کے بیان کے مطابق تیس ہزار کا لشکر اشرار میدان کربلا میں جمع ہو چکا ہے۔

میں صرف پوچھتا ہوں آپ سے، کیا کافروں سے جہاد کرنے کے لیے، ہندوستان کے ہندوؤں کے خلاف کوئی لشکر کشی کرنے کے لیے، لڑنے کے لیے۔ نہیں خاندان رسالت کے گھر کو تباہ و برباد کرنے کے لیے، حسینؑ کے بچوں کو یتیم کرنے کے لیے، پردگیان عصمت و طہارت کی چادر کو چھیننے کے لیے، بنی ہاشم کے جوانوں کو شہید کرنے کے لیے، آل محمدؐ کے خیموں کو جلانے کے لیے۔ جب بھی کوئی نیا لشکر آتا تو بیبیاں سوال کرتیں بھیا حسینؑ اس میں کوئی ہمارا حمایت کار بھی ہے، کوئی ہمارا مددگار بھی ہے۔

جب امامؑ فرماتے کہ نہیں بہن یہ سارے ہمارے مخالف آ رہے ہیں ان میں کوئی ہمارا مددگار نہیں ہے۔ تو بیبیوں کے دل بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ شب عاشورا کا ایک مختصر سا واقعہ بیان کر کے ختم کروں کہ جب امامؑ نے شب عاشورا یہ وضاحت کی کہ میں یہاں دین اسلام کی خاطر جام شہادت پینے کے لیے آیا ہوں اگر کوئی دُنیا کا طالب ہے تو چلا جائے پھر امامؑ نے جب چراغ بجھا دیے، اور کمزور ایمان کے مالک کچھ لوگ چلے گئے۔ پھر امامؑ جب خیمے میں آئے تو جناب زینب عالیہؑ نے ایک عجیب معصومانہ سوال کیا کہ بھیا حسینؑ جو باقی رہ گئے ہیں یہ تو ہمارا ساتھ چھوڑ کے نہیں چلے جائیں گے؟

امامؑ نے یقین دلایا کہ نہیں بہن جو باقی رہ گئے ہیں یہ مخلص اور خالص ہیں یہ کبھی ہمارا ساتھ چھوڑ کے نہیں جائیں گے۔ یہ بہن بھائی کی گفتگو خیمے کے اندر ہو رہی تھی اور دروازے پر بریر ہمدانیؒ یہ گفتگو سن رہے تھے وہ دوڑتے ہوئے اصحاب حسینی کے پاس پہنچے سر سے عمامہ اُتار دیا اور رو کے کہا تم آرام و سکون سے بیٹھے ہو تمہیں پتا ہے کہ رسول زادی کو تمہاری وفاؤں پر یقین نہیں ہے، چلو اور بی بیؑ کو یقین دلاؤ۔ تمام اصحاب حسینی آئے اور اپنے عمامے اتار کر خیموں کے اندر پھینک دیے اور کہا علیؑ و بتولؑ کی شہزادیو! اگر ہماری وفاداریوں پہ یقین نہیں ہے تو حکم دے دو تاکہ اپنے ہاتھوں سے سر قلم کر کے اندر پھینک دیں۔ جناب زینب عالیہؑ نے دعا دی:۔

او پاک و پاکیزہ لوگو! علیؑ و بتولؑ کی شہزادیوں اور بیٹیوں کے پردے کی لاج اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ خیال کرنا ہمارے پردے کی حفاظت کرنا۔ بس ختم کر دوں یہی وجہ تھی کہ آل محمدؐ کے اصحاب کی یہ قربانی سنہری لفظوں سے لکھی جائے گی کہ جب تک ایک صحابی زندہ رہا، نہ بنی ہاشم کا کوئی فرد شہید ہوا،

نہ کسی ملعون کو خیام حسینی کی طرف میلی نظر اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت ہوئی ۔اور جب سارے اصحاب جام شہادت پی چکے،تو پھر بنی ہاشم کے جوانوں کی نوبت آئی ۔اور جب تک ایک بچہ بھی زندہ رہا کسی ملعون کو خیام حسینی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی بھی جسارت نہیں ہوسکی ۔

لیکن افسوس جب روز عاشورا عصر کا وقت ہوا نہ کوئی اصحاب میں سے رہ گیا نہ کوئی احباب میں سے،نہ کوئی عزیزوں میں سے رہ گیا نہ کوئی رشتہ داروں میں سے ۔ہاں صرف ایک بیمار کربلا تھے جو بستر بیماری پہ دراز تھے تو یہ گھڑی قیامت سے کم نہیں تھی کہ جب ظالم لوٹ بھی رہے تھے اور کہہ بھی رہے تھے کہ:۔

ے لوٹو تبرکات علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آل رسول کو

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ساتویں مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

اثبات امامت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ۔
اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ:۔
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
(سورہ البقرہ)
(صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے کہ یاد کرو اُس وقت کو کہ جب خداوند عالم نے اپنے عبد خاص جناب ابراہیمؑ خلیل اللہ کا امتحان چند کلمات کے ساتھ لیا تھا اور وہ جب اُس امتحان میں کامیاب اور کامران ہو گئے تو ارشاد پروردگار ہوا کہ اے میرا خلیل میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

یہ خوشخبری سن کر جناب ابراہیمؑ نے استدعا کی کہ رب العالمین میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ جلیلہ میری اولاد میں بھی برقرار رہے۔ ارشادِ رب العزت ہوا کہ جو تیری اولاد میں سے ظالم ہوں گے، گناہ گار ہوں گے اُن تک میرا عہدہ امامت نہیں پہنچ سکے گا۔
(صلوات)

سلسلہ کلام شرائط امام کے بارے میں جاری تھا کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد ان

کے مسند نشین، ان کے جانشین اور حجۃ اللہ فی الارضین کے اندر کن صفات وملکات اور کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ۔ جو حضرات ابتداء سے مجالس سن رہے ہیں اور شرکت فرما رہے ہیں ان کو یاد ہوگا کہ اس سلسلہ میں جو عرض کیا گیا تھا کہ پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ جس امام نے جس نبی کی مسند پر بیٹھنا ہے اُس نبی کے لیے کن صفات و ملکات کا ہونا ضروری ہے ۔

انبیاء کی صفات

اس سلسلہ میں پانچ صفات جلیلہ و جمیلہ کا خصوصی تذکرہ کیا گیا تھا کہ نبی کے اندر پانچ صفات کا پایا جانا اشد ضروری ہے جن کے بغیر کوئی نبی نبی، کوئی رسول رسول نہیں ہوسکتا ۔ اور وہ صفات آپ کو یاد ہوں گی کہ :۔

☆ پہلی صفت یہ تھی کہ اُسے عالم علم لدنی اور ساری دُنیا سے بڑھ کر عالم ہونا چاہیے ۔

☆ دوسری یہ تھی کہ اُسے گناہوں سے منزہ اور مبرا ہونا ضروری ہے یعنی عصمت کا مالک و مختار ہونا چاہیے ۔

☆ تیسری صفت یہ تھی کہ اُسے شجاعت اور بہادر ہونا چاہیے ۔

☆ چوتھی صفت یہ تھی کہ اس کو تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ، برتر اور بلند تر ہونا چاہیے ۔

☆ پانچویں یہ تھی کہ اُسے صاحبِ معجزہ بھی ہونا چاہیے ۔

تو ان صفات کے ثبوت کے بعد مرحلہ یہ تھا کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد جتنے دعویداران امامت وخلافت، ولایت و وراثت نظر آتے ہیں ان میں سے ان صفات نبویہ، ان ملکاتِ قدسیہ کا حامل کون ہے اور مالک کون ہے؟

تو پرسوں سے سلسلہ کلام اِس سلسلہ میں جاری تھا کہ اگر انصاف کی عینک

لگا کر، تعصب کا دامن چھوڑ کر، آباء و اجداد کی اندھی تقلید کا پٹہ توڑ کر اللہ کے قرآن کو پڑھا جائے، تاریخ اسلام کو پڑھا جائے، پیغمبر خاتمؐ کے فرمان کو پڑھا جائے، بزرگان دین کے کلام کو پڑھا جائے تو روزِ روشن سے بھی زیادہ روشن یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد پورے عالمین میں ان صفات نبویہ کا مالک اور حامل اگر کوئی ہستیاں نظر آتی ہیں تو یا علیؑ ہیں یا اولادِ علیؑ ہیں کوئی غیر نہیں ہے۔ (نعرہ)

حیدر کرار علیہ السلام انبیاء کی صفات کے حامل ہیں

چنانچہ اس سلسلے میں اب تک حیدر کرارؑ کا عالم علم لدنی ہونا ساری کائنات سے بڑھ کر عالم ہونا، پھر ان کا معصوم عن الخطا ہونا علاوہ بریں اُن کا ساری کائنات سے بڑھ کر بہادر اور شجاع ہونا۔ یہ تین صفاتِ جمیلہ اور جلیلہ اب تک واضح کیے جا چکے ہیں آج کی مجلس میں میں چاہتا ہوں کہ امیرالمومنینؑ کی افضلیت مطلقہ پر کچھ تبصرہ ہو جائے۔

خالانکہ خود یہ صفت اس قدر طویل و عریض ہے کل کچھ حضرات اصرار بھی فرماتے رہے کہ شجاعت کے لیے ایک علیحدہ مجلس درکار ہے لیکن میں نے جو تجزیہ کیا اور سوچا کہ اگر ایک ایک صفت ایک ایک مجلس میں بیان کی جائے تو پھر عشرہ محرم ختم ہو جائے گا اور ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس لیے کل مولاؑ کی عصمت کے ساتھ چند جملوں میں آخر میں مجھے مولاؑ کی شجاعت پر تبصرہ کرنا پڑا۔ اور آج کی مجلس میں چاہتا ہوں کہ جناب امیرالمومنینؑ کی افضلیت پر اور ساتھ ہی ان کے صاحب اعجاز ہونے پر بھی تبصرہ کر دیا جائے، اور اگر کوئی بات رہ گئی تو ان شاء اللہ کل ابتدا میں اُسے بیان کر دیا جائے گا اور پھر سلسلہ کلام کو ذرا آگے بڑھایا جائے گا۔ (صلوات)

جہاں تک برادرانِ اسلامی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں ان کے نظریات عجیب وغریب نظر آتے ہیں اور اُنکے اختلافات کو اگر دیکھا جائے تو بے ساختہ شاعر کا یہ شعر زبان پر آتا ہے کہ:۔

ے کبھی گرتا ہوں مینا پر کبھی جھکتا ہوں ساغر پر
مری بیہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

کبھی تو فرماتے ہیں کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔ چنانچہ جناب امیرؑ کو وہ خلافت میں بھی وہ چوتھے نمبر پر جانتے ہیں اور فضیلت میں بھی جناب امیرؑ کو چوتھے مقام پر سمجھتے ہیں۔ اور بعض حضرات وہ ہیں جو کہتے ہیں ترتیب خلافت اور ہے اور ترتیب فضیلت اور ہے۔ وہ کہتے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مقام فضیلت میں پیغمبر خاتمؐ کے بعد افضل الناس، افضل البریہ، ساری کائنات سے افضل اور اعلیٰ جناب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ لیکن مقام خلافت میں وہ چوتھے مرتبے پہ فائز ہیں۔ اس لیے میں نے اُن کے ایک بزرگ کا خطبہ بھی چار دن پہلے سنایا تھا۔ وہ کہتے ہیں:

الحمدلله الذی قدم المفضول علی الفاضل

ہم اُس اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں کہ جس نے مفضول کو مسند رسالت پر بٹھا دیا اور افضل کو گھر کی چار دیواری میں محصور فرما دیا۔

بہرحال کچھ حضرات وہ ہیں جن کا نظریہ آپ نے ظفر علی خان کے شعر میں سنا ہوگا یا پڑھا ہوگا کہ:۔

ع ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر وعمر وعثمان وعلیؑ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

(صلوات)

اقبال کا تعلق بھی دوسرے طبقے سے ہے کہ وہ ترتیب خلافت کو اور ترتیب فضیلت کو اور جانتے ہیں ۔ حالانکہ وہ صوفی ہیں اور شاعرِ مشرق بھی ہیں، بہت بڑے علامہ وفہامہ بھی ہیں ۔ لیکن آباء واجداد کی تقلید کے خول سے چونکہ باہر نہیں نکل سکے ۔ اپنے بارے میں ایک آدمی کا نظریہ بیان کرتے ہیں ۔ دراصل اپنے بارے میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں : ۔

اک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی
تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی

اس میں کہتے ہیں کہ وہ مولوی میرے بارے میں کہہ رہا تھا:

ہے اسکی طبیعت میں تشیع بھی ذراسا
تفضیل علیؑ ہم نے سنی اسکی زبانی

جناب اقبال بھی اس زمرے میں شامل ہیں کہ افضل مولا علیؑ کو مانتے ہیں لیکن خلیفہ بلافصل کسی اور بزرگ کو جانتے ہیں ۔ (صلوات)

فضیلت کا معیار

اب جب تک پہلے یہ طے نہ کرلیا جائے کہ میزان افضلیت کیا ہے؟ معیارِ افضلیت کیا ہے؟ اس وقت تک کبھی گفتگو نتیجہ خیز نہیں ہوسکتی ۔ تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اگر دو شخصوں میں یا چند اشخاص میں، دو فردوں یا چند افراد میں موازنہ ہو کہ ان اشخاص و افراد میں سے افضل کون ہے اور ادنٰی کون، فاضل کون ہے اور مفضول کون؟ تو آخر کوئی معیار تو مقرر کرنا پڑے گا ۔

آیا افضلیت کا دارومدار قد کاٹھ پر ہے؟ رنگ رُوپ پر ہے؟ مال و اسباب پر ہے؟ دُنیا کے جاہ وجلال پر ہے؟ حسن و جمال پر ہے؟ بخت واقبال پر ہے؟ تو جب تک پہلے افضلیت کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا جائے گا، اس وقت

تک یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ افضل کون ہے اور مفضول کون ہے؟۔

تو جہاں تک ہمارے برادرانِ اسلامی کا تعلق ہے ان کی شرح مقاصد اور شرح مواقف (یہ علم کلام کی سب سے بڑی مستند اور معتبر ضخیم تر کتابیں ہیں)۔ اُن کے اندر جو کچھ انھوں نے معیار افضلیت قرار دیا ہے، انھوں نے دو چیزوں کو معیار فضیلت ٹھہرایا ہے۔

زیادہ ثواب معیار فضیلت

ایک یہ کہ ہم افضل اُس کو کہیں گے جس کا ثواب زیادہ ہوگا، جس کا اجر زیادہ ہوگا اور دوسرا افضل اس کو کہیں گے جس کے فضائل زیادہ ہوں گے جس کے کمالات زیادہ ہوں گے۔ تو ہم بھی انھیں کے ساتھ چلتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اگر ان دو چیزوں کو معیارِ فضلیت قرار دیا جائے تو اتنا دن روشن نہیں ہے جتنا علیؑ کی افضلیت روشن نظر آتی ہو۔

کیونکہ جہاں تک کثرت اجر وثواب کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ اُسی کا ثواب زیادہ ہوگا۔ جس کی عبادت زیادہ ہوگی، ثواب اُسی کو زیادہ ملے گا جس کا زہد زیادہ ہوگا، ثواب اُسی کا زیادہ ہوگا جس کی اطاعت زیادہ ہوگی، ثواب اُسی کا زیادہ ہوگا جس کا عمل زیادہ ہوگا، جس کی کوشش زیادہ ہوگی، جس کی کاوش زیادہ ہوگی۔ اور اگر یہ مسلّمہ ٹھیک ہے تو میں کہتا ہوں کہ حیدر کرارؑ کی نمازیں ایک طرف، اُن کے ہزاروں جہاد ایک طرف، اُن کے ہزاروں روزے ایک طرف، ان کے ہزاروں صدقات وخیرات ایک طرف، ان کے دوسرے عبادات ایک طرف، کون اندازہ کرسکتا ہے مولاؑ کی عبادات اور زہد کی کثرت کا۔

میں تو صرف بطور نمونہ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جس علی ولیؑ کے عمل و عبادت اور اجر وثواب کا عالم یہ ہو کہ **و ماینطق عن الھویٰ** کا مصداق

مصطفیؐ علیؑ کی ایک ضربت کے بارے میں یہ فرمائے کہ :۔

ضربت علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين

کہ خندق والے دن حیدر کرارؑ کی وہ ایک ضربت جو عمرو ابن عبدود کے سر پر پڑی جس نے صبح قیامت تک اسلام کا بول بالا کر دیا اور کفر کا منہ کالا کر دیا، علیؑ کی ایک ضربت صبح قیامت تک جنوں اور انسانوں کی عبادتوں سے افضل نظر آتی ہے۔ (نعرہ)

اب مجھے دُنیا بتائے کہ ثواب کس کا زیادہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی بے توفیق گزرے ہیں اور آج بھی مل جاتے ہیں کہ جو اس قسم کی احادیث کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے مبالغہ آرائی فرمائی ہے ورنہ ایک بندے اور ایک مجاہد کی ایک ضربت ایک طرف اور دوسری طرف ثقلین یعنی جنوں اور انسانوں کی عبادت اور وہ بھی ہفتہ و سال کی نہیں پوری صبح قیامت تک کہ جنوں اور انسانوں کی عبادت سے بھلا اس کی ایک ضربت کیسے بڑھ سکتی ہے؟۔

تو بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے یا اپنے علماء شیعہ کی طرف سے اس سوال کا جواب دوں، بقول شاعر

خوش تر آن باشد کہ سرِ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران

میں چاہتا ہوں کہ ان کے سوال کا جواب انھی کے علماء کرام کے کلام و بیان سے پیش کر دوں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب "الاربعین" مطبوعہ حیدر آباد دکن میں اس ناصبیانہ سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے جس نے پیغمبرؐ کے اس بیان و کلام کو مبنی بر مبالغہ

قرار دیا ہے اس نے غالباً اُن حالات کا جائزہ نہیں لیا کہ جن حالات میں اُس وقت اسلام گھرا ہوا تھا۔

کہتے ہیں کہ اگر نبیؐ کے فرمان کی حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہو تو ذرا اُن حالات کا پہلے جائزہ لو کہ جس وقت جنگ خندق لڑی جارہی تھی۔ اُس وقت اسلام کا نقشہ کیا تھا؟

فخر الدین رازی کہتے ہیں: "کان الاسلام فی ذلك الوقت محصورًا فی المدینة"

کہ پورے کا پورا اسلام مدینے کی چار دیواری میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے باہر نہ کوئی مسلمان تھا، نہ کہیں اسلام کا کوئی نام ونشان تھا آج پورا عالم کفر، آج پورا عالم شرک، ایک ایک ہزار بندے سے مقابلہ کرنے والے جوانوں اور پہلوانوں کو ساتھ لائے تھے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام کی سردردی ختم ہوجائے، اسلام کے نام کا روڑا راستہ سے ہٹا دیا جائے، نہ اسلام رہ جائے نہ مسلمان رہ جائیں۔ چنانچہ عمرو ابن عبدود کا ساتھ لانا اسی مقصد کی تکمیل کا ایک ذریعہ تھا۔

تو رازی کہتے ہیں اگر اس دن عالم کفر عمر ابن عبدود کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا، نہ اسلام رہتا نہ کوئی مسلمان رہتا۔ جب کوئی مسلمان نہ ہوتا، جب کائنات میں اسلام نہ ہوتا، نہ کوئی نمازی ہوتا، نہ کوئی روزہ دار ہوتا، نہ کوئی قرآن خوان ہوتا، نہ کوئی کلمہ گو ہوتا، نہ خالق کا عبادت گزار ہوتا، نہ کوئی روزہ دار ہوتا، نہ کوئی شب زندہ دار ہوتا۔ الغرض نہ بانس رہتا نہ بانسری بجتی۔

لیکن حیدر کرارؑ نے ایک ضرب لگا کر عمر ابن عبدود کو واصل جہنم کرکے

کفار کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر اسلام کو بھی بچا لیا، مسلمانوں کو بھی بچا لیا، اب صبح قیامت تک جو اسلام کا کلمہ پڑھے گا وہ علیؑ کی ضربت کا صدقہ۔ (نعرہ) اب صبح قیامت تک جو نمازی نماز پڑھے گا وہ علیؑ کی ضربت کا فیض ہے جو حاجی حج بیت اللہ کرے گا وہ علیؑ کی ضربت کا صدقہ ہے، جو عابد عبادت کرے گا، جو عامل عمل کرے گا، جو مطیع اطاعت کرے گا وہ علیؑ کی اُس ایک ضربت کا صدقہ ہے۔ کیونکہ علیؑ کی ضربت ہے سبب اسلام اور مسلمانوں کی بقاء کی، اور باقی کائنات کی عبادت علیؑ کی اُس ضربت کا مسبّب۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ہمیشہ سبب اپنے مسبّب سے، علت اپنے معلول سے افضل ہوا کرتی ہے۔ تو پیغمبرؐ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سراسر حقیقت ہے کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ:۔

ضربت علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین

علیؑ نے ایک ضربت مار کے کائنات کا اسلام بچا لیا اور ایمان بچا لیا۔ (نعرہ)

اب بتاؤ جس کی ایک ضربت کا ثواب صبح قیامت تک جنوں اور انسانوں کی عبادتوں سے فوقیت لے جائے، برتری لے جائے، جو اُن سب سے بڑھ جائے اُس علیؑ کی باقی عبادتوں، باقی زہادتوں، باقی اعمال اور اُن کی باقی روش و رفتار کے ثوابوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اگر معیار فضلیت کثرت اجر و ثواب ہے تو حسنینؑ کے باپ کا کائنات میں کوئی ہمسر نظر نہیں آتا۔ (صلوات)

فضائل کی کثرت

اور اگر معیار فضیلت صرف فضائل کی کثرت ہے فضائل نفسانیہ، فضائل

انسانیہ، فضائل روحیہ، فضائل بدنیہ تو میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک فضائل کی کثرت کا تعلق ہے یہ بھی وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ پورے عالم امکان میں مقام فضیلت میں، فضائل نفسانیہ میں علیؑ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ آؤ دو شہادتیں پیش کردوں۔

ایک برادران اسلامی کے نامی گرامی علماء کی اور دوسری پیغمبرؐ خدا کی۔ امام احمد ابن حنبل سمیت، علامہ ابن حجر مکی سمیت بڑے بڑے علماء نے واضح لفظوں میں واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ:۔

لَمْ يَرِدْ فِيْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِالْاَحَادِيْثِ بالأسانيد الحسان الصحاح الفضائل ما ورد في حق علي بن ابي طالب۔

کہتے ہیں پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نظر آتی ہے، لیکن صحیح سندوں کے ساتھ، حسن سندوں کے ساتھ، عمدہ اسناد کے ساتھ جس قدر فضائل حسنینؑ کے بابؑ کے اسلام کے اندر موجود ہیں ان فضائل کی کسی اور ہستی کے بارے میں مثال نہیں ملتی۔ (نعرہ)

اور پیغمبر خاتمؐ کا یہ فرمان صواعق محرقہ میں بھی ہے، فضائل صحابہ امام احمد ابن حنبل میں بھی ہے، ان کے علاوہ سینکڑوں کتب فضائل میں موجود ہے کہ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

جعل الله لاخی فضائل لا تحصٰی كثرةً

کہ خالق اکبر نے میرے بھائی علیؑ ولی کو اتنے فضائل عطا فرمائے ہیں جن کی کثرت کی وجہ سے نہ کوئی ان کا شمار کرسکتا ہے اور نہ کوئی اُن کا حساب کرسکتا ہے۔ (نعرہ)

ع دل اہل انصاف سے انصاف طلب ہے

تو جس علیؑ ولی کے بارے میں برادران اہل سنت کے نامی گرامی علماء کرام اعتراف کرتے ہوئے نظر آئیں کہ جس قدر صحیح اور حسن حدیثیں علیؑ ولی کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں اتنی کسی بھی فرد اور بشر، کسی بھی صحابی رسولؐ کے حق میں وارد نہیں ہوئیں ۔اور پیغمبرؐ بھی واضح لفظوں میں فرمادیں کہ خالق نے میرے بھائی علیؑ کو اس قدر فضائل عطا کیے ہیں کہ جن کا کوئی حساب اور جن کا کوئی شمار نہیں کرسکتا اور جن کی کوئی تعداد مقرر نہیں کرسکتا تو پھر بتاؤ جس کے فضائل بے شمار نظر آتے ہیں آیا وہ افضل ہوگا یا جس کے فضائل انگلیوں پر شمار کیے جاسکتے ہیں وہ افضل ہوگا؟

مالکم کیف تحکمون؟

تو برادرانِ اسلامی نے یہی دو معیار بتائے تھے ۔تو اس معیار پر اگر دیکھا جائے تو حیدر کرارؑ پوری کائنات سے افضل و اعلیٰ نظر آتے ہیں ۔اور ہم بلاخوف رد یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے بعد نبیؐ اور نبیؐ کے بعد مرتضیٰؑ ۔علی پھر قصہ مختصر۔

(صلوات)

جتنا فرض تھا وہ تو میں نے چند جملوں میں ادا کردیا ۔کہ جو انھوں نے معیار بیان کیا تھا، اُس معیار کے مطابق مَیں نے مختصر جملوں میں، مختصر وقت میں یہ واضح کردیا اور ثابت کردیا کہ اس معیار پر اگر کوئی پورا اترتا ہے تو وہ حیدر کرارؑ ہے، کوئی اور نہیں ہے ۔

فضیلت علیؑ قرآن اور احادیث کی روشنی میں

لیکن آؤ مزید برآں اللہ کے قرآن اور پیغمبر خاتمؐ کے فرمان کی روشنی میں دو آیتیں اور دو روایتیں ایسی پیش کردوں کہ کسی انصاف پسند آدمی کو صبح قیامت تک علیؑ کی فضیلت میں شک کرنے کی جرأت نہ ہوسکے ۔ (صلوات)

پہلی آیت مباہلہ ہے:-

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

(سورہ آل عمران آیت ۶۱)

تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں، تم اپنی مستورات کو بلاؤ، ہم اپنی مستورات کو بلاتے ہیں، تم اپنے نفسوں اور جانوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں اور جانوں کو بلاتے ہیں۔ پھر مل کر کریں گے مباہلہ، گڑگڑا کر، تضرع اور زاری کے ساتھ بددُعا کریں گے، جو سچے ہوں گے وہ جھوٹوں پر لعنت خدا کریں گے۔

میں واقعہ مباہلہ نہیں پڑھنا چاہتا نہ یہاں مناسبت ہے نہ ضرورت ہے۔ میں تو صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں آج کل جدید مفسروں کی تفسیروں سے قطع نظر کر کے قدیم دور کے تمام مفسرین اسلام کی تفسیروں کو اٹھا کر سامنے رکھ لیں۔ آپ کو یہی ملے گا کہ پیغمبر اسلامؐ جب میدانِ مباہلہ میں تشریف لے جاتے ہیں، تو ابناءنا کی جگہ حسنین شریفینؑ کو ساتھ لے جاتے ہیں، نساءنا کی جگہ صرف خاتونِ قیامت کو ہمراہ لے جاتے ہیں اور انفسنا کی جگہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

حالانکہ پڑھے لکھے لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ ابناءنا کی جگہ چاہتے تو تمام اصحاب کرام، تمام کلمہ گویان اسلام کے بیٹوں کو لے جاسکتے تھے، الفاظ میں گنجائش تھی۔ تمام اسلام کی خواتین کو ساتھ لے جاتے تو لفظ نساءنا میں گنجائش تھی۔ تمام اپنے ساتھ بیٹھنے والے بزرگوں، خردوں کو ساتھ لے جاتے تو انفسنا کے لفظ میں گنجائش تھی۔ لیکن عالم اسلام کے

مؤرخ، محدث اور مفسر اس حقیقت پر متفق نظر آتے ہیں کہ پیغمبرؐ اکرم میدانِ مباہلہ میں تشریف لے گئے۔

واخذ الحسن بیمین و محتضنا حسین و فاطمۃ تمشی خلفہ وعلی (علیہ السلام) یمشی خلفھما

یہ خمسہ نجباء اس شان سے نکلے کہ پیغمبرِ اسلامؐ آگے آگے حسن مجتبیٰؑ کی انگلی پکڑے ہوئے، حسینؑ کو گود میں اُٹھائے ہوئے، آگے آگے حجابِ رسالت، پیچھے پیچھے پردۂ امامت، درمیان میں گیارہ کی والدہ اور بارھویں کی امانت، خاتونِ قیامت خراماں خراماں چل رہی ہیں اور پیغمبرؐ کہتے جاتے ہیں: او میری عترت اہلِ بیتؑ! آج صادقین اور کاذبین کے درمیان مباہلہ ہوگا۔ بددُعا میں کروں گا، تم آمین کہنا۔ پھر بعد میں جو کچھ ہوا، آپ جانتے ہیں کہ اُدھر سے عیسائیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا، پر محمدؐ وآلِ محمدؐ کے مقابلے میں مباہلہ کرنے کی جرأت و جسارت نہیں کی۔

اب میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب باتفاق اہلِ علم، باتفاق حدیث و تفسیر اور اہلِ تاریخ سب متفق ہیں کہ پیغمبرِ اسلامؐ انفسنا کی جگہ حیدرِ کرارؑ کو لے جاتے ہیں۔ تو کیا اس سے یہ پتا نہیں چلتا کہ حیدرِ کرارؑ نصِ قرآن نفسِ نبیؐ ہیں۔ اب ظاہری لفظوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ علیؑ و نبیؐ یک جان ہیں، دونوں کی حقیقت ایک ہے، دونوں کی اصلیت ایک ہے۔ پر دو چیزیں مانع ہیں:۔

☆ ایک یہ کہ عقلاً دو چیز کا اتحاد اس طرح مانا جائے کہ دوئیت ختم ہوجائے اور ایک بن جائے، یہ عقلاً محال ہے۔

☆ اور دوسرا یہ اگر بالکل ہر لحاظ سے ایک مانا جائے تو پھر علیؑ کو نبیؐ بھی ماننا

پڑے گا، رسول بھی ماننا پڑے گا۔

لیکن آیت خاتم النبیین اور عقیدۂ جمہور مسلمین اس عقیدے سے مانع ہے۔ کیونکہ پیغمبر خاتمؐ پر نبوت بھی ختم ہوگئی، اور رسالت بھی ختم ہوگئی، ان کے بعد اب صبح قیامت تک نہ کوئی نیا نبی ہوسکتا ہے نہ نیا کوئی رسول آسکتا ہے۔ تو ان دو مجبوریوں کے تحت ماننا پڑے گا کہ علیؑ کے نفس نبیؐ ہونے کا مطلب یہ جسمانی طور پر ایک ہونا نہیں ہے۔ بلکہ فضائل و کمالات میں اتحاد و یگانگت مقصود ہے۔ اور دوسری آیت کو سامنے رکھ کر کہ:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (سورہ احزاب آیت ۴۰)

ماننا پڑے گا کہ علیؑ کو وہ فضائل حاصل ہیں جو نبیؐ کو ہیں، علیؑ کے وہ مناقب ہیں جو نبیؐ کے ہیں۔ علیؑ کا وہ مقام ہے جو نبیؐ کا ہے، بجز مرتبہ نبوت اور اس کے خصائص کے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں پیغمبرؐ نے فرمادیا کہ:۔

یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی

کہ یا علیؑ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یعنی اگر نبوت کے دروازے پر تالا نہ لگ چکا ہوتا، اگر باب رسالت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند نہ ہو چکا ہوتا تو تم یقیناً میرے بعد نبی بھی ہوتے، رسول بھی ہوتے۔ لیکن چونکہ میں خاتم الانبیاء و المرسلین ہوں، ایک مرتبہ نبوت کو چھوڑ کر باقی ہر مرتبے میں، ہر صفت کمال میں اور ہر فضیلت میں آپؑ میرے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ (نعرہ)

نتیجہ بحث

اب میں اہل عالم سے پوچھتا ہوں، اہل عقل و دانش سے سوال کرتا ہوں

کہ مرتبہ نبوت کو بھی الگ کر دو، خصائص رسالت کو بھی علیحدہ کر دو، تو دوسرے فضائل کے نکتہ نظر سے کیا پیغمبرؐ اپنی ساری اُمت سے افضل ہیں یا نہیں؟ اُمت کا لفظ بھی، میں بنا بر تنزل کے کہہ رہا ہوں، ورنہ میں یہ سوال کروں گا کہ پیغمبر خاتمؐ پورے عالم امکان کے تمام جن وانس، ملائکہ مقربان سے افضل واعلیٰ ہیں یا نہیں؟ کون مسلمان ہے جو پیغمبر خاتمؐ کو عالمین سے افضل نہ مانتا ہو؟

تو جب پیغمبرؐ صرف اپنی اُمت سے نہیں، بلکہ عالمین سے افضل ہیں اور جس کو خالق نفس نبی کہہ رہا ہے وہ یقیناً اس فضیلت میں بھی شریک نبیؐ نظر آئے گا۔ تو جس طرح نبی صرف اُمت سے نہیں بلکہ عالمین سے افضل ہیں تو جو نفس محمدؐ ہوگا وہ صرف اُمت محمدؐ سے نہیں بلکہ نبیؐ کے بعد پورے عالمین سے افضل نظر آئے گا۔　　　　(نعرہ)

یہی وجہ ہے کہ ایک کتاب جس کا نام ہے "المحاسن والاضداد" مطبوعہ مصر ہے اس میں ایک عجیب واقعہ درج ہے۔ ایک عالم جلیل ہمارے بھائیوں کے گزرے ہیں، جن کا نام تھا محمد ابن عائشہ محدث تھا۔ ایک آدمی نے اُس محدث جلیل کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے پیغمبر اسلامؐ کے کچھ اصحاب کے کچھ فضائل سنائیں۔ اُس عالم جلیل نے چند صحابہ کے چند فضائل بیان کیے پھر خاموشی اختیار کرلی۔ سائل نے ناراض ہوکر پھر کہا:۔

وابن علی بن ابی طالب؟

آپ نے اور صحابیوں کے فضائل تو بتائے مگر علیؑ کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ وہ سائل اس بات پر ناراض تھا کہ تم نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فضائل کیوں نہیں بتائے؟ لیکن محمد ابن عائشہ کے چہرے کے تیور بدل گئے۔ کہا تو بڑا احمق ہے تجھے اپنا سوال بھی یاد نہیں ہے۔ اُس نے کہا "یک نہ شد دو شد"۔

میرا سوال بڑا واضح ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اصحاب نبیؐ کے فضائل سناؤ، پھر کہنے لگا: یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ تم نے کہا تھا کہ اصحاب نبیؐ کے فضائل سناؤ۔ میں نے سنا دیے۔ تم نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ نفس محمدؐ کے مناقب سناؤ۔ اصحاب اور ہیں نفس محمدؐ اور ہیں۔ اس لیے تم نے جو سوال کیا تھا، میں نے اس کی تعمیل کر دی۔ اگر تم یہ سوال کرتے کہ نفس نبیؐ کے مناقب سناؤ۔ تو میں سوائے علیؑ کے کسی اور کا نام بھی نہ لیتا۔ اس آیت کی اتنی ہی تشریح کافی ہے۔

اب دوسری آیت سماعت فرمائیں۔　　　　(صلوات)

خالق فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

(سورہ البینۃ)

بڑی واضح آیت ہے۔ جو لوگ صاحبان ایمان ہیں، یعنی مومن کامل ہیں وعملوا الصالحات اور تمام اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں، خالق ان کا صلہ بیان کرتا ہے۔ اولئك هم خير البريه۔ یہی ساری مخلوقِ خدا سے افضل بھی ہیں، اور اعلیٰ بھی ہیں۔ جن کے ایمان کا پلہ سب سے مافوق نظر آئے، اور جو اعمال صالحہ میں سب سے آگے نظر آئے، سمجھ لو کہ ساری کائنات سے افضل بھی وہی ہے اور اعلیٰ بھی وہی ہے۔

بیسیوں کتابیں میرے سامنے کھلی ہوئی ہیں۔ اور اسی آیت کو میں نے اپنی کتاب "تجلیات صداقت" کے عنوان کے طور پر سرنامہ بنایا ہے۔ اور بیسیوں کتابوں کے حوالے تمام اہل اسلام کی تفسیریں، حدیثیں چھلک رہی ہیں کہ جب پیغمبر اسلامؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ خیر البریہ کون بزرگوار ہیں؟

علامہ جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں مختلف اسناد کے ساتھ یہ روایت درج کی ہے کہ جب لوگوں نے سوال کیا تو پیغمبرؐ نے حیدرِ کرارؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:۔

ان ھذا و شیعتہ ھم خیر البریہ و ان ھذا و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ

دنیا والو! سوال کرنے والو! اگر یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ خیرالبریہ کون ہیں تو وہ میرے بھائی علیؑ ہیں یا ان کے حقیقی حب دار ہیں۔ کوئی اغیار نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی جنت میں جانے والے ہیں تو وہ بھی حیدر کرارؑ ہیں، یا ان کے سچے پیروکار ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ (صلوات)

چنانچہ متعدد روایات کے اندر موجود ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کے دور میں حیدر کرارؑ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہوگیا تھا کہ جس بزم اصحاب میں، جس بزم مسلمین میں، علیؑ ولی کا ورود ہوجاتا تو لوگوں کی زبانیں کھل جاتیں کہ لوگو خاموش ہوجاؤ وہ ہستی آرہی ہے جو ساری کائنات سے افضل ہے۔ (صلوات)

آپ حیران ہوں گے، پڑھے لکھے لوگوں نے پڑھا ہوگا، اہلِ علم سے سننے والوں سے سنا ہوگا، جنھوں نے آج تک نہیں پڑھا یا نہیں سنا وہ سن لیں کہ علیؑ کا خیرالبریہ ہونا علیؑ کا یہ وہ لقب ہے کہ جس کا امیر شام بھی اپنی عداوت اور دشمنی کے باوجود انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکا۔

فضائل علیؑ بزبان دشمن

تاریخ اسلام خلیفہ ہاشم کے اندر یہ واقعہ پڑھا گیا ہے کہ ایک بار بزم میں یزید کا بابا، عمرو ابن العاص اور خود یزید تینوں بیٹھے تھے۔ کہ کسی آدمی نے آکر ایک تحفہ پیش کیا۔ بے تکلفانہ بزم تھی بحث ہونے لگی کہ یہ تحفہ کون وصول

کرے؟ اس کا زیادہ حق دار کون ہے؟ ۔ تو یہ طے ہوا کہ تینوں شعر کہتے ہیں ۔ جس کا شعر سب سے بڑھ جائے گا، تحفہ وہی وصول کرے گا ۔

☆ کس موضوع پر طبع آزمائی کی جائے؟

☆ کس زمین سخن میں شعر وشاعری کا جوہر دکھایا جائے؟

سب نے طے کیا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ کو موضوع سخن ٹھہرایا جائے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ دشمن بھی کیوں نہ ہوں، لیکن اگر تخیلات کی جولانیاں دکھانا چاہیں تو پوری کائنات میں علیؑ جیسا ممدوح کوئی ملتا ہی نہیں ہے ۔

(نعرہ)

چنانچہ جب یہ طے ہو گیا تو سب نے پہلے یزید کے باپ سے کہا گیا کہ آپ علیؑ کے بارے میں اپنا عندیہ بیان کریں ۔ وہ کہتا ہے : ۔

؎ خیر البریۃ بعد احمدؐ حیدرٌ
الناس ارض والوصی سماء

کہتے ہیں لوگو! سچی بات پوچھتے ہو تو حکومت کے لیے، سلطنت کے لیے لڑنا الگ بات ہے اور لوگوں کے سامنے کھل کے حقیقت کا اقرار نہ کرنا اور بات ہے، پر اگر خدا کے لیے بات پوچھتے ہو تو پیغمبرؐ کے بعد اگر پوری کائنات سے کوئی افضل ہے تو علیؑ ہے کوئی اور نہیں ہے ۔ باقی لوگ اتنے پست ہیں جیسے زمین، اور علیؑ اتنے بلند ہیں جیسے آسمان ہے ۔ (نعرہ)

اب یزید کی نوبت آئی وہ کہتا ہے : ۔

؎ و ملیحۃ شھد لھا
والحسن ما شھدت بہ الزراع

کہتا ہے ایسے حسینوں کی کوئی کمی نہیں ہے کہ جن کے چاہنے والے ان کے

حُسن و جمال کے گن گاتے ہیں، پر حُسن اس چیز کا نام ہے کہ سوکن بھی مدح وثنا
کرنے پر مجبور ہوجائے۔ اور اس شعر کے اندر جو تلمیح ہے، یا جو تیر نشتر چھپا ہوا
ہے وہ ارباب عقل وفکر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کو علیؑ کی سوکن کا
تصور کررہا ہے۔ کیونکہ دونوں کا جھگڑا مسئلہ خلافت پر چل رہا تھا۔
کہتا ہے جس کی سوکن بھی تعریف کرنے پر مجبور ہوجائے اس کے حسن و
جمال کا کیا کہنا۔
اب تک عمرو ابن العاص چپ تھا آخر میں بولا اور سب پر سبقت لے گیا
کہتا ہے۔

ے وفضيلة شهد لعدو لفضلها
والفضل ما شهدت بها الاعداء

کہتا ہے کہ یہ ہوتا آیا ہے کہ دوست دوستوں کے گن گایا کرتے ہیں،
دوست دوستوں کی فضیلتیں بیان کیا کرتے ہیں، یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ در
اصل فضیلت اس کا نام ہے کہ فضیلت ہو علیؑ کی، اور معاویہ اور یزید بھی
اعتراف کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ (نعرہ)
تو یہ مصرعہ ضرب المثل بن گیا۔

ع والفضل ما شهدت بها الاعداء

فضیلت اس کا نام ہے کہ دشمن بھی اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور ہو
جائیں، چنانچہ وہ تحفہ عمرو ابن العاص نے وصول کیا۔
تو میرا شاہد کلام تو صرف پہلے بزرگ کا کلام پیش کرنا تھا، وہ بھی اپنی بزم
میں بیٹھ کر اقرار کررہے ہیں کہ:

؎ خیر البریۃ بعد احمدؐ حیدرؑ
الناس ارض والوصی سماءُ

(صلوات)

اگر ان حقائق کے باوجود پھر بھی کسی کو شک ہو تو عرض کروں گا جو ایمان میں سب سے بڑھ کر ہیں اور جو نیک عمل بجا لانے میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں وہی خیر البریہ ہیں۔ تو میں پھر عرض کرتا ہوں کہ انصاف شرط ہے، بے شک آج سے لے کر صبح قیامت تک کتابیں پڑھتے رہو، آفتابِ قیامت مغرب کی جانب سے اُبھر آئے گا لیکن پورے عالم امکان میں نبیؐ کے نہ علیؑ جیسا کوئی مومن کامل اور کل ایمان نظر آئے گا اور نہ علیؑ جیسا کوئی صالح المومنینؑ نظر آئے گا۔ (نعرہ)

جہاں تک ایمان کا تعلق ہے، میری عادت ہے کہ میں ایک جملہ بھی کبھی بغیر دلیل کے تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا کرتا، تو جہاں تک ایمان کا تعلق ہے تو میں صرف ایک بات اس کے بارے میں عرض کروں گا اور جہاں تک نیک کام کا تعلق ہے اس کے بارے میں بھی ایک بات عرض کر کے آگے بڑھوں گا۔

ایمان علیؑ

جہاں تک ایمان کا تعلق ہے تو کتاب "الریاض النضرۃ" علامہ محب الدین طبری کی مطبوعہ مصر میرے پیش نگاہ ہے، اس میں حضرت عمر کی زبانی یہ حدیث منقول ہے، وہ کہتے ہیں:

سمعت النبیؐ یقول: لَوْاَنَّ السَّمٰاوٰاتِ السَّبْعَ وُضِعَتْ فِیْ کَفَّةٍ وَوُضِعَ اِیْمَانُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ کَفَّةٍ لَرَجَّحَ اِیْمَانُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

اگر سات زمینیں اور سات آسمان یعنی چودہ طبق اکٹھے کر کے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف حیدر کرار کا ایمان اور ایقان رکھ دیا جائے تو اگر میزانِ عدل پر تولا گیا تو چودہ طبق والا پلڑا اوپر اٹھتا ہوا نظر آئے گا اور علیؑ کے ایمان کا پلڑا نیچے جھکتا ہوا نظر آئے گا۔ (نعرہ)

اور جہاں تک نیک عمل بجالانے کا تعلق ہے تو علیؑ کی ذات وہ ذات ہے کہ جس کا لقب ہی خالق نے قرآن مجید کے اندر "صالح المومنین" قرار دے دیا۔ سارے مومنوں سے صالح اعمال۔ اور سنی شیعہ تفسیریں چھلک رہی ہیں کہ جب نبیؐ سے پوچھا گیا تھا کہ وہ صالح المومنین کون بزرگوار ہیں؟ تو پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ وہ میرے بھائی حیدر کرارؑ ہیں۔ اس لیے عزیز لکھنوی نے بالکل بجا کہا ہے، بلا مبالغہ صحیح کہا ہے:۔

ے علیؑ ہے نفس مصطفیؐ، وہی سب اُس میں عادتیں
سہ پہر تھرتھرا گیا دکھائیں، وہ شجاعتیں
زمین جگمگا اٹھی، وہ دل سے کیں عبادتیں
تن ابو تراب سے چمک رہی تھیں آیتیں
رکوع میں سجود میں قعود میں قیام میں

(صلوات)

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

(سورۂ بینہ آیت ۷)

خالق نے دوٹوک لفظوں میں فیصلہ کر دیا کہ علیؑ ولی خیر البریہ ہیں۔ ساری مخلوق سے بعد از مصطفیؐ افضل بھی ہیں اور اعلیٰ بھی ہیں۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ (سورہ یونس آیت ۳۲)

جس چیز کو قرآن کھول کر بیان کر دے اس کے انکار کرنے کو ضلالت و گمراہی نہیں کہتے تو اور گمراہی کسے کہتے ہیں؟

(صلوات)

میرے دوستو! آؤ پیغمبر اسلامؐ کی دو حدیثیں بھی پیش کر دوں۔ تاکہ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ مسئلہ الم نشرح ہو جائے اور روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جائے۔ اور کسی جاہل اور منکر کے لیے انکار کی جگہ باقی نہ رہ جائے۔

ہر نبی کی صفت کمال مولا علیؑ میں

پیغمبرؐ فرماتے ہیں، سنن ابن بیہقی سے لے کر "کنزالعمال" تک، "کنزالعمال" سے لے کر "فرائد السمطین" تک، "فرائد السمطین" سے لے کر "ینابیع المودۃ" تک، "ینابیع المودۃ" سے لے کر "مطالب السؤل" تک، "مطالب السؤل" سے لے کر "مودۃ القربیٰ" تک یعنی بیسیوں کتابیں چھلک رہی ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا، باختلاف الفاظ وعبارات۔

من اراد ان ینظر الیٰ آدم فی علمه و الی نوح فی فهمه و الی ابراهیم فی خلّته و الی موسیٰ فی بطشه و الی عیسیٰ فی ورعه و الی یحیٰ ابن زکریا فی زهده فالینظر الی علی بن ابی طالبؑ

(نعرہ)

یہ حدیث اتنی مشہور اور واضح ہے کہ آپ عربی سن کے بھی مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ جو بندہ چاہتا ہے کہ اپنے دور میں بیٹھ کر آدمؑ کے علم کا منظر دیکھے وہ آدمؑ کہ لاکھوں فرشتے ایک طرف تھے، تنہا آدمؑ دوسری طرف تھے، قرآن گواہ ہے کہ لاکھوں فرشتوں نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا تھا، اور آدمؑ کے علم کی برتری کا اقرار کر لیا تھا۔

جو چاہتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے علم کا منظر دیکھے، جو چاہتا ہے کہ نوحؑ نجی اللہ کے زہد و تقویٰ کو دیکھے، جو چاہتا ہے کہ خلیلؑ خدا کے خلّت کا مشاہدہ کرے، جو چاہتا ہے کہ جناب موسیٰؑ ابن عمران کے رعب و طاقت کا مظاہرہ دیکھے، جو چاہتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ کا زہد دیکھے، جو چاہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کا تقویٰ اور پرہیزگاری کے واقعات کو اپنی آنکھوں کے سامنے مجسم شکل میں دیکھے، بطور مثال پیغمبرؐ نے چند نام گنوائے اصل میں پیغمبرؐ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ جو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے بکھرے ہوئے کمالات اور سب کے متفرق معجزات و کرامات کو ایک ذات میں سمٹا ہوا دیکھنا چاہتا ہے تو وہ آئے اور میرے بھائی علیؑ ولی کی زیارت کر لے۔ اگر تمام سابقہ انبیاء کے کمالات کا جامع نظر نہ آئیں تو علیؑ کو علیؑ نہ سمجھنا۔

(نعرہ)

عربی زبان کا شاعر کہتا ہے کہ

ولیس علی اللہ بمستنکرٍ ان یجمع العالم فی واحد

قادر مطلق کی قدرت سے یہ امر بعید نہیں ہے کہ پورے عالم کو ایک ذات میں جمع کر دے۔ اگر خالق چاہے تو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک متفرق نبیوں کے متفرق کمالات کو ایک ذات میں اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔ اسی بنا پر کسی فارسی شاعر نے یوں مولا علیؑ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے کہ:

؎ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ھمہ دارند تو تنہا داری

(صلوات)

بتاؤ ایک طرف اُمت محمدیہ کے عام لوگ ہوں، ایک طرف سابقہ انبیاء

میں سے کوئی ایک نبی ہو، افضل کسے کہو گے؟ ۔سب کہیں گے نبی کو ۔تہتر فرقوں کا اتفاق ہے کہ نبی باقی لوگوں سے افضل اور جو علیؑ ایک نبی کا نہیں، ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مساوی ہو، کیا وہ افراد اُمت محمدیہ سے افضل نہیں ہوگا؟

یہ تو میں صرف کہہ رہا ہوں، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ذرا گہری نظروں سے حقائق کا جائزہ لیا جائے تو نبی آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ہر نبی کی جو نمایاں صفت تھی، جو انفرادی صفت تھی وہ علیؑ کی ذات میں جمع نظر آتی ہے ۔تو سارے انبیاء کے انفرادی کمالات کا حامل علیؑ نظر آتا ہے ۔اگر مجموعی طور پر دیکھو تو انبیاء کے مساوی نظر آتے ہیں ۔لیکن جس ایک نبیؑ کو علیؑ کے مقابلے میں لاؤ گے علیؑ اُس سے افضل نظر آئیں گے ۔کیونکہ وہ سابقہ سارے انبیاء کے مختلف کمالات کے حامل نظر آتے ہیں ۔جو سابقہ انبیاء سے افضل نظر آئے تو اُمت محمدیہ اُس کی برابری کی جرأت کس طرح کرسکتی ہے؟ ۔

لہٰذا اگر اور نہیں تو اتنا تو ماننا پڑے گا کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد پوری اُمت محمدیہ میں علیؑ کا نہ کوئی ہمسر نظر آتا ہے نہ کوئی ثانی نظر آتا ہے ۔ (نعرہ)

بس ایک جملے والی پیغمبرؐ کی حدیث پیش کر کے آج کا بیان ختم کردوں ۔کہ نبی نے یہ فرما کر بات ختم کردی ہے ۔اس موضوع پر مفصل کتابیں لکھی جا چکی ہیں صرف اسی ایک حدیث پر ۔اور میں نے بھی اپنی کتاب بعض تالیفات میں بیسیوں حوالے بقید صفحہ وسطر اپنے بھائیوں کی کتابوں سے نقل کیے ہیں ۔پیغمبرؐ نے یہ فرما کر صبح قیامت کے طلوع ہونے تک علیؑ کی افضلیت کے بارے میں قیل وقال کے دروازے بند کردیے ۔فرماتے ہیں: ۔

عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَر

میرے بعد علیؑ ساری کائنات کے انسانوں سے افضل ہیں۔ جو علیؑ کو افضل نہیں مانتا وہ میرا مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔
(نعرہ)

اب فرماؤ کوئی کسر باقی رہ گئی ہے؟ جب قرآن، پیغمبرؐ کا فرمان، بزرگوں کا کلام اور تاریخ اسلام چاروں اس حقیقت پر متفق نظر آتے ہیں کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد اگر کوئی ہستی افضل الکائنات ہے، کوئی افضل الموجودات ہے، کوئی خیر الممکنات ہے تو وہ علیؑ ولی کی ذات ہے، کوئی اور نہیں ہے۔

تو بس فیصلہ ہو گیا جو پیغمبرؐ کے بعد ساری کائنات سے افضل ہو گا، پیغمبرؐ کی مسند کا مالک بھی وہی ہو گا اور حامل بھی وہی ہو گا۔ لہٰذا دو ہی راستے ہیں اہل عالم کے لیے یا علیؑ کا کوئی ثانی ڈھونڈ کے لائیں، اور اگر وہ قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ضد چھوڑ دیں، بزرگوں کی تقلید کے پٹے توڑ دیں اور مان جائیں کہ پیغمبرؐ کے بعد علیؑ ولی کے سوا پیغمبرؐ کی مسند کا وارث کوئی اور نہیں ہے۔

ادھر آ بحر عشق پنج تن میں ڈال دے کشتی
جو اس میں ڈوب جائے اس کا بیڑا پار ہوتا ہے

ایک عربی شاعر نے لوگوں کو بڑا مفید مشورہ دیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ وہ شعر بھی سنا دوں۔ شاعر کہتا ہے:۔

اذا شئت البزأة من سعیرو اجرًا من الله بالصلوٰةِ
فلا تبطل صلوٰة بالضالةً فارکب یا اخی فلك النجاة

کشتی نجات

یعنی اے برادرِ عزیز، اے برادر مسلمان! اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے نماز روزے کا ثمر مل جائے، پھل مل جائے، اجر و ثواب مل جائے تو کہتا ہے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کر، پہلی فرصت میں اس نجات والی کشتی پر سوار ہو جا۔ گویا

اس میں تلمیح ہے پیغمبرؐ کے اس مشہور فرمان کی طرف کہ:۔

مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِی کَمَثَلِ سَفِینَةِ نُوحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجیٰ، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ضَلَّ وغَرِقَ وَھَویٰ

کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے۔ جو اس پر سوار ہو جائے گا اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور جو اس سے منہ موڑے گا، جو اس سے روگردانی کرے گا وہ دُنیا میں گمراہ ہو جائے گا اور آخرت میں تباہ ہو جائے گا۔

ما اکثر العبر وما اقل الاعتبار

عبرتیں تو بہت ہیں مگر عبرت حاصل کرنے والے ہر دور میں کبریت احمر سے بھی کم تر رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ لوگ اس کشتیٔ نجات پر سوار ہو کر دین و دُنیا میں کامیاب ہوتے، کامران ہوتے، پر لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے اس کشتیٔ نجات کو توڑ دیا جائے، پھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ آج وہ کشتی نجات اہل بیتؑ، وہ کشتی نجات اُمت آج گھمر گھیر میں گھری ہوئی ہے۔

مصائب

محرم میں کوئی لمبا چوڑا مصائب پڑھنے کی در اصل کوئی ضرورت نہیں ہوتی، صرف اشارہ کرنا، اہل علم و اہل بصیرت اور اہل عزا کے لیے کافی ہوتا ہے۔ آج اتنا سمجھ لو، آج ساتویں ماہِ محرم ہے۔ اور آج کی یہ وہ قیامت خیز تاریخ ہے کہ جس میں آلِ محمدؐ پر پانی بند کر دیا گیا۔ جس نبیؐ کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں، اُس پیغمبرؐ کا فرمان ہے کہ:۔

اکرموا الضیف ولو کان کافرًا

اگر کوئی کافر بھی مہمان ہو تو اُس کا احترام بھی کرو، اکرام بھی کرو۔ لیکن یہ

مہمان تو صرف عام مسلمان نہیں تھا، یہ تو پیغمبرؐ کا نواسا تھا، علیؑ و بتولؑ کے دل کا دلاسہ تھا، جنت کے جوانوں کا سردار تھا، اقلیم امامت کا تیسرا تاجدار تھا۔ اور لوگوں کی دعوت پر آیا تھا۔ لیکن آج کی تاریخ تھی، کہ جب ملعون ابن زیاد کا خط ملعون پسر سعد کے نام پہنچا کہ:۔

اذا بلغ کتابی ھذا فحل بین الحسین و بین الماء

جب میرا خط پہنچ جائے تو حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ، نہر فرات پر پہرے بٹھا دو۔ اگلا جملہ سن نہیں سکو گے۔ میں بھی سخت مصائب پڑھنے کا قائل تو نہیں، پر تاریخی جملہ مجبوراً عرض کرتا ہوں۔

یہ شقی ازلی لکھتا ہے:۔

فانی حرمته علی الحسین و اھل البیت و حللته علی الیھود و النصریٰ

کہ یہ پانی یہودی پی سکتے ہیں، نصرانی پی سکتے ہیں، لیکن حسینؑ اور اہل بیت حسینؑ کے لیے پانی میں حرام قرار دے رہا ہوں ان کو پانی پینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ بھی انقلابِ زمانہ کہ ساقی حوض کوثر کا خاندان اور آج پانی کی بوند بوند کے لیے ترس رہا ہے۔

میرے عزیزو، میرے دوستو، میرے بھائیو! ساتویں کو پانی بند ہوا، درمیان میں دو دن کا فاصلہ ہے، جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، خیامِ حسینؑ میں پانی کا قحط ہوتا جائے گا۔ العطش العطش کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو جائیں گی۔

آخر میری نظریں دیکھ رہی ہیں اور آپ بھی وہاں تک پہنچ چکے ہوں گے کہ جب روزِ عاشورہ شروع ہوگا اور صبح کے بعد اصحاب و احباب کی قربانیاں

شروع ہوں گی تو ایک وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب مظلوم کربلا یکہ و تنہا رہ جائیں گے۔ "ینظر یمینا و شمالا" کبھی دائیں دیکھیں گے کبھی بائیں، پر کوئی سوار کرانے والا نہیں ہوگا۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھیں گے، کبھی زمین کی طرف پھر اتمام حجت کے لیے فرمائیں گے:۔

ھل من ناصر ینصرنا۔ وھل من ذاب یذھب عن حرم رسول اللہ

کوئی ہے جو رسول زادیوں کا پردہ بچائے۔ کوئی ہے جو مظلوم کی نصرت کا فریضہ ادا فرمائے۔ تاریخ کہتی ہے کہ ادھر حسینؑ آواز استغاثہ بلند کر رہے ہوں گے، اُدھر خیام حسینی سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گی۔ میرے مظلوم امامؑ اُدھر گھوڑے کی باگیں موڑیں گے اور جا کر اپنی عظیم بہن سے پوچھیں گے اے میری بہن! اس وقت بلند آواز سے رونے کا سبب کیا ہے؟

تو جناب زینب عالیہؑ عرض کریں گی ایک تو آپ کی غربت رُلا رہی ہے، اور دوسرا اصغر کی شدت پیاس۔ بھیا جان! دیکھو کہ وہ شدت پیاس سے تڑپ رہے ہیں ان کے پانی کا کچھ انتظام کرو۔ امامؑ حکم دیں گے میرا بچہ مجھے پکڑوا دو۔ امامؑ بچے کو ہاتھوں پر لیں گے، ادھر ظالم سمجھیں گے کہ امامؑ قرآن لے کر آ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو کہیں گے کہ دیکھو اگر حسینؑ قرآن بھی لائیں تو ان کی بات نہ ماننا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مظلوم کربلا اپنے چھ مہینے کے لال کو لے کر آ جائیں گے۔ اور فرمائیں گے: اے قوم جفا کار! مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ اگر تمہارے گمان فاسد میں کوئی قصور وار ہوں تو میں ہوں کیونکہ میں نے تمہارے یزید کی بیعت نہیں کی۔ مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ میرے اصغرؑ نے تمہارا کیا قصور کیا ہے؟۔ او ظالمو! اگر مجھے پانی نہیں پلاتے تو بیشک نہ پلاؤ، میرے بچے

اصغر کو تو دو گھونٹ پلا دو۔

تاریخ کربلا کہتی ہے کہ جب امامؑ نے یہ جملہ فرمایا تو فوجِ اشقیا میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دو گھونٹ پانی دے دو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں۔ حسینؑ بچے کا بہانہ کر کے خود پانی پینا چاہتے ہیں۔ ملعون عمر ابن سعد حرملہ ملعون سے کہتا ہے:۔

یا حرملہ اقطع کلام الحسینؑ

اے حرملہ! جلدی کر، حسینؑ کا کلام قطع کر دے۔ کجا اس تیرانداز کا بھاری بھرکم تیر، کجا اصغر شیر خوار کا چھوٹا سا گلا۔ پر تاریخ کہتی ہے کہ ظالم نے تین نوکوں والا تیر اس زور سے کمان پر چڑھایا کہ تیر فراٹے لیتا ہوا آیا اور اصغرؑ کے نازک کان میں لگا۔

فذبحه من الاذن الی الاذن

ایک کان کو چیرتا ہوا دوسرے کان سے پار ہو گیا۔ تیر کا لگنا تھا کہ امامؑ کا پھول کملانے لگا۔ جہاں تیر لگا تھا وہاں سے خون کا فوارہ نکلا۔ امامؑ نے نیچے چلو دھرا اور جب لبریز ہو گیا تو امامؑ نے آسمان کی طرف اچھال دیا۔

تاریخ کربلا گواہ ہے کہ جب شہزادہ دم توڑ چکا، امامؑ نے گھوڑے کی زین چھوڑی، فرشِ زمین پر بچے کا جنازہ رکھا، اور پھر کھڑے ہو کر تنہا نمازِ جنازہ ادا کی۔ کوئی اقتدا کرنے والا نہیں تھا۔ جب شہزادہ کی نماز ادا کر چکے، تو اب دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بچے کی لاش گنج شہداء کی طرف لے گئے، لیکن مشہور یہ ہے کہ امامؑ فرشِ زمین پر بیٹھ گئے، تلوار سے چھوٹی سی قبر کھودی، قبر کھودنے کے بعد اپنے کملائے ہوئے پھول کو اُس میں دفن کیا۔ پھر اوپر مٹی برابر کر دی۔

مرزا دبیر کا قلم حرکت میں آتا ہے کہتا ہے کہ:۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

نماز کا وقت ہو چکا، میں بڑے اختصار کے ساتھ شہزادے کی شہادت پڑھ چکا۔ پر دل چاہتا ہے کہ آخر میں دو جملے اور عرض کر دوں۔ کہ کربلا میں مظلوم نینوا پر بڑے بڑے مصائب آئے، بڑے بڑے ستم وظلم ڈھائے گئے، بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ لیکن کم از کم میں نے کسی کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ امامؑ نے کسی مصیبت کے وقت اپنے محبوں کو یاد کیا ہو۔ اگر یاد کیا ہے تو اصغرؑ شیرخوار کی شہادت کے وقت۔

چنانچہ جناب سکینہ کی روایت ہے کہ بابے کی شہادت کے بعد جب میں اپنے مظلوم بابا کی لاش اقدس پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ میرے بابے کا سر موجود نہیں تھا، ہاتھوں کی انگلیاں موجود نہیں تھیں۔ پر کٹے ہوئے گلے سے ایک دھیمی دھیمی آواز نکل رہی تھی۔ جب میں نے کان دھرا تو میں نے سنا کہ میرا بابا فرما رہے تھے:۔

شِيعَتِي مَا اِنْ شَرِبتُم ماءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُونی
اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيبٍ اَوْ شَهِيدٍ فَانْدُبُوْنِی

اے میرے شیعو! جب کبھی ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔ اور جب سنو کہ کوئی مسافر حالتِ غربت میں مارا گیا، تو میری غربت پر اشکِ غم بہا لینا۔ کہتے ہیں:۔

لیتکم فی یوم عاشورًا جمیعًا تنظرونی
کیف استستقی لطفلی فأبوا أن یرحمونی

اے کاش! کہ تم روزِ عاشورہ موجود ہوتے۔ اور اپنی ان آنکھوں سے یہ دردناک منظر دیکھتے کہ میں ساقی حوضِ کوثر کا لال، کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی مانگ رہا تھا اور ظالم کس بے دردی سے تیروں کا پانی پلا رہے تھے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

آٹھویں مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین
حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی
مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

اثبات امامت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنَ وَھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (۱۲۴)

(سورہ البقرہ) (صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے یاد کرو اُس وقت کو جب خداوند جلیل نے اپنے بندہ خاص جناب ابراہیم خلیلؑ کا چند کلمات کے ساتھ امتحان لیا تھا اور جب وہ اُس امتحان میں کامیاب و کامران ہو گئے۔ تو ارشادِ رب العزت ہوا کہ اے میرا خلیل میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

یہ خوشخبری سن کر جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا اے الٰہ العالمین میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدہ جلیلہ میری اولاد میں بھی برقرار رہ جائے۔ ارشاد رب العزت ہوا جو ظالم ہوں گے، اُن کو یہ عہدہ امامت ہرگز نہیں مل سکے گا۔

(صلوات)

سلسلۂ کلام اپنے منطقی انجام کو پہنچنے والا ہے۔ سارا عشرہ آج جس کی

آٹھویں مجلس ہے۔ مسئلہ خلافت اور امامت کے لیے وقف تھا۔ جس قدر ظرف زمان اور ظرف مکان اور ظرف حالات میں گنجائش تھی، اس کے جملہ اختلافی پہلوؤں پر بقدرِ ضرورت قرآن مجید، عقلِ سلیم، احادیث سید المرسلین اور تحقیقات علمائے متقدمین ومتاخرین کی روشنی میں جملہ اختلافی پہلو بیان کر کے جو حق تھا اس کا احقاق بھی کیا گیا ہے۔ اور جو باتیں باطل تھیں ان کا ابطال بھی کیا گیا۔

باوجود کے کہ مجھے بڑے بڑے نازک موڑوں سے گزرنا پڑا، لیکن اپنے اصول کے مطابق کوشش ہمیشہ یہی کی گئی ہے کہ ہمارے برادرانِ اسلامی جو تشریف لاتے ہیں، ان کے آبگینہ دل کو چوٹ بھی لگنے پائے اور ان کو دعوتِ فکر بھی دے دی جائے۔ میں اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، وہ تو آپ ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اپنے بارے میں آپ کچھ کہنا عقل مندوں کا شیوہ وشعار نہیں ہے۔

آج اس سلسلے کو میں آخر تک پہنچاؤں گا۔ ابھی چند منٹ کے اندر انشاء اللہ العزیز آج کی مجلس اور کل کی مجلس جو ہوگی وہ بھی ہوگی امامت کے متعلقہ مسائل کے موضوع پر۔ لیکن ذرا اس ڈگر سے ہٹ کر جس پر میں چل رہا تھا، ظاہر ہے کہ اب تک سلسلہ کلام جو پرسوں تک جاری تھا وہ یہ تھا کہ جو صفات، جو کمالات جو شرائط کسی بھی پیغمبرؐ کے جانشین میں پائے جانے ضروری ہیں، وہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد حیدر کرارؑ اور ان کی عترتِ اطہار کے سوا کسی بھی امیدوار خلافت وامامت میں نہیں پائے جاتے۔ (نعرہ)

خلیفہ کا انتخاب

ہمارے بھائیوں کے ہاں اثباتِ امامت یعنی کسی کی خلافت وامامت کو

ثابت کرنے کے لیے قطع نظر اس کے کہ

☆ امام کیسا ہونا چاہیے؟

☆ یا خلیفہ کیسا ہونا چاہیے؟

کسی کی خلافت اور کسی کی امامت کو ثابت کرنے کے لیے چار طریقے ہیں۔

☆ پہلا نص کہ خدا کسی کے بارے میں فرمادے، اگرچہ ان کے اس معیار پر پورا کوئی بھی نہیں اترتا۔

☆ دوسرا یہ ہے کہ پہلا خلیفہ کسی دوسرے خلیفے پر نص قائم کردے۔

☆ تیسرا یہ ہے کہ کسی کی خلافت پر اجماع وشوریٰ ہو جائے۔

☆ اور چوتھا یہ ہے کہ کسی کی امامت وخلافت پر قہر وغلبہ حاصل ہو جائے یعنی کوئی شخص اُس عہدہ پر اپنے قہر وغلبہ سے فائز ہو جائے۔

لیکن ہمارے ہاں صرف دو طریقے ہیں۔ کیونکہ ہم نصی خلافت وامامت کے قائل ہیں، یا خدا اور مصطفیٰ کسی بندے اور کسی ہستی کی خلافت وامامت پر نص قائم کردیں۔ یا جس کی خلافت پر خدا اور مصطفیٰ نص قائم کردیں، خدا اور مصطفیٰ کا منصوص خلیفہ اپنے قائم مقام پر نص قائم کردے۔ تو اُس سے بھی امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ دو طریقے تو وہ ہیں جن کا تعلق نص سے ہے۔ کیونکہ منصوص من اللہ ہونا بھی نص سے تعلق رکھتا ہے عقل سے نہیں۔ یا کوئی منصوص امام اپنے جانشین پر نص قائم کرکے، اس کا تعلق بھی نص سے ہے لیکن ایک تیسرا طریقہ بھی ہے، جس پر میں عمل پیرا ہوں کہ پہلے یہ طے کرلیا جائے کہ امام اور خلیفہ کے لیے کن صفات اور ملکات کا ہونا ضروری ہے۔

جب یہ ثابت ہو جائے اور پھر یہ جائزہ لیا جائے کہ جتنے دعویدار امامت ہیں اُن میں سے کون اُس معیار پر پورا اترتا ہے؟ اور کون پورا نہیں اترتا؟ اگر

کوئی اس معیار پر پورا اترتا ہو، اور پھر وہ دعویٰ خلافت بھی کرتا ہو تو عقل کا فیصلہ ہے، جو اس معیار پر پورا اترے گا اُسے امام برحق سمجھا جائے گا۔ جو معیار پر پورا نہیں اُترے گا، اُسے جھوٹا دعویدار سمجھا جائے گا۔ (نعرہ)

میں نے اب تک امامت کے جملہ اختلافی پہلوؤں پر کہ آیا ہوں امامت ضروری ہے یا نہیں ہے؟ اور اگر ضروری ہے تو امام بنانا بندوں کا کام ہے یا خدا کا کام ہے؟ ۔ اگر ضروری ہے تو یہ اصولِ دین میں داخل ہے یا فروعِ دین میں داخل ہے ۔ اگر اصول میں ہے تو پھر امام اور خلیفہ کے اندر جن ملکات وصفات کا پایا جانا ضروری ہے اُس معیار پر پورا کون اترتا ہے؟

بحمد للہ ثابت کر دیا گیا کہ جو جو صفات، جو جو علامات، جو جو شرائط کسی بھی امام اور خلیفہ وجانشین رسول کے اندر پائے جانے ضروری ہیں وہ یہ ہیں کہ کم از کم عالم علم لدنی ہوتا، معصوم عن الخطا ہونا، ساری کائنات سے بڑھ کر بہادر وشجاع ہونا، ہر لحاظ سے سب سے افضل واعلیٰ ہونا اور اس کے علاوہ صاحب معجزہ ہونا، ان کا اور جتنے صفات باقی تھے، ان کا اثبات بھی حیدرِ کرارؑ میں ہو چکا ہے۔

اب صرف آخر میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک اُن کا صاحبِ معجزہ ہونا ہے، حیدرِ کرارؑ اور باقی گیارہ ائمہ اطہارؑ کے معجزات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کرنے کے لیے بھی عمر نوح درکار ہے۔ (نعرہ)

معجزات حیدر کرارؑ

ہمارے علماء نے بڑی بڑی ضخیم کتابیں، ایک "بحار الانوار" کو لے لیں جس کی ایک سو دس جلدیں ہیں، اتنی اتنی بڑی ضخیم کتابیں جیسے مدینۃ المعاجز، مناقب شہر ابن آشوب، بحار انوار المواہب اور مطالع الانوار یعنی ان کے نام بھی نہیں گنوائے جا سکتے جو سرکار محمدؐ وآلِ محمدؐ کے فضائل، کمالات اور معجزات و

کرامات سے چھلک رہی ہیں۔

لہٰذا جہاں تک علیؑ ولی کے صاحب اعجاز ہونے کا تعلق ہے، سوائے کسی بے بصیرت اور بے بصارت آدمی کے نہ کوئی سنی انکار کرسکا، نہ کوئی شیعہ انکار کرسکا، بلکہ کائنات کا کوئی منصف مزاج انسان حیدر کرارؑ کے معجزات کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ چشمِ فلک گواہ ہے، آسمان کے قدسی گواہ ہیں کہ علیؑ ولی کے معجزوں کی حد پیغمبر خاتمؐ کی طرح اُن سے نہ کوئی زمین خالی نظر آتی ہے نہ کوئی آسمان خالی نظر آتا ہے۔ (نعرہ)

کہیں آسمان سے ستارے اتر رہے ہیں، کہیں ڈوبے ہوئے سورج لوٹ رہے ہیں، معجزہ ردالشّمس اتنا مشہور ہے اور مسلمہ معجزہ ہے کہ جس پر شیعوں کے علاوہ برادرانِ اہلسنت والجماعت کے بڑے بڑے علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں۔ جہاں تک میری نظر قاصر کا تعلق ہے سبط ابن جوزی نے ساتویں صدی ہجری میں اس معجزۂ علویہ کا انکار کیا تھا، لیکن شیعوں نے گرفت بعد میں کی، پہلے علمائے اہلسنت نے اُن کو اس طرح آڑے ہاتھوں لیا کہ آج تک قبر میں بھی وہ بے قراری محسوس کر رہا ہوگا۔ (نعرہ)

لہٰذا معجزہ ردالشّمس کو لیا جائے تو وہ اظہر من الشّمس نظر آتا ہے، قلعہ خیبر کے دروازے کو اکھاڑنے والے معجزے کو لیا جائے تو سنی شیعہ تاریخ عالم کے مؤرخ متفق نظر آتے ہیں:۔

اے وہ حیدرِ کرارؑ کہ جس نے دو انگلیوں کے زور سے اُس قلعہ خیبر کے دروازے کو اکھاڑ کے اتنا دور پھینک دیا تھا۔ جہاں تک حد بصر کا تعلق ہے وہ قلعہ خیبر کہ جسے چالیس طاقتور آدمی اگر مل کے زور لگاتے تھے تو بمشکل اُسے حرکت دے سکتے تھے۔ قلعہ خیبر کے بارے میں عام طور پر تو یہی معجزہ بیان کیا

جاتا ہے کہ مولا امیرؑ نے اتنے بڑے قلعہ خیبر کو دو انگلیوں سے اکھاڑا تھا اور خود فرماتے ہیں: ۔

قلعت باب خیبر بقوة ربانية لا بقوة جسمانية

کہ میں نے قلعہ خیبر کو ربانی قوت سے اُکھاڑا تھا ۔ بشری اور انسانی طاقت سے نہیں ۔

دراصل معجزہ تو یہ ہے کہ جب قلعہ خیبر فتح ہوگیا، اور لوٹ مار کا وقت آیا، عام مسلمہ روایت ہے کہ اب یہ مصیبت پیش آئی کہ قلعہ خیبر کا جو طول تھا وہ کم تھا اور جو خندق وہاں کھودی گئی تھی اس کی چوڑائی زیادہ تھی ۔ کوشش کی گئی کہ قلعۂ خیبر سے پل کا کام لیا جائے ۔ لیکن اگر اس کا ایک سرا اِدھر رکھا جاتا تو اُدھر سرا نہیں ملتا تھا ۔ اگر وہ سرا ملایا جاتا تو اِدھر خلا واقع ہوجاتا تھا ۔ حیدر کرارؑ نے اپنے فوجیوں کو اندر بھی داخل کرنا تھا ۔ پُل کا کوئی انتظام نہیں ہے اور خندق چوڑی ہے قلعہ یعنی دروازۂ خیبر ذرا کم ہے ۔ تو جناب امیر المومنین علیؑ اس کھائی میں نیچے چھلانگ لگاتے ہیں، جو آدمی کے قد و قامت سے بہت زیادہ گہری تھی ۔ تو جناب امیرؑ نے حکم دیا کہ میں اس کو پکڑتا ہوں، اِسے پل بناتا ہوں، تم اس کے اوپر سوار ہوجاؤ، اور اندر داخل ہوتے جاؤ ۔ جناب امیرؑ یوں کرتے کہ ایک سرا ادھر لگا لیتے اور فوجیوں کو سوار کر لیتے جب وہ سوار ہوجاتے تو وہ سرا ادھر لگادیتے ۔ پھر جب ان کو پار کر لیتے پھر دروازے کا سرا اُدھر لگا دیتے ۔

جب لوگوں نے دیکھا تو ورطۂ حیرت میں غوطے لگانے لگے اور پیغمبر خاتمؑ کی بارگاہ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! علیؑ آج وہ کام کر رہے ہیں جو ہماری عقلوں کی طاقت سے ماوراء نظر آتا ہے ۔ اتنا بڑا بھاری بھرکم دروازہ پھر اس پر سینکڑوں آدمی لیکن مولا علیؑ ایک ہاتھ سے اٹھا کر کبھی اُس کو اس سرے پر لگا

دیتے ہیں اور کبھی اُس سرے پر لگا دیتے ہیں۔ (نعرہ)

جب پیغمبرؐ نے سنا تو فرمایا تم تو صرف اس بات پر تعجب کر رہے ہو کہ علیؑ ولی میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ہے اور اتنے بڑے بھاری دروازے کو بھی اُٹھا رہے ہیں اور سینکڑوں آدمیوں کو بھی اٹھا رہے ہیں۔ پہلے یہ تو دیکھو کہ علیؑ کے پاؤں کس چیز پر ہیں۔ (نعرہ)

جب لوگوں نے جا کر دیکھا تو کھائی کی سطح بہت گہری تھی مولا علیؑ کا قد و قامت جیسا کہ دُنیا کو معلوم ہے وہ تخلیق کائنات کا بہترین شاہکار تھے۔ وہ نہ طویل القامت تھے، نہ پست قد کے تھے بلکہ وہ معتدل قد و کاٹھ کے مالک تھے۔ جب دُنیا نے دیکھا تو ان کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی کہ حیدر کرارؑ کے پاؤں نہ زمین کی سطح پر تھے نہ آسمان پر تھے۔ بلکہ دوش ہوا پر معلق نظر آ رہے تھے۔ (نعرہ)

حضرت علیؑ کا دعویٰ امامت

اور جہاں تک حیدر کرارؑ کے دعویٰ امامت کا تعلق ہے تو نہج البلاغہ کی پہلی جلد کے خطبہ شقشقیہ سے شروع کرو، تینوں جلدوں کا مطالعہ کر جاؤ پھر تاریخ اسلام کی جو کتاب چاہو وہ سامنے رکھ لو۔ خواہ طبری ہو، یا کامل ہو یا ابن خلدون۔ جو تفسیر چاہو، جو تاریخ چاہو، جو کتاب حدیث چاہو، جو سیرت کی کتاب چاہو سامنے رکھو۔ پیغمبر خاتمؐ کے بعد حیدر کرارؑ دعویدار امامت و خلافت نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ بخاری و مسلم چھلک رہی ہیں کہ حیدر کرارؑ نے بھرے ہوئے دربار میں کہا تھا کہ امامت حق ہمارا تھا، خلافت حق ہمارا تھا۔ تم نے زبردستی ہمارا حق خلافت چھین لیا ہے۔

لہٰذا جب حیدر کرارؑ معیارِ امامت پر، میزان خلافت پر سو فیصد پورے بھی

رتے ہیں ۔ جتنے شرائط امامت ہیں جس قدر صفاتِ خلافت ہیں اور جس قدر کمالات امامت ہیں وہ بدرجہ اتم واکمل حیدر کرارؑ میں پائے جاتے ہیں ۔ اور پھر ہر دور خلافت میں مولاؑ اپنے حق کا اظہار بھی کرتے ہیں ۔ دعویدارِ امامت و خلافت بھی نظر آتے ہیں ۔ اور جو دوسرے دعویدارانِ خلافت کے بارے میں مولا علیؑ کی رائے ہے وہ بھی دُنیا والے سب جانتے ہیں ۔

آں جا کہ عیاں است چہ حاجت بہ بیان است

تو ان حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں، اتنا آسمان پر سورج زیادہ روشن نہیں، اتنا چودھویں کا چاند زیادہ چمک دار نہیں ہے جتنی حیدر کرارؑ کی خلافت، جتنی حیدر کرارؑ کی امامت، جس قدر حیدر کرارؑ کی وصایت، جس قدر علیؑ ولی کی وراثت، جس قدر علیؑ ولی کی ولایت واضح اور آشکار نظر آتی ہے ۔ میں صرف اتنا کہوں گا، ان دلائل اور اِن براہین کی روشنی میں، اِن حقائق کی روشنی میں، ان دقائق کی روشنی میں، اِن ناقابل رد دلائل کی روشنی میں اگر حسنینؑ کے بابے کی خلافت مطلقہ ثابت نہیں ہوسکتی تو پھر مجھے کہنے دو کہ نہ خدا کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے نہ محمدؐ کی مصطفائی ثابت ہوسکتی ہے ۔ (نعرہ)

کیونکہ علیؑ ولی کی ولایت حقہ پر، علیؑ ولی کی خلافت الٰہیہ پر، علیؑ ولی کی امامت مطلقہ پر جو دلائل، جو براہین موجود ہیں خدا کی واحدانیت، پیغمبر خاتمؐ کی ختم رسالت پر اِن سے زیادہ دلائل موجود نہیں ہیں ۔ لہٰذا یا تو خدا کا بھی انکار کر دیا جائے کہ ہم خدا کو خدا نہیں مانتے ۔ جیسا کہ کچھ لوگ ضد میں آکر ایسا کر گذرتے ہیں اور پیغمبرؐ کی رسالت کا انکار کر دیا دیتے ہیں ۔

جیسا کہ غدیر خم کے واقعہ کے بعد حارث ابن نعمان انکار کر دیا تھا اور جو اُس کا انجام ہوا تھا وہ دُنیا جانتی ہے ۔ لیکن اگر خدا کو خدا ماننا ہے، اگر پیغمبر خاتمؐ کو

رسول خدا جانتا ہے تو پھر اُن کا فرمان بھی ماننا پڑے گا، اللہ کا قرآن ماننا پڑے گا، پیغمبرؐ کا کلام ماننا پڑے گا، تاریخ اسلام کے حقائق کو ماننا پڑے گا، بزرگانِ دین کے کلام کو ماننا پڑے گا اور عقل سلیم کے تقاضوں کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ ورنہ عقل کو بھی چھوڑنا پڑے گا، خدا کو بھی چھوڑنا پڑے گا، مصطفیٰ کو بھی چھوڑنا پڑے گا، بزرگوں کے کلام کو بھی چھوڑنا پڑے گا، تاریخ اسلام کو چھوڑنا پڑے گا۔ اگر سب کو چھوڑ کر علیؑ کی ولایت کا انکار کیا تو پھر خود سوچو کہ گھاٹے میں کون رہے گا اور نفع میں کون رہے گا؟۔ (صلوات)

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ دین اپنا چھوڑ کر
ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

اس لیے یاد رکھو:۔

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے جو جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

اس لیے علمائے محققین کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ جب کسی مسلک کی، جب کسی عقیدہ کی، جب کسی عمل و عبادت کی تحقیق کرنا چاہو تو پہلے اپنے دل و دماغ کو تعصبات سے، لسانیات سے، قومیات سے اور باپ دادے کی تقلیدیات سے خالی کرو۔ اس کے بعد بے لاگ نگاہوں سے اللہ کا قرآن پڑھو، پیغمبرؐ کا فرمان پڑھو، تاریخ اسلام پڑھو، بزرگوں کا کلام پڑھو خالق کا وعدہ ہے کہ:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ (سورہ عنکبوت)

جو حق و حقیقت کو کماحقہٗ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں خالق فرماتا ہے میرا وعدہ ہے کہ ہم اُن حق کے متلاشیوں کو حق کا راستہ یقیناً دکھا دیتے ہیں۔ (نعرہ)

علمائے کرام کی کاوشیں

اب تک پہلی محرم سے لیکر آج آٹھویں محرم تک میں نے حیدر کرارؑ کی امامت مطلقہ اور خلافت الٰہیہ پر جو خالق نے آیاتِ الٰہیہ قرآن میں نازل کی ہیں اُن میں سے ایک بھی پیش نہیں کی ۔ اور جس قدر پیغمبر اسلامؐ کا دفتر احادیث، علیؑ ولی کی نصوص خلافت سے چھلک رہا ہے اُن میں سے ایک حدیث بھی میں نے آج تک پیش نہیں کی ۔ آج تک جس قدر میں نے آیتیں پیش کیں یا نبیؐ کی روایتیں اور حدیثیں پیش کیں وہ یا علیؑ ولی کے علم کے بارے میں تھیں یا علیؑ ولی کی عصمت کے بارے میں تھیں یا حیدر کرارؑ کی شجاعت کے بارے میں تھیں یا علیؑ ولی کی افضلیت کے بارے میں تھیں ۔صرف اس معیار پر میں نے ثابت کیا کہ حیدر کرارؑ کے سوا اور کوئی پورا نہیں اُترتا ۔

تو جب اس ایک طریقہ سے خلافت علیؑ کا اثبات آٹھ دن لے گیا تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ اب اگر اللہ کے نصوص قرآن بیان کرنا شروع کر دیے جائیں، پھر نصوص رسالت بیان کرنے شروع کر دیے جائیں تو انجام کیا ہوگا؟ علامہ سید حامد حسین لکھنوی اور اُن کے لائق فرزند علامہ سید ناصر حسین ناصر الملت کی "عبقات الانوار" کی تیس مجلدات، (شاہ عبدالعزیز دہلوی نے جو تحفہ اثناء عشریہ، مذہب شیعہ خیر البریہ کے خلاف لکھی تھی اُس کا ساتواں باب جو چند ورقوں پر مشتمل ہے) ۔ اُس نے خلافت آل محمدؐ کے خلاف قلم اُٹھایا تھا تو ہمارے لکھنو کے ان دو بزرگ عالموں نے جب علیؑ ولی کی خلافت الٰہیہ کو قرآن اور نبیؐ کے ارشادات سے ثابت کرنا چاہا تو تیس مجلدات اور ہر جلد چھ سات سو صفحہ سے کم نہیں ہے لکھ ڈالیں اور پھر بھی کہتے ہیں کہ:

ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا (نعرہ)

نجف اشرف کے ایک عالم جلیل نے جن کا اسم گرامی حضرت علامہ شیخ احمد امینیؒ تھا۔ اُس غیور عالم دین نے صرف ایک حدیث "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" پر قلم اٹھایا کہ اِس کے اسناد کتنے ہیں؟، اِس کے راوی کتنے ہیں؟، یہ کن کن راویوں سے منقول ہے؟، کن کن کتابوں میں موجود ہے؟، کن کن عالموں نے یہ حدیث نقل کی ہے؟، کن کن علماء نے اِس کی کیا کیا تشریح کی ہے؟ اور کس طرح یہ علیؑ ولی کی امامت حقہ پر دلیل کامل ہے؟ گیارہ جلدیں مکمل لکھ ڈالیں۔ اس کے بعد موت نے اُن کو مہلت نہ دی۔ گیارہ جلدیں "الغدیر" کی مارکیٹ میں موجود ہیں اور دُنیا والے جب دیکھتے ہیں تو بحر تعجب میں غوطے لگانے لگ جاتے ہیں کہ علیؑ ولی کی امامت کی داد دی جائے یا الغدیر لکھنے والے کے علم کی داد دی جائے۔ (نعرہ)

ہمارے شہید سعید قاضی نور اللہ شوستری نے خلافت علویہ کے اثبات پر کتاب "احقاق الحق و ابطال الباطل" لکھی۔ کتاب مارکیٹ میں نہیں ملتی تھی۔ ایران والے جوہریوں کے ہاتھ جب وہ کتاب لگی تو علامہ آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی النجفی (جو آج بھی قم کے مراجع میں سے ایک عظیم مرجع ہیں) انہوں نے ایک علمی ادارہ قائم کیا کہ اس کتاب پر نظر ثانی کی جائے، اُس میں مفید اضافے کیے جائیں اور اُس کو بہترین طریقے پر شائع کیا جائے تو اس "احقاق الحق" کی چوبیس جلدیں چھپ چکی ہیں لیکن ابھی تک حیدر کرارؑ کے امامت کے دلائل کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔

علامہ حلّی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "الفین" الفین کا ترجمہ ہے دو ہزار۔ دو ہزار کا مطلب یعنی حیدر کرارؑ کی امامت حقہ، ولایت مطلقہ پر انہوں نے دو ہزار دلیلیں قائم کی ہیں۔ ایک ہزار دلیل خالص عقل سلیم کی روشنی میں

اور ایک ہزار دلیل اللہ کے قرآن کریم کی روشنی میں اور احادیث سید المرسلینؐ کی روشنی میں ۔ اور پھر بھی کہتے ہیں کہ "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" ۔

بے حساب کتابیں لکھی گئیں ۔ ہمارے مرحوم مرزا سلطان دہلوی نے "البلاغ المبین" کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں خلافت علویہ پر بہترین عقل و نقل کی روشنی میں اور جس طرح جج فیصلہ کرتے ہیں بقول مولانا محمد سبطین مرحوم کے کہ "مسئلۂ خلافت پر سیشن جج کا فیصلہ" ۔ (کیونکہ وہ سیشن جج ریٹائرڈ تھے) ایک ایسی بے نظیر کتاب لکھی جو اردو لٹریچر میں شاید اُس کی نظیر کم ملے گی ۔ اور آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ اس حقیر نے بھی یہ ساری کتابیں تقریباً دیکھنے کے بعد ایک جلد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "اثبات امامت الائمۃ الاطہار فی ضوء العقل والآیات" آٹھ دنوں میں، میں نے اپنی اُس کتاب کے چند صفحے آپ کے سامنے بیان کیے ہیں باقی ابھی پوری کتاب پڑی ہے: ۔

ع　　سفینہ چاہیئے اس بحرِ بے کراں کے لیے

(صلوات)

لہٰذا بحمد اللہ: ۔

اگر در خانہ کس است　　یک حرف بس است

کیونکہ:　　ع　　عقلاں را اشارتے کافی است

عربی زبان میں ایک مقولہ ہے: ۔

العاقل تکفیه الاشارة

عقلمندوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے ۔

والبليد لا ينفعه الف عبارة

اگر کسی کُند ذہن کے سامنے، کسی متعصب کے سامنے ہزار عبارت بھی

پیش کردی جائے تو اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، عقل مند کو اشارہ بھی کر دیا جائے تو وہ نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ:۔

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جز میں کل
کھیل بچوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

بس اتنا میں کافی سمجھتا ہوں ورنہ جہاں تک علیؑ ولی کے پورے نصوص کا تعلق ہے، اُن کے پورے فضائل کا تعلق ہے ایک شاعر کا شعر میں بیان کر دینا کافی جانتا ہوں:۔

کتاب فضل تو را آب بحر کافی نیست
کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم

شاعر کہتا ہے اگر سیاہی کی جگہ سمندر بھی لا کر کھڑا کر دیا جائے اور اُس میں تم انگلی کا سرا ڈبوتے جاؤ اور علیؑ ولی کے فضائل کی کتاب کے ورق شمار کرتے جاؤ، ورق گنتے جاؤ سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا لیکن حسنینؑ کے بابا کے فضائل کی کتاب کے ورق ختم نہیں ہو سکیں گے۔ (نعرہ)

کیونکہ

فضائل علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست
گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

کیوں؟ اس کی وجہ غالب سے پوچھیئے! کہتا ہے:۔

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائش فردوس بریں

جس کے مداحوں میں خود خالق یزداں نظر آئے اُس امیر مومنان کی فضیلت کا حق ایک انسان کس طرح ادا فرمائے۔ اور جس علیؑ کے فضائل پڑھتے

ہوئے مصطفیٰ نظر آئیں کوئی عام بندہ کس طرح اُن کی منقبت کا حق ادا فرمائے۔اس لیے:۔

ع خاموشی از ثنائے توحق ثنائے تست

اپنے عجز وقصور کا اقرار کرنا میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر کوئی اور راستہ نہیں ہے۔
(صلوات)

اب اتنے فضائل اتنے مناقب اتنے مولاؑ کی امامت کے دلائل، اتنے مولاؑ کے خلافت الٰہیہ کے براہین پیش کرنے کے بعد،عرض کرنے کے بعد جن کو عشر عشیر بھی نہیں کہا جا سکتا، لاکھوں میں سے ایک بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان کی کوئی نسبت ہی ان سے نہیں ہے۔لیکن اس کے باوجود اب میں کچھ آج اور کل چند تلخ باتیں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔بقول شاعر:۔

ے ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے مینا و ساغر کہے بغیر

نبی اور قائم مقام کے صفات

میں نے اس عقلی طریقہ سے اب تک علیؑ ولی کی خلافت وامامت ثابت کی ہے کہ کسی بھی نبی کا خلیفہ وہ ہوتا ہے، کسی بھی نبی کا قائم مقام وہ ہوتا ہے جو اُس نبی کے صفات کا مالک نظر آئے، اُس کے کمالات کا حامل نظر آئے۔اور یہ بات میں نے پہلی یا دوسری مجلس میں تفصیل سے کہی تھی کہ:۔

الخليفة من يجلس على مسند النبيؐ ويقوم مقامه

کہ کسی کا خلیفہ، کسی کا قائم مقام، کسی کا جانشین ہوتا ہی وہ ہے کہ جب اُس کی مسند پہ بیٹھ جائے تو اُس کے فرائض، اُس کے وظائف اِس طریقے سے ادا کرے کہ ایک ظاہر بین کو پتا نہ چلے کہ نائب بیٹھا ہے یا منیب بیٹھا ہے۔

جانشین بیٹھا ہے یا نبی بیٹھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ جب قائم مقام، جب وہ نائب اپنے منیب کے صفات و کمالات کا مالک ہو۔ اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، اب تک جو میں نے عرض کیا کہ نبی کے اندر اگرچہ صفات بہت ہوتے ہیں جن کا شمار کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن میں نے صرف پانچ صفات کا تذکرہ کیا تھا کہ:

- ☆ ہر نبی کے لیے عالم علم لدنی ہونا ضروری۔
- ☆ ہر نبی کے لیے معصوم عن الخطا ہونا ضروری۔
- ☆ ہر نبی و رسول کے لیے ساری کائنات سے بڑھ کر بہادر اور شجاع ہونا ضروری ہے۔
- ☆ ہر نبی و رسول کے لیے افضل ہونا ضروری۔
- ☆ ہر نبی و رسول کے لیے صاحب معجزہ ہونا ضروری۔

پھر میں نے ثابت کیا کہ پیغمبر خاتمؐ جو سارے نبیوں سے افضل، جو سارے نبیوں سے اکمل، جو سارے نبیوں سے اعلیٰ، جو سارے نبیوں سے اشرف ہیں۔ اور ان صفات میں اُن کا پلہ سارے نبیوں سے بھاری نظر آتا ہے۔ لہٰذا اُن کی مسند کا جو وارث ہوگا وہ بھی ان پانچ صفات کا مالک بھی ہوگا، حامل بھی ہوگا۔ اور یہ سب باتیں ثابت ہو چکیں بحمد للہ۔

نبی کا انسان کامل ہونا

اب میں یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آج تک کسی کتاب میں پڑھا ہے تو مجھے اُس کتاب کا نام بتاؤ، اگر قرآن میں پڑھا ہے تو کوئی مجھے وہ آیت دکھائے، اگر کسی نبی نے فرمایا ہے تو وہ کوئی روایت دکھائے، چودہ معصومینؑ میں سے کسی معصومؑ نے یہ فرمایا ہے تو پھر قول معصومؑ پیش کرے، اگر

چودہ سو سال سے علمائے شیعہ میں سے کسی عالم نے لکھا ہو تو اُن کا قول پیش کیا جائے کہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسان نہ ہو بلکہ انسانوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ تب تو پھر ہم نبی کے جانشین کے بارے میں بھی سوچیں گے کہ نبی کی مسند کا وارث بھی وہ ہوگا جو انسان نہیں ہوگا کسی اور مخلوق سے تعلق رکھتا ہوگا۔ لیکن اگر قرآن بھی یہی کہے، چودہ معصومینؑ کا فرمان بھی یہی کہے، چودہ سو سال کے علماء کا کلام بھی یہی کہے کہ نبی کہتے ہی اُس انسان کامل کو ہیں :۔

هُوَ الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ الْمُخْبِرُ عَنِ اللهِ بِغَیْرِ وَاسِطَةِ اَحَدٍ مِنَ الْبَشَرِ

کہ نبی اُس انسان کامل کو کہتے ہیں جو خدا سے احکام لے اور بندوں تک پہنچائے اور درمیان کسی بندے کا وسیلہ نہ ہو۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ کوئی نبی اُس وقت تک نبی نہیں ہوسکتا، کوئی رسول اُس وقت تک رسول نہیں ہوسکتا جب تک پہلے اُسے انسان کامل نہ مانا جائے۔ اگر نبی کے لیے، رسول کے لیے انسان کامل ہونا لازمی ہے اور یقیناً بلا شک لازم ہے تو پھر معاف رکھنا مجھے اس تلخ نوائی میں آپ کو ماننا پڑے گا کہ کسی بھی نبی کی مسند کا وارث وہ ہوگا جو پہلے انسان کامل ہوگا بعد میں کچھ اور ہوگا۔ (نعرہ)

قرآن پڑھو، آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک خالق نے جتنے نبی بھیجے بنا بر مشہور اُن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اُن میں تین سو تیرہ رسول، اُن تین سو تیرہ میں سے پانچ اولوالعزم۔ قرآن پڑھو ہر دور کے منکروں نے یہ کہہ کر اُن کی نبوت و رسالت کا انکار کیا کہ خدا نے اگر کوئی رسول بھیجنا تھا تو کسی فرشتے کو بنا کر کیوں نہیں بھیجا؟ انسانوں کو نبوت کیوں دی؟

چنانچہ میں آیت پڑھ دوں ترجمہ گھر میں جا کر پڑھ لینا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی واضح اور آشکار آیت ہے کہ آپ پنجابی سمجھنے والے بھی مطلب سمجھ

جائیں گے:۔
وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾
(سورہ الاسراء)

خالق فرماتا ہے کہ جب بھی آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک میں نے رسولِ برحق بھیجے اور اُن کے ذریعے میں نے دینِ حق بھیجا، لوگوں کے پاس ہدایت بھیجی تو لوگوں نے یہی کہا کہ خدا نے کسی انسان کو رسول بنا کر کیوں بھیجا ہے؟ آسمان کے کسی فرشتے کے سر پر تاجِ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ تو خدا فرماتا ہے میرا حبیبؐ! ان اعتراض کرنے والوں سے کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے اور ہم نے فرشتوں کی طرف کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو یقیناً آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے، لیکن چونکہ بھیجنا انسانوں کی طرف تھا تو عقل کا تقاضا یہ تھا کہ انسانوں کی طرف ہادی بھی انسان کو بھیجا جائے۔ (صلوات)

مثلاً اگر خدا کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، فرشتے نہ روٹی کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں، نہ اُن کو سردی لگتی ہے نہ گرمی۔ کیونکہ روایتوں میں ہے کہ اُن کی غذا تسبیح و تقدیسِ خدا ہے۔ اُن کا پانی ذکرِ خدا ہے تو وہ فرشتے نبی بن کر آ جاتے نہ اُن کو بھوک لگتی، نہ لگتی پیاس، نہ سردی لگتی، نہ گرمی کا ہوتا احساس پھر رکھتے روزے اور پڑھتے نماز۔ گرمیوں کے رکھتے روزے اور سردیوں میں اُٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو اور غسل کر کے پڑھتے نماز۔

پھر ہمیں کہتے کہ تم بھی روزے رکھو اور تم بھی نمازیں پڑھو بندے اکڑ جاتے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے، روزے نہیں رکھتے۔ خدا کہتا کیوں نہیں رکھتے

میرے رسول جو رکھ رہے ہیں ۔ تو بندے کہتے نہ اُن کو بھوک لگتی ہے نہ پیاس، اُن کا کمال کیا ہے ۔ ہمیں تو بھوک بھی لگتی ہے اور پیاس بھی ۔

بتاؤ کہ خدا جواب کیا دیتا؟ اگر اُن کو نہ سردی لگتی نہ گرمی، نہ تلوار اذیت پہنچاتی نہ نیزہ و تیر پھر وہ جہاد کرتے اور صبر کرتے، ہمیں بھی کہتے کہ تم بھی لڑو اور پتھر کھاؤ، ہم کہتے ہمیں تو درد ہوتا ہے سرکار آپ میدان میں جاؤ ۔ روٹی کھاتے وقت بلا لینا جہاد آپ فرمائیں ۔ اگر خدا کہتا کہ نبیوں کے نقشِ قدم پر چلو، ہم کہتے نہ اُن کو سردی لگتی ہے نہ گرمی، نہ اُن کو کوئی زخم لگتا ہے نہ کوئی اذیت پہنچتی ہے ہمیں تو درد ہوتا ہے ۔

ضرورت تھی کہ خالق بنی نوع انسان کے افراد کاملہ کے سروں پر تاج رسالت اور تاجِ نبوت رکھ کر بھیجے تاکہ اُن کو پیاس بھی لگتی ہو، بھوک بھی لگتی ہو لیکن دین کی خاطر ظالم اگر پانی بند کر دیں تو تین دن کی پیاس برداشت کر لیں، بھوک گوارہ کر لیں لیکن پھر بھی باطل کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں، اس کا نام کمال ہے ۔ قرآن پڑھو، انبیاء پر ایک اعتراض یہ بھی تھا لوگ کہتے :۔

مالهذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق

یہ عجیب رسول ہے جو روٹی بھی کھاتا ہے اور بازار سے جا کر سودا سلف بھی خرید کے لاتا ہے ۔ خالق فرماتا ہے :۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (سورہ الانبیاء آیت ۸)

آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک ہم نے جتنے نبی بھیجے، اُن کو ایسا بنا کر بھیجا کہ وہ روٹی بھی کھاتے تھے اور پانی بھی پیتے تھے ۔ اور یہی تو اُن کی عصمت کا کمال ہے کہ بھوک لگتی ہے (ہمیں جب بھوک لگتی ہے تو نہ حرام کی پروا کرتے ہیں نہ حلال کی، جب پیاس لگ جائے تو نہ جائز کو دیکھتے ہیں نہ ناجائز کو) لیکن نبی و

امام چونکہ معصوم ہوتے ہیں وہ بھوک سے دم توڑنا گوارہ کر لیتے ہیں لیکن ناجائز خوراک کی طرف ہاتھ بڑھانا گوارہ نہیں کرتے۔ (صلوات)

انسان اشرف المخلوقات ہے

علاوہ بریں عقلی دلیل کو چھوڑو۔ آیتیں بھی میں نے پڑھ دیں۔ اور ایک بات مجھے دُنیا بتائے جتنی کائنات میں خالق نے مخلوق خلق کی ہے اگرچہ اُس کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ خود فرماتا ہے کہ:۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٨ (سورہ النحل)

میں نے اس قدر کثیر مخلوق خلق کی ہے کہ میرے سوا اُس کی تعداد کو کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

میرے لشکروں کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کتنے ہیں؟۔ باوجود اِس کے کہ اُس کی مخلوق کی تعداد کو ہم نہیں جانتے، اُس کے لشکروں کی تعداد کو ہم نہیں جانتے لیکن جو کچھ قرآن سے، جو کچھ محمدؐ و آل محمدؐ کے فرمان سے ہم نے پڑھا ہے پوری بھری ہوئی کائنات میں مکلف احکام شریعت تین مخلوقیں نظر آتی ہیں۔ ایک جنات، دوسرے انسان اور تیسرے ملائکہ۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝٥٦ (سورہ الذاریات)

خالق فرماتا ہے کہ میں جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لیے۔ انسانوں سے پہلے جن، جنوں سے پہلے ملک (عام انسانوں کی بات کر رہا ہوں) تب اس عالم آب و گل میں آئے تو اس ترتیب سے:۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝٢٧ (سورہ الحجر)

حضرت آدمؑ کی ظاہری خلقت سے پہلے میں نے جنوں کو آگ سے پیدا

کیا اور اُن سے پہلے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا۔ جب کائنات میں تین انواع، تین قسمیں، تین مخلوقیں مکلف احکام شریعت نظر آتی ہیں۔ تو آؤ اللہ کا قرآن پڑھیں، نبی کا فرمان پڑھیں، چودہ معصوموںؑ کا کلام پڑھیں، تاریخ اسلام پڑھیں کہ تینوں انواع میں سے، تینوں قسموں میں سے افضل قسم کون سی ہے؟

☆ آیا فرشتے افضل ہیں؟
☆ جنات افضل ہیں؟
☆ یا انسان افضل ہیں؟

میرا خیال ہے کہ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں، عالم اور غیر عالم جانتے ہیں، پیر و جوان جانتے ہیں، مرد و عورت جانتے ہیں ساری دُنیا جانتی ہے کہ افضل الکائنات، اشرف الکائنات، افضل الموجودات خالق نے حضرت انسان کو بنایا ہے۔ اگر کسی کو میری اس بات میں شک ہو کہ انسان جنوں سے بھی افضل ہے، انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ تو میں ایک موٹا سا ثبوت قرآن سے دے دیتا ہوں تاکہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔ فرشتے پہلے موجود تھے خالق نے فرمایا کہ:۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ (سورہ ص)

میں ایک بشر کو نبی بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کیا کہا تھا؟

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَؕ (سورہ البقرہ آیت ۳۰)

تو ایسی مخلوق پیدا کر رہا ہے جو خون ریزیاں کرے گی، جو فتنہ و فساد کی آگ جلائے گی۔ جب ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں تو پھر مطلب یہ تھا کہ خلیفہ ہم میں سے بنانا چاہیے، انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ قرآن

میں آپ نے یقیناً پڑھا ہوگا ۔تو خالق نے کیا کہا؟ فرمایا خاموش ہو جاؤ:۔

اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔اگر بات یہیں ختم ہو جاتی آج تک لوگوں کو کہنے کا موقع ملتا کہ خالق نے مارشل لاء لگا دیا، ڈنڈا چلا دیا ۔خالق جو تھا، مالک جو تھا بچارے فرشتوں کی بات بڑی معقول تھی لیکن خدا نے اُن کو زبردستی چپ کرا دیا ۔چاہیئے تھا کہ خدا دلائل سے جواب دیتا، براہین سے ان کا ناطقہ بند کرتا ۔تو خدا نے بھی چاہا کہ قیل و قال کا ہمیشہ کیلئے سدباب کر دیا جائے ۔خالق نے پہلے کروڑوں فرشتوں کو بلایا کہ:۔

اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾ (سورہ البقرہ)

اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ خلافت تمہیں ملنی چاہیے تو آؤ ان ذوات مقدسہ کے نام بتاؤ ۔قرآن گواہ ہے کہ فرشتوں نے اپنی عاجزی کا، لاعلمی کا اقرار کر لیا کہ:۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۳۲﴾ (سورہ البقرہ)

ہم تو اتنا جانتے ہیں جتنا تو نے بتایا ہے ۔یہ ہمارے علم سے ماوراء ہے، ہمیں کچھ علم نہیں ۔پھر خالق نے آدمؑ کو حکم دیا کہ:۔

قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ

اے میرے خلیفہ آدمؑ! اِن فرشتوں کو بتاؤ کہ ان ہستیوں کے نام کیا ہیں؟ جب آدمؑ نے بتا دیے تو فرشتوں نے اقرار کر لیا کہ جس کا علم، جس کا فضل، جس کا کمال ہم سے زیادہ ہے وہ ہم سے افضل ہے، جو افضل ہے خلیفۃ اللہ بننے کا حقدار وہی ہے ۔　(نعرہ)

ایک بات کہ فرشتوں نے اقرار کرلیا کہ آدمؑ جو بشر ہے، جو انسان ہے وہ ہم سے افضل ہیں۔ اگر کسی کو شک ہے تو آؤ میں اس کا شک دور کردوں۔ جب سجدہ کرنے کرانے کا وقت آیا تو ایک طرف کروڑوں نوری دوسری طرف انسان کامل۔ اب مجھے دُنیا بتائے کہ نُور و نار و بشر کی بحثیں کرنے والے مجھے بتائیں کہ آیا آدمؑ کی پیشانی فرشتوں کے سامنے جھکی یا کروڑوں نورانیوں کی گردنیں ایک انسان کامل کے سامنے جھکائی گئیں۔ (نعرہ)

انسان کا مقام فرشتوں سے بلند ہے

تو اگر آدمؑ کی گردن فرشتوں کے سامنے جھکی ہے تو ماننا پڑے گا کہ وہ مخلوق افضل ہے۔ لیکن اگر اُن کی گردنیں آدمؑ کے سامنے خم ہو رہی ہیں جو نہیں جھکاتا وہ ابلیس بن رہا ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ انسان کامل کا مقام کروڑوں قدسیوں سے بلند۔ اور اگر پھر بھی اولاً تو یقیناً ہر کلمہ گو کے لیے یہ بات اطمینان کا باعث ہے، اُس کو یقین ہو جائے گا کہ انسان کا مقام فرشتوں سے یقیناً بلند ہے لیکن اگر کوئی آدمی آلِ محمدؐ کا فرمان سن کر اپنا ایمان تازہ کرنا چاہتا ہے تو میرے پیش نگاہ شیخ صدوقؒ کی "علل الشرائع" بھی ہے، علامہ مجلسیؒ کی "بحار الانوار" بھی ہے اور علامہ جزائری کی "انوارِ نعمانیہ" بھی ہے۔ اس کے علاوہ بیسیوں کتابوں کے ورق میرے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ صادق آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ:۔

ان الملائکۃ خدامنا و خدام محبینا

یہ آسمان کے قُدسی آلِ محمدؐ کے ادنیٰ خادم ہیں۔ (نعرہ)

تو جب جبرائیلؑ سے لے کر میکائیلؑ تک، اسرافیلؑ سے لیکر عزرائیلؑ تک تمام قُدسی، تمام فرشتے، تمام ملکوتی قوتیں جب آلِ محمدؐ کے خادم نظر آتے ہیں تو

مخدوم کون ہوئے؟ محمدؐ و آل محمدؐ۔ جہاں تک جنات کا تعلق ہے وہ محمدؐ و آل محمدؐ کی ادنیٰ رعایا ہیں، وہ ادنیٰ خادم ہیں، وہ ان کے ادنیٰ کفش بردار ہیں۔

لہٰذا جب آسمان کے قُدسی ہیں تو محمدؐ و آل محمدؐ کے خادم ہیں، جو جنات ہیں وہ آل محمدؐ کے ادنیٰ جوڑے بردار، کفش بردار ہیں۔ تو پھر مجھے دُنیا بتائے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کو (معاذ اللہ) انسانوں کی صف سے خارج کر کے اُن کو فرشتوں میں داخل کرنا، یا جنات میں داخل کرنا یہ اُن کی توہین ہے یا اُن کی تعریف ہے؟ اس لیے قرآن کہتا ہے:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (سورہ الاسراء)

ہم نے بنی آدم کو یعنی انسانوں کو ساری دُنیا سے کرامت عطا کی ہے، بزرگی کا تاج ہم نے بنی نوع انسان کے سر پر رکھ دیا ہے اور ساری کائنات پر ان کو فضیلت دے دی ہے۔ اور آل محمدؐ کے ارشادات جن سے ہماری حدیثوں کی کتابیں چھلک رہی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

نحن الناس

حقیقی انسان ہم آل محمدؐ ہیں۔ باقی لوگ جو ہمارے حبدار ہیں وہ ہم سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں وہ بھی حقیقی انسان کہلانے کے حقدار نہیں ہیں اور باقیوں کا تو کھاتہ ہی پاک ہے۔ (صلوات)

ع فکر ھر کس بقدر ھمت او

امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث ہے اصول کافی میں کہ ہر بندے کی اپنی ایک فکر ہوتی ہے، اپنی ایک سوچ ہوتی ہے، اپروچ ہوتی ہے تو فرماتے ہیں: چیونٹی یہ بھی کہتی ہے کہ میرا خدا کامل ہے۔ لیکن کمال کا تصوّر انسان کے دماغ میں اور ہے فرشتوں اور جنوں کے دل و دماغ میں اور ہے۔

چیونٹی کی نظر میں کمال کا معیار اور ہے۔ کہتے ہیں کہ چیونٹی سمجھتی ہے کہ کمال دو لمبے لمبے دانتوں کا ہونا ہے۔ جن سے چیونٹی دانوں کو کاٹتی ہے:۔

ان النملة قد عم ان للہ ذوا بتین

چیونٹی کہتی ہے کہ چونکہ میرا رب کامل ہے اور وہ کامل نہیں ہوسکتا جب تک دانہ کاٹنے کے لیے اُس کے دو دانت نہ ہوں تو وہ کہتی ہے کہ میرے خدا کے دو دانت ہیں۔ تو یہی وجہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ میں انسان میرے اندر ہزاروں عیب، آپ انسان تو آپ کے اندر سینکڑوں عیب تو پھر آپ نے سوچا کہ انسان ہوتے ہی وہ ہیں جو عیبوں کے پُتلے ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے حقیقی انسانوں کو دیکھا جو نہیں ہے۔ حقیقی انسان ہوتے ہی وہ ہیں کہ جن کی خدمت کے لیے آسمان کے قُدسی آسمان کی بلندیاں چھوڑ کر، تسبیح کے رشتے توڑ کر آلِ محمدؑ کے دروازے پہ آکر اُن کے بچوں کے گہوارہ کو ہلانا، اور اُن کے لیے چکیاں پیسنا، اور دروازے پہ جھاڑو دینا سعادت جانتے ہیں۔　　　(نعرہ)

اور سب سے ایک بڑی بات اور اُسی پر آج ختم کر دوں گا کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ اگر اہلبیتؑ رسالت، محمدؐ و آلِ محمدؑ انسان نہیں ہیں اُن کی کوئی اور نوع ہے، وہ کوئی اور مخلوق ہیں تو پھر مجھے دُنیا بتائے کہ قرآن میں جو چار پانچ سو آیاتِ الٰہیہ آلِ محمدؑ کی فضیلت میں اُتری ہیں اور اُن سب آیات میں اُن کو انسان کہا گیا ہے اُن آیتوں کا پھر مصداق کون ہے؟ میں بطور نمونہ دو تین آیات کی طرف اشارہ کیے دیتا ہوں کہ مجھے دُنیا بتائے یہ آیتیں کن کے حق میں اُتری ہیں؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾　　(سورہ البقرہ آیت ۲۰۷)

کہ بندوں میں سے، انسانوں میں سے کچھ ایسے انسان کامل بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیتے ہیں اور خالق بھی اپنے ایسے کامل انسانوں پر بڑا مہربان ہے۔ مجھے دُنیا بتائے کہ اگر حیدر کرارؑ (معاذ اللہ) انسان نہیں ہیں تو پھر آیہ من یشری کا مصداق کون ہے؟ سورہ زلزال پڑھو کہ جب قیامت کا زلزلہ آئے گا، زمین زلزلے میں ہوگی، حاملہ عورتوں کے حمل گر رہے ہوں گے، اور دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں سے غافل ہو چکی ہوں گی: ۔

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (سورہ الحج)

خالق فرماتا ہے کہ تم لوگوں کو دیکھو گے کہ مدہوشوں کی طرح، مخموروں کی طرح، بے ہوشوں کے طرح گشت کر رہے ہوں گے۔ لیکن اصل میں انہوں نے کوئی نشہ آور چیز نہیں کھائی ہوگی لیکن اللہ کا عذاب اتنا دردناک ہوگا کہ لوگ حواس کھو بیٹھیں گے۔ زلزلہ قیامت سے دُنیا ہل رہی ہوگی، زندہ مر رہے ہوں گے، مُردے قبروں سے اُٹھ رہے ہوں گے اُس حالت میں: ۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝

ایک انسان کامل آئے گا زمین پہ ہاتھ رکھے گا اور کہے گا کہ اے زمین تجھے کیا ہو گیا؟

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ (سورہ الزلزال)

اُس دن زمین انسان کامل سے باتیں کرے گی اور انسان کامل اُس سے گفتگو کرے گا۔ (نعرہ)

دُنیا مجھے بتائے کہ جب ساری کائنات بے ہوشوں کی طرح چکر لگا رہی

ہوگی، وہ انسان کامل کون ہوگا؟ جو زمین پہ ہاتھ رکھے گا تو زلزلہ قیامت رک جائے گا اور زمین اُس سے باتیں کر رہی ہوگی اور وہ زمین سے باتیں کر رہا ہوگا۔ جہاں تک میں نے سُنی شیعہ کتابیں پڑھی ہیں مجھے تو یہی نظر آیا ہے کہ یہ وہی انسان کامل ہوگا جس کا لقب ابوتراب ہے۔ وہ زمین سے باتیں کر رہا ہوگا اور زمین اُس سے باتیں کر رہی ہوگی۔ (نعرہ)

یہ اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے سمجھا کہ ہم بھی انسان اور محمدؐ و آل محمدؑ کو انسان کہا جائے پھر تو ہم سارے ایک جیسے بن جائیں گے۔ میرے عزیزو اور میرے بزرگو! نام ایک جیسا ہے پر جہاں تک شان کا تعلق ہے اتنا زمین اور آسمان میں فاصلہ نہیں جتنا ہم میں اور آل محمدؑ میں فاصلہ ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آج کچھ مفتری لوگ، خدا کے خوف سے بالا ہو کر علماء پر تہمتیں لگاتے ہیں اور کیچڑ اچھالتے ہیں کہ یہ آل محمدؑ کو اپنے جیسا کہتے ہیں۔ ہماری تحریریں چھلک رہی ہیں، کتابیں مارکیٹ میں ملتی ہیں ہم نے ثابت کیا ہے ایک خدا کو چھوڑ کر، دوسرے مصطفیٰؐ کو چھوڑ کر آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اپنی عظمتوں، اپنی جلالتوں، اپنی عصمتوں، اپنی کرامتوں سمیت اکٹھے ہو جائیں تو ایک علیؑ کے فضائل کی برابری نہیں کر سکتے۔ (نعرہ)

کل بھی میں نے ثابت کیا تھا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا:۔

من اراد ان ینظر الیٰ آدم فی علمه و الی نوح فی فهمه و الی ابراهیم فی خلّته و الی موسیٰ فی بطشه و الی عیسیٰ فی ورعه و الی یحیٰ ابن زکریا فی زهده فالینظر الی علی بن ابی طالبؑ

لہٰذا انسان کہنے سے برابری لازم نہیں آتی۔ کیونکہ پڑھے لکھے لوگ ان

حقائق کو سمجھتے ہیں کہ نام ایک ہونے سے شان ایک نہیں ہوسکتی ۔ ہر نوع کے افراد میں اتنا فرق ہوتا ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔ لوہا کہنے سے سارے لوہے ایک جیسے نہیں ہوسکتے، چاندی کہنے سے چاندی کی ساری قسمیں ایک نہیں ہوسکتیں ۔ حتیٰ کہ سونا کہنے سے ساری سونے کی قسمیں ایک جیسی نہیں ہوسکتیں، پتھر کہنے سے سارے پتھر ایک جیسے نہیں ہوسکتے (پتھر وہ بھی ہیں جو مفت میں کئی من ٹن اٹھالو) اور ہیرا بھی پتھر ہوتا ہے اگر تولے کے برابر ہو تو ملک پاکستان اس کی قیمت نہیں بن سکتا ۔ تو ہر نوع کے افراد میں شان اور مقام کا فرق ہوتا ہے ۔ آلِ محمدؐ انسان ہیں پر ایسے انسان کامل ہیں کہ ان کے کمالات کو دیکھا جائے تو خدا ہونے کا شبہ لاحق ہو جاتا ہے ۔ اور ہم بھی انسان ہیں ایسے انسان کہ ہمیں دیکھا جائے تو حیوان ہونے کا گمان ہونے لگ جاتا ہے ۔ (صلوات)

انبیاء کی صفات

بس آج اتنا کافی ہے پتا چلا کہ انبیاء کے صفات میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ نبی وہ ہوگا جو انسان نہ ہو بلکہ ہر جگہ یہ ملے گا کہ نبی ہو یا رسول ہو، وہ ہوگا جو پہلے انسان کامل ہوگا ۔ اُن کے جانشین بھی انسان کامل پہلے ہوں گے، امام اور کائنات کے ہادی و رہبر بعد میں ہوں گے ۔ انشاء اللہ کل میں اور چند اہم اور ضروری باتیں عرض کروں گا کہ آیا کسی نبی کے یا کسی رسول کے صفات میں یہ بھی لکھا ہے کہ نبی وہ ہوگا جو خالق ہو، نبی وہ ہوگا جو رازق ہو، نبی وہ ہوگا جو محیی ہو، نبی وہ ہوگا جو ممیت ہو؟ کل یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ نبی کے صفات نہیں ہیں کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خالق ہو نہ یہ کہ رسول وہ ہے جو رزاق ہو بلکہ یہ مرسل یعنی بھیجنے والے کے کمالات وصفات ہیں ۔ آپ عزیزان محترم مسلسل سن رہے

میں سورہ جمعہ کی یہ آیت پڑھیں:۔

ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۲﴾ (سورہ الجمعہ)

نبی کے فرائض چار ہیں اللہ کے قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرنا، لوگوں کے نفسوں کا تذکیہ کرنا، پھر قرآن پڑھانا اور حکمت کے درس دینا۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (سورہ النساء آیت ۱۶۵)

خالق فرماتا ہے آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک میں نے جتنے نبی و رسول بھیجے اُن کو مبشر بنا کر بھیجا کہ نیکوں کو جنت کی خوشخبری سناؤ اور بُروں کو میرے عذاب جہنم سے ڈراؤ تاکہ رسولوں کے آجانے کے بعد لوگوں پر اتمام حجت ہوجائے۔ اُن کو خالق نے مبشر اور منذر بنا کے بھیجا، تلاوت آیات کے لیے بھیجا، معلم قرآن بنا کر بھیجا، مذکی نفوس بنا کر بھیجا، معلم حکمت بنا کر بھیجا۔ بچوں کی تصویریں ماؤں کے رحموں میں کھینچنے کے لیے نہیں بھیجا، کائنات کو روٹی دینے کے لیے نہیں بھیجا، درختوں پر پتے لگانے کے لیے نہیں بھیجا، آسمان کا شامیانہ لگانے کے لیے نہیں بھیجا، زمین کا فرش بچھانے کے لیے نہیں بھیجا، پھلوں کے پکانے کے لیے نہیں بھیجا۔ نہ قرآن کہتا ہے، نہ نہج البلاغہ کے خطبے کہتے ہیں، نہ صحیفہ کاملہ کہتا ہے، نہ صحیفہ سجادیہ کہتا ہے، نہ کتب اربعہ کہتی ہیں، نہ مذہب شیعہ کہتا ہے، نہ چودہ سو سال کے علماء کہتے ہیں اگر یہ خرافات ہیں تو اُس خطبہ بیانیہ میں ہیں کہ جس کا نصیریوں کے سوا اُس کا کوئی موجد نہیں ہے اور غالیوں کے سوا اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ (نعرہ)

نصیریت، شیعیت کے پردوں میں

اب وقت کے دامن میں کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کل انشاء اللہ مزید عرض کروں گا۔ اگر یہ خطبۂ بیانیہ از قسم کوکب درّی وغیرہ غیر شیعہ حضرات کی تحریروں میں مل جاتا ہے۔ اُس کے کل کچھ فقرے میں پڑھ کے سناؤں گا، پھر اُس پر تبصرہ کروں گا کہ اگر یہ خطبہ صحیح ہے تو پھر قرآن کو غلط ماننا پڑے گا، نہج البلاغہ کو غلط ماننا پڑے گا، کتب اربعہ کو غلط ماننا پڑے گا، صحیفہ کاملہ کو غلط ماننا پڑے گا، صحیفہ علویہ کو غلط ماننا پڑے گا، چودہ سو سال کے شیعہ لٹریچر کو غلط ماننا پڑے گا تب یہ خطبہ صحیح ہوگا۔ اور اگر ہمارا قرآن صحیح ہے، نہج البلاغہ صحیح ہے، صحیفہ کاملہ وعلویہ صحیح ہیں، کتب اربعہ صحیح ہیں اور ہمارا مذہبی لٹریچر صحیح ہے تو اِسے غالیوں کے خرافات کا پرونده ماننا پڑے گا۔　　　(صلوات)

آج نصیریت کو ہمارے سٹیجوں پر لا کر شیعیت کے رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے اور شیعیت کو نام وہابیت کا دیا جا رہا ہے:۔

ع　　اے میری قوم تیرے حسن کمالات کی خیر

کتابیں موجود ہیں علامہ مجلسیؒ جیسے، علامہ قمیؒ جیسے، علامہ ابوالحسن جیسے، علامہ ناصر الملت جیسے، علامہ حامد حسین جیسے چودہ سو سال کے علماء اعلام کے بیانات میرے پیش نگاہ ہیں کہ:۔

اما خطبة البيان واشباهها فلم توجد الا في كتب الغلاة
(بحار الانوار)

کہ وہ خطبہ بیانیہ جو مولا علیؑ کی طرف منسوب ہے کہ نبیوں کو نبی میں نے بنایا، آسمانوں کا شامیانہ میں نے لگایا، زمینوں کا فرش میں نے بچھایا، ماؤں کے پیٹوں میں بچوں کی تصویریں میں بناتا ہوں، پھل میں اُگاتا ہوں، نہریں

میں جاری کرتا ہوں، بارشیں میں برساتا ہوں، قیامت میں قائم کروں گا، کائنات میرے قبضہ قدرت میں ہے، ساری کائنات میری عبادت کرتی ہے، معبود کائنات میں ہوں، معبود عالمین میں ہوں ۔(العیاذ باللہ)

اس خطبہ کے بارے میں چودہ سو سال کے شیعہ علماء متفق نظر آتے ہیں بس کو شک ہے آج مرکز کی طرف رجوع کر لے ۔قم سے لے کر کربلا تک، کربلا سے لیکر کاظمین تک، کاظمین سے لے کر نجف اشرف تک، نجف سے لے کر کربلا تک جتنے مراجع ہیں اگر کوئی ایک مرجع بھی کہہ دے کہ اس خطبے کا ہماری کسی مذہبی کتاب میں کوئی نام ہے یا نشان ہے ۔تو جو چور کی سزا ہے وہ میری سزا ہے ۔

اور اگر مرکز یہی کہے کہ اس خطبے کا علیؑ ولی کے کلام سے، اسلام سے، آل محمدؐ کے بیان سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر خود سمجھ لو کہ جو یہ خطبے پڑھ کے آج قرآن کی نفی کر رہے ہیں، محمدؐ و آل محمدؑ کی تعلیمات پر پانی پھیر رہے ہیں وہ کدھر جا رہے ہیں اور قوم کو کدھر لے جا رہے ہیں؟ اس خطبہ سے اور اس جیسے غالیانہ خطبوں سے قرآن کی نفی ہوتی ہے اور مذہب شیعہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ مذہب شیعہ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ مولا علیؑ پہلے امام ہیں خدا نہیں ہیں ۔

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خدا کے لیے کچھ سوچو ۔ بے شک آل محمدؐ کائنات سے افضل، کائنات سے اعلیٰ، کائنات کے مخدوم، کائنات کے اشرف ہیں لیکن خدا کے تو بندے ہیں خدا سے اُن کا مقابلہ نہ کر ۔خدا کو معطل کر دیا جائے اور علی اللہ کے نعرے لگائے جائیں، علی اللہ، علی رب یہ غلو ہے یہ شیعیت نہیں ہے، یہ کفر ہے یہ اسلام نہیں ہے ۔ (نعرہ)

نہج البلاغہ پڑھو اگر لحاتِ فرصت میں کبھی توفیق ہو تو پڑھو کہ علیؑ ولی کیا کہتے ہیں:۔

الٰھی کفٰی بی عزًّا ان اکون لك عبدًا

اس سے بڑی میں علیؑ کی عزت اور کیا ہو گی؟ کہ میں تیرا عبد ہوں اور تو میرا معبود ہے۔

و کفٰی بی فخرًا ان تکون لی ربا

اس سے بڑھ کر میں علیؑ ولی کے لیے سرمایہ فخر و ناز کیا ہوگا؟ کہ تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ کردگار ہوں۔

الٰھی وجدتك کما احب فاجعلنی کما تحب

میں جیسا چاہتا تھا تجھے ایسا پایا، مجھے بھی ایسا بنائے رکھ جیسا تو مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔(نہج البلاغہ)

اس پر میں اتنا اضافہ کر کے آج کے بیان کو ختم کر رہا ہوں کہ جیسا ہم چاہتے تھے ایسا معبود مل گیا، جیسا چاہتے تھے ایسا نبی خاتمؐ مل گیا، جیسے بے عیب چاہتے تھے ایسے ہمیں بارہ امام مل گئے۔ امامت بارہ میں منحصر ہے اس پر میں تبصرہ نہ کر سکا اور یہ بھی مسلّم ہے کہ امامت کا سلسلہ قیامت تک برقرار رہے گا۔ اس معیار پر بھی دیکھا جائے تو آل محمدؐ کے بارہ کے سوا کوئی بارہ ملتے ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا جیسے ہم بارہ امام بے عیب، لا ریب، خدا کی تخلیق کا اعلیٰ نمونہ، کائنات میں بے مثل مخلوق چاہتے تھے ایسے مل گئے۔

میرے عزیزو، میرے بزرگو، میرے بھائیو! آل محمدؐ آپ سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ بھی ایسے بن جاؤ جیسے آل محمدؐ آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ جب ہم کہیں کہ "یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں" تو والی نجف بھی فرمائے کہ میں

علی بھی یہ مانتا ہوں کہ تم میرے ہو۔ اس کے لیے لباس تقویٰ زیب تن کرنا پڑے گا، ایمان کا لباس زیب تن کرنا پڑے گا۔ اور تقویٰ کے لیے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں۔ واجبات شریعت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے جاؤ، محرمات سے دامن کو بچاتے جاؤ، غلطی ہو جائے تو آل محمدؐ کا واسطہ دے کر خالق سے بخشواتے جاؤ۔ تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہی ہے۔

مصائب

مصائب کا اب وقت بالکل نہیں بچا بس تبرکاً صرف اتنا کہہ دوں کہ وقت ملا تو میں انشاء اللہ کل شہادت علی اکبرؑ پڑھو گا۔ آج صرف اتنا کہتا ہوں۔ دُعا کرو کہ کوئی عظیم اور ضعیف باپ اپنے کڑیل جوان بیٹے کی لاش پہ نہ جائے۔ سید الشہداءؑ ہر شہید کی لاش پہ پہنچے۔ لیکن میں نے تاریخ میں یہی پڑھا ہے کہ کسی شہید پر امام بلند آواز سے نہیں روئے، روئے ضرور لیکن بلند آواز سے نہیں روئے۔ لیکن جب علی اکبرؑ کی شہادت پہ اُن کی لاش پر پہنچے اور اپنا رخسارہ اپنے کڑیل جوان بیٹے کے رخسارہ پہ رکھا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ امامؑ اتنے بلند آواز سے روئے کہ مخالفوں نے بھی رونے کی آواز سنی۔ کہتے ہیں:۔

یابنی علی الدنیا بعدك العفا

بیٹا تیرے بعد اب اِس دُنیا کی زندگی پر خاک ہے۔ اب جینے کا کوئی لطف نہیں رہا۔ پھر فرمایا:۔

یابنی لقد استرحت من هم الدنیا و غمها

بیٹا اکبر! تم تو دُنیا کے غموں سے چھٹکارا پا گئے، اپنے باپ کا انتظار بھی نہ کیا، مجھے یکا و تنہا چھوڑ کے چلے گئے، میرا انتظار تو کیا ہوتا۔ جب امامؑ خیمے میں

پہنچے تو کبھی دائیں دیکھتے ہیں اور کبھی بائیں طرف، کبھی اوپر اور کبھی نیچے ساری مخدرات جمع ہوگئیں ۔ جناب سکینہؑ آگے آگے :۔

یا ابتاہ! بابا جان آپ کی حالت کیوں غیر ہے؟ آپ دائیں بائیں کیوں دیکھ رہے ہیں ۔ مجھے جلدی بتاؤ کہ میرے بھائی علی اکبرؑ کو تو خیریت ہے ۔ یہ سننا تھا کہ امامؑ نے رو کر فرمایا بیٹی لعینوں نے تیرے بھائی کو شہید کر دیا ہے ۔ بس یہ سننا تھا میری تو زبان میں طاقت نہیں ہے کہ بیان کرسکوں کہ پھر خیام حسینی میں مخدرات عصمت وطہارت کی حالت کیا تھی؟ بس معلوم ہوتا تھا کہ قیامتِ کبریٰ قائم ہوگئی ہے ۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

نویں اور آخری مجلس

اثبات امامت

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

اثبات اِمامت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

(سورہ البقرہ)　　(صلوات)

ارشادِ رب العزت ہے کہ یاد کرو اس وقت کو جب خداوند عالم نے اپنے بندہ خاص جناب ابراہیم خلیل اللہ کا امتحان چند کلمات کے ساتھ لیا تھا، اور جب انھوں نے ان کلمات کو تام و تمام کر دیا، یعنی وہ اُس امتحان میں کامیاب و کامران ہو گئے تو ارشادِ رب العزت ہوا کہ اے میرا خلیلؑ! میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

یہ مژدہ جاں فزا سن کر جناب خلیلؑ نے رب جلیل کی بارگاہ میں استدعا کی کہ پالنے والے! میں چاہتا ہوں کہ یہ عہدۂ جلیلۂ امامت میری اولاد میں بھی برقرار رہ جائے۔ ارشادِ قدرت ہوا کہ جو ظالم ہوں گے ان کو یہ عہدہ امامت نہیں مل سکے گا۔　　(صلوات)

سلسلۂ کلام مسئلۂ امامت کے بارے میں یکم محرم الحرام سے جاری و ساری تھا بقدرِ ضرورت کل وہ اپنے اختتام کو پہنچ چکا۔ لیکن اس کا ایک تھوڑا سا تتمہ آج عرض کر کے پھر اس مسئلہ خلافت و امامت کے بعض ضروری متعلقہ مسائل پر تبصرہ کیا جائے گا۔

آج کیونکہ نسبتاً وقت ذرا زیادہ ہے اور ویسے بھی اس عشرے کی آخری مجلس ہے، کل صرف شہادت سید الشہداءؑ ہی بیان کی جائے گی۔ اس لئے اس کو اختتامی اور آخری مجلس سمجھنا چاہیے۔

خداوندعالم آپ حضرات کو زندہ سلامت رکھے اور بانیانِ کرام کی توفیقاتِ خیر میں مزید اضافہ اور ازیاد عطا فرمائے اور سید الشہداءؑ کے غم کی جو دولت و سعادت ہے وہ صبح قیامت تک اہلِ ایمان کو نصیب فرمائے۔ انشاء اللہ پھر اگلے سال دیکھا جائے گا، جو زندہ ہوں گے، پڑھنے والے پڑھیں گے، سننے والے سنیں گے، پڑھانے والے پڑھائیں گے۔ تو آج چند ضروری باتیں عرض کی جائیں گی۔ ان کے بعد امید ہے کہ مسئلہ امامت اپنے تمام ضروری متعلقات کے ساتھ اختتام کی منزل کو بخیر و خوبی پہنچ جائے گا۔ انشاء اللہ

(صلوٰت)

امام کی خصوصیات

جو کچھ سابقہ مجالس میں عرض کیا گیا مسئلہ خلافت اور امامت کے سلسلہ میں اگرچہ شرائط امامت بھی عمومی تھے، شرائط خلافت بھی عمومی تھے، امامت کے مسائل بھی عمومی تھے لیکن مقام اثبات میں کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد کون امام ہے؟ تقریباً ہر مرحلے پر جناب امیرالمومنین علیہ السلام آسمان و زمین کا نام نامی اور اسم گرامی لیا گیا، کہ یہ شرائط اُن میں پائے جاتے ہیں۔ یہ علامات اُن میں پائے جاتے

ہیں، یہ صفات ان میں پائے جاتے ہیں یہ قدسی صفات و ملکات اُن میں پائے جاتے ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد امام برحق وہی ہیں۔

لیکن کیونکہ بدقسمتی سے امامت میں بہت سارے اختلاف ہیں کہ اماموں کی تعداد کتنی ہے، چار امامی بھی ہیں، شش امامی بھی ہیں، ہفت امامی بھی ہیں۔ کم وبیش چوبیس فرقے تو صرف امامت کے بارے میں موجود ہیں۔

لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطور تتمہ بحث یہ عرض کردیا جائے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد اب صبح قیامت کے طلوع ہونے تک کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ ہمارے نبی ہیں تو آخری، اُن کی کتاب قرآن ہے تو آخری کتاب، اُمت مسلمہ ہے تو آخری اُمت اور اگر اسلام اللہ کا پیغام ہے تو آخری پیغام۔ اس لیے پیغمبرؐ نے فرمایا:۔

اَنَاوَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

دو انگلی ملا کر صحابہ کو دکھائیں اور فرمایا میں اور قیامت یوں آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ کہ نہ تمہارے بعد کوئی اُمت آئے گی نہ قرآن کے بعد آسمان سے کوئی کتاب آئے گی، نہ اسلام کے بعد کوئی اللہ کا دین آئے گا، نہ میرے بعد کوئی نیا نبی آئے گا، اگر میرے بعد آئے گی تو قیامت کبریٰ آئے گی اور کوئی چیز نہیں آئے گی۔

لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ ان کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے، اگر کوئی پرانے انبیاء میں سے جو اپنی نبوت کا ظاہری وقت گزار چکے ہیں، وہ اپنی ڈیوٹی اپنے وقت پر انجام دے چکے، جیسے حضرت عیسیٰؑ اگر وہ تشریف لائیں گے تو آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنا کلمہ پڑھانے کے لیے نہیں آئیں گے، اپنی الگ اُمت

بنانے کے لیے نہیں آئیں گے، ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے کے لیے نہیں آئیں گے۔ اگر وہ آئیں گے تو پیغمبر خاتمؐ کی مسند کے بارھویں وارث کی تائید کر کے اسلام کا بول بالا کرنے اور کفر کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آئیں گے اور ان کی اقتداء میں نماز خدا پڑھ کے بارھویں لال ولایت کی امامت پر مہر تصدیق لگائیں گے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد امام برحق کتنے ہیں؟ پیغمبر اسلامؐ کے جانشین کتنے ہیں؟ اور زمین خدا میں خالق کی طرف سے حجتیں کتنی ہیں؟ (صلوات)

اماموں کی تعداد

قطع نظر ان شاذ و نادر فرقوں کے جن کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے کوئی چار امامی ہے، کوئی شش امامی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جہاں تک کہ جمہور مسلمین کا تعلق ہے خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ یہ الگ بات ہے کہ اماموں کے ناموں میں، اماموں کے صفات میں، ان کی تعین و تشخص میں اختلاف پایا جاتا ہے، ورنہ جہاں تک ان کی تعداد کا تعلق ہے وہ تقریباً اُمت مسلمہ کا اس بات پر اجماع نظر آتا ہے کہ پیغمبر خاتمؐ کے بعد ان کی مسند کے وارث بارہ ہوں گے۔

بارہ ائمہ کے بارے میں روایات خواہ اہل سنت والجماعت کی کتابیں ہوں یا شیعانِ حیدر کرارؑ کا مذہبی لٹریچر ہو۔ تواتر سے بھی کچھ مافوق روایتیں نظر آتی ہیں۔ بخاری ہو یا مسلم، ابوداؤد ہو یا سنن ابن ماجہ، برادران اسلامی کی صحاح ستہ ہوں یا ہماری کتب اربعہ یا ہماری باقی مذہبی کتابیں سب چھلک رہی ہیں اور اُن احادیث کا لب لباب یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا:۔

لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا مَنِيْعًا حَتّٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا يَمْضٰى

عَلَيْهِ اِثْنٰى عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

اُس وقت تک قیامت کبریٰ قائم نہیں ہوگی ، اُس وقت تک برابر اسلام معزز رہے گا، محترم رہے گا، محتشم رہے گا جب تک میرے بعد میری مسند کے بارہ وارث اِس دنیا میں نہیں آئیں گے ۔

کون کس کا اِمام؟

بارہ ائمہ کے بارے میں اس قسم کی روایتوں سے کتبِ احادیث وتفاسیر چھلک رہی ہیں ۔ ہاں جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد وہ بارہ جانشینان پیغمبرؐ کون ہیں؟ تو یہاں کئی سلسلے ہیں بنی امیہ کے دو سلسلے، بنی عباس کا تیسرا سلسلہ اور آلِ محمدؐ کے ائمہ کا چوتھا سلسلہ ہے ۔

ایک سلسلہ وہ ہے جو پیغمبر خاتمؐ کے بعد ظاہری طور پر شروع ہوتا ہے، اس میں چوتھے مقام پر حیدر کرارؑ کا نام نظر آتا ہے، پانچویں پر یزید کے باپ کا نام نظر آتا ہے اور چھٹے نمبر پر اُس کا نام ہے کہ اگر میں اس کا نام لے لوں تو بھائی صاحبان کہیں گے کہ ہمیں گالی دی ہے ۔

ایک سلسلہ یہ ہے، اس سلسلے کے بھی بارہ امام ہیں ، ایک سلسلہ خلفائے اندلس کا ہے ۔ اور وہ بنی امیہ کے سارے امام ہیں، وہ چودہ ہیں، بارہ یہ ہیں اور چودہ وہ ۔ اگر اکٹھے کیے جائیں تو چھبیس بنتے ہیں ۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ میرے بعد قیامت تک بارہ ہوں گے ۔ اگر بنی عباسیہ کے لیے جائیں تو اُن کی تعداد سینتیس نظر آتی ہے ۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں بارہ ہوں گے ۔ اُدھر سینتیس نظر آتے ہیں اگر سینتیس کے اندر چھبیس داخل کر دیے جائیں تو پھر تریسٹھ بن جاتے ہیں ۔ جبکہ پیغمبرؐ فرماتے ہیں میرے جانشین بارہ ہوں گے ۔ اُدھر تریسٹھ نظر آتے ہیں ۔

اب علماء کرام لگے تحقیقات کے دریا بہانے ۔ بعضوں نے کہا کہ یوں کرو کہ بارہ کی تعداد پوری کرنی ہے تو کچھ اِدھر سے لے لو، کچھ اُدھر سے لے لو، کچھ اچھوں کو لے لو، جن کا کردار مشکوک ہے ان کو چھوڑ دو ۔ جب بارہ مکمل ہوجائیں تو سمجھ جائیں گے کہ یہی پیغمبرؐ کے جانشین ہیں ۔

تاریخ اسلام کا خلاصہ

میں تاریخ اسلام کا خلاصہ عرض کر رہا ہوں، اور بچ بچا کے ۔ کیونکہ میں نے اصول اپنایا ہوا ہے کہ کسی کے آبگینہ دل کو ٹھوکر نہیں لگانی ۔ میں نہیں چاہتا کہ آخری مجلس میں اصول کو بدل دیا جائے ۔ (صلوٰت)

تفصیلات بہت ہیں کہ پہلے تو بارہ کی چھانٹی میں اختلاف کہ کن کن کو لیا جائے اور کن کن کو نظر انداز کیا جائے ۔ ایک صاحب ایک فہرست پیش کرتے ہیں، دوسرے کہتے ہیں مجھے اس سے اختلاف ہے، اتفاق نہیں ہے ۔ دوسرے ایک اور فہرست پیش کرتے ہیں تو پہلے صاحب کہتے ہیں مجھے ان سے اختلاف ہے مجھے اتفاق نہیں ہے ۔

بعض ناموں پہ اتفاق ہے بعض ناموں میں اختلاف ۔ اگر اللہ کر کے وہ بارہ جس قسم کے منتخب کرنے میں کامیاب بھی ہوجاتے ہیں تو پھر ان پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے احادیث تو یہ کہتے ہیں کہ وہ بارہ مسلسل رہیں گے، یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے، درمیان میں کوئی خلا واقع نہیں ہوگا ۔

لیکن اگر سات سو سال کے اندر بارہ منتخب کیے جائیں تو درمیان میں جو سو سو سال اور ڈیڑھ ڈیڑھ سو سال کا وقفہ پڑ جائے گا، اُس گیپ کو کیسے پُر کریں گے؟ اُس خلا کو کیسے پُر کریں گے؟ ۔ اور جو اُس دور میں مسلمان ہوں گے اُن

کے زمانے کا امام کون ہوگا؟ کیونکہ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

جو مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو، اُس کی موت جاہلیت کی موت ہے، اسلام کی موت نہیں ہے۔ (نعرہ)

اور ان سارے اختلافات سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اِن کے بارہ، اُن کے چودہ، اُن کی سینتیس، چلو انتخاب کرلو، یا سب کو لے لو، لیکن یہ سلسلہ خلفاء معتصم باللہ عباسی پر ساتویں صدی میں ہلاکو خان کے ہاتھوں پر ختم ہوتا ہوا نظر آتا ہے، یہ سلسلہ ساتویں صدی میں ختم ہو جاتا ہے اور پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا مَنِيْعًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

امامت کا سلسلہ قیامت تک برقرار رہے گا۔ تو دُنیا بتائے کہ ساتویں صدی کے بعد پیغمبرؐ کا جانشین کون ہے؟ (نعرہ)

بارہ اماموں کا تعین

لہٰذا ان سارے اختلافات کو دیکھا جائے، ان سارے افتراقات کا جائزہ لیا جائے، سارے مشکلات کا جائزہ لیا جائے، تو خود ان کے علمائے کرام جیسے مولانا وحید الزمان حیدر آبادی نے خاص طور پر اقرار اور اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث علمائے اسلام کے لیے مشکل بن گئی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے اُن میں سے بارہ جانشین کون سے مراد لیے جائیں؟ اور کون سے مراد نہ لیے جائیں؟۔

لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اِن سارے اختلافات کے باوجود اور اِن تمام افتراقات کے باوجود:۔

کبھی جھکتا ہوں مینا پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر
میری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

لیکن ایک عالم کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ ہوسکتا ہے کہ آلِ محمدؐ والے بارہ امام مراد ہوں۔ (نعرہ)

بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ جو شرح عقائد نسفی میں، جو شرح مقاصد میں اور شرح مواقف میں آل محمدؐ کے ساتھ کی گئی ہے وہاں واضح طور پر لکھا گیا ہے جو کبھی کہتے ہیں وہ مراد ہیں اور کبھی کہتے ہیں یہ مراد ہیں۔ آخر میں کہتے ہیں:

لا کما زعمت الشیعة خصوصاً الامامیة

خیال رکھنا کبھی اُن کو امام نہ ماننا جن کو شیعہ امام کہتے ہیں اور خصوصاً ان کو کبھی امام نہ ماننا کہ جن کو اثنا عشریہ فرقے والے بارہ امام کہتے ہیں۔

حضرات علمائے کرام یہ تو بتاتے جاؤ کہ شیعیانِ علیؑ اثنا عشریہ جن کو امام کہتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اُن کا قصور کیا ہے کہ ہمارا پہلا امام حضرت علی علیہ السلام ہیں، دوسرے امام اُن کے فرزند امام حسن مجتبیٰؑ ہیں، تیسرے امام اُن کے شہزادے حسینؑ سید الشہداء ہیں، چوتھے امام علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدین ہیں، پانچویں امام محمد باقرؑ ہیں، چھٹے امام جعفر صادقؑ ہیں، ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ ہیں، آٹھویں امام علی ابن موسیٰ رضاؑ ہیں، نویں امام محمد تقیؑ ہیں، دسویں امام علی نقیؑ ہیں، گیارھویں امام حسن العسکریؑ ہیں اور بارھویں امام وہ ہیں جو پیغمبرؐ کے ہم نام بھی ہیں، ہم کنیت بھی ہیں، مہدیؑ بھی ہیں اور ہادیؑ بھی ہیں۔

کاش برادرِ اسلامی یہ بھی بتاتے کہ آل محمدؐ کے ان اماموں میں خامی کیا ہے؟ اور ان کے بیان کردہ اماموں میں خوبی کیا ہے؟

قسمت کی بد نصیبی کہ ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

(صلوات)

سنی اور شیعہ کے اماموں میں خوبی اور خامی

میں آج تک نہیں سمجھ سکا اور میری طرح کوئی بھی عقل مند، کوئی خردمند، کوئی ہوش مند نہ سمجھ سکا ہے اور نہ صبح قیامت تک سمجھ سکے گا کہ آلِ محمدؐ کے اِن بارہ اماموں میں نقص کیا تھا؟ عیب کیا تھا؟ خامی کیا تھی؟ کہ اِن کو نظر انداز کر دیا گیا اور اِن کے مدمقابل اماموں میں وہ خوبی کیا تھی جس کی وجہ سے ان کو منتخب کر لیا گیا؟۔

یہ لمحۂ فکریہ ہے اہلِ فکر و دانش کے لیے، اہلِ عقل و فکر کے لیے، اہلِ علم اور دانش و بینش کے لیے کہ جب دُنیا ان کے اپنے بزرگوں کے کچھ ایسے نام ہیں کہ جن کے نام لینے سے خود اُن کو شرم محسوس ہوتی ہے اور اِدھر وہ بارہ امام ہیں کہ جب غیر بھی نام لیتے ہیں یا زین العابدین کہتے ہیں یا صادق کہتے ہیں یا باقر العلوم کہتے ہیں۔ (نعرہ)

دیوانگی اور مرگی کا علاج

یہ وہ بارہ امام ہیں کہ جناب امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کسی بندے کو مرگی کے دورے پڑتے ہوں یا اگر کسی بندے کو جنون ہو جائے، کوئی پاگل ہو جائے، کوئی دیوانہ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ پاگل خانوں میں داخل نہ کراؤ، اُس کا کوئی اور علاج معالجہ نہ کراؤ، آلِ محمدؐ کے بارہ اماموں یعنی علیؑ ولی سے لے کر مہدیؑ دین تک ان بارہ اماموں کے نام اس کے کان میں کہہ دو، جنون بھی دور ہو جائے گا اور مرگی کے دورے بھی ختم ہو جائیں گے۔ (نعرہ)

بہر حال یہ تو ایک المیہ ہے ۔(وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی) اللہ کی بارگاہ کے سوا ہم اور کسی بارگاہ میں نہ شکوہ کرتے ہیں نہ شکایت کرتے ہیں ۔

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر؟
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(صلوات)

لہٰذا امام برحق ایک نہیں بلکہ بارہ ہیں اور اُن کے اسمِ گرامی وہی ہیں جو میں نے تبرکاً و تیمناً ابھی آپ کے سامنے عرض کر دیے ہیں ۔ ہمارے عقائد کے مطابق یہ منصوص من اللہ بھی ہیں، منصوص من الرسول بھی ہیں اور ہر امام پر سابق امام کے بکثرت نصوص بھی موجود ہیں ۔لہٰذا جو بھی معیاراتِ امامت میں نے سابقہ مجالس میں متعیّن کئے تھے، باتفاق تمام عالمِ اسلام کہ پیغمبرؐ کے قائم مقام کے لیے عالم علم لدنی ہونا ضروری ہے، معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے، ساری دُنیا سے بڑھ کر بہادر ہونا ضروری ہے، ہر صفت کمال میں افضل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے اور صاحبِ معجزہ ہونا ضروی ہے ۔تو جس طرح میں نے سابقہ مجالس میں ثابت کیا ہے کہ اس معیار پر پیغمبر خاتمؐ کے بعد حیدر کرارؑ سو فیصد پورے اُترتے ہیں ۔

اگر وقت کے دامن میں گنجائش ہوتی اِس پر کئی عشرے درکار ہیں تو میں ثابت کرتا کہ جس طرح حیدر کرارؑ اس معیار پر پورے اُترتے ہیں حسن مجتبیٰؑ سے لے کر ہادی مہدیؑ تک پورے کے پورے بارہ امام پورے اترتے ہیں اور:۔

اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَاٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ بَلْ کُلُّنَا مُحَمَّدٌ
(نعرہ)

کے مصداق نظر آتے اہیں ۔

اس لئے صغارھم و کبارھم فی الفضل سواء آلِ محمدؐ کے

چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں وہ فضل وکمال میں اور صفات وعلامات میں سارے ایک جیسے نظر آتے ہیں ۔جس طرح حیدر کرارؑ عالم علم لدنی ہیں اُن کی نسل اقدس سے پورے گیارہ امام عالم علم لدنی بھی نظر آتے ہیں ،معصوم عن الخطاء بھی نظر آتے ہیں، ساری کائنات سے افضل واعلیٰ بھی نظر آتے ہیں اور صاحب معجزات وکرامات بھی نظر آتے ہیں ۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسند کے وارث کائنات کے ہادی، کائنات کے رہنما یہی بارہ امام ہیں :۔

اولهم علی بن ابی طالب و آخرهم المهدی

وہی آخری امام مہدیؑ ہے کہ جن کے بارے میں سنی شیعہ کتابیں چھلک رہی ہیں ۔اگر کسی کو فرصت ملے تو صحاح ستہ میں سے سنن ابن ابوداؤد کا مطالعہ کرلے، ترمذی و مشکوٰۃ کی ورق گردانی کرلے ۔پیغمبر فرماتے ہیں :۔

لو لم يبق من الدنيا الا يوم واحد

اگر دُنیا کے ختم ہونے میں اور قیامت کبریٰ کے سورج اُبھرنے میں اگر دن کا فاصلہ بھی باقی رہ جائے :۔

لطوّل الله ذلك اليوم

تو اسی دُنیا کے ایک دن کو خالق اکبر اتنا لمبا قرار دے گا اور اُس وقت تک دنیا کا وہ دن ختم نہیں ہوگا اور قیامت کا سورج نہیں اُبھرے گا :۔

حتی یبعث رجل من اهل بیتی اسمه یواطی اسمی و کنیته کنیتی، یملا الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا

جب تک خدا اس دن کو اتنا لمبا قرار نہیں دے دے گا کہ جب تک میری نسل میں سے، میری ذریت میں سے، میری اولاد میں سے، مہدی وہادیؑ کو جو میرا ہم نام بھی ہوگا میرا ہم کنیت بھی ہوگا، خالق اس کو مبعوث نہیں کرے گا۔

اور وہ آ کر دُنیا کو یوں عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔
(نعرہ)

اسلام کے تمام فرقوں میں سے وہ تہتر پورے ہو چکے ہیں یا ابھی کچھ کم و بیش ہیں ہم اللہ کے فضل کرم سے نبیؐ اور آل نبیؑ کے صدقے سے صرف ہماری قوم ہے جو علی الاعلان کہہ سکتی ہے کہ ہم پیغمبر اسلامؐ کے فرمان کے مطابق اُن بارہ اماموں کو مانتے ہیں جو پیغمبرؐ کے صفات کے حامل ہیں، جو پیغمبرؐ کے کمالات کے مالک ہیں اور ساری دُنیا کے تمام سلسلے ختم ہو چکے ہیں لیکن ہمارا سلسلہ امامت آج تک جاری بھی ہے اور ساری بھی ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت کے اُبھرنے تک جاری بھی رہے گا اور ساری بھی رہے گا۔

زیادہ سے زیادہ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا بارھواں لال ولایت ۲۵۵ ہجری میں پیغمبرؐ کی ہجرت کے ۲۵۵ سال کے بعد بمقام سامرہ میں پیدا ہوتے ہیں اور ۲۶۰ ہجری میں جب ابھی امام عالی مقامؑ پانچ سال کے تھے تو اپنے والد ماجد کے سایہ شفقت اور پدری سایہ سے محروم ہوجاتے ہیں، پانچ سال کی مدت میں ظاہری عہدۂ امامت پر فائز ہوجاتے ہیں، اُس کے بعد اِس عالم آب وگل سے نظر بظاہر حالات روپوش ہوجاتے ہیں، تو یہاں دو سوال کیے جاتے ہیں۔

پہلا سوال

پہلا یہ ہے کہ پانچ سال کا بچہ امامت کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے اور پھر وہ اگر غائب ہوجائے تو اہل دُنیا کو فائدہ کیسے پہنچا سکتا ہے؟ (صلوات)

جواب

بڑے اختصار کے ساتھ یہ چند حقائق عرض کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں،

اور جو ضروری باتیں عرض کرنا ہیں وہ عرض کروں گا ۔ تو میں عرض کروں گا کہ آؤ بارہویں امام پر اعتراض کرنے والو! پہلے انبیاء کے واقعات قرآن سے پڑھ لو ۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں قرآن گواہ ہے کہ جب لوگوں نے مادر عیسیٰؑ کے بارے میں کوئی خرافات بکے، ان کے کردار پر حملے کئے تو جناب مریمؑ نے خالق اکبر کے حکم کے مطابق اپنی صفائی میں ایک جملہ بھی نہیں کہا ۔ فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ ؕ پنگھوڑے میں سونے والے تین دن کے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ مجھ سے نہ پوچھو کہ میں کہاں سے لائی ہوں؟، آنے والے سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ ۔

قرآن کہتا ہے یہودی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے یک نہ شد دو شد ۔ ایک بغیر شوہر کے بچہ جنتی ہے اور پھر ہم سے مذاق بھی کرتی ہے: ۔

كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِى الۡمَهۡدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ (سورہ مریم)

بھلا! ہم اُس بچے سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟ جو ابھی پنگھوڑے میں سو رہا ہے اور ابھی کل تین دن کا ہے ۔ بس ان کا یہ کہنا تھا کہ پنگھوڑے میں سونے والے نے انگڑائی لی ۔ قرآن کہتا ہے: ۔

قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الۡكِتٰبَ وَجَعَلَنِىۡ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾

اے میری مادر گرامی کے بارے میں چہ مگوئیاں کرنے والو! سنو میں اللہ کا بندۂ خاص ہوں اور اس نے مجھے نبوت اور کتاب دے کر دُنیا میں بھیجا ہے ۔

آپ حیران ہوں گے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ماں کی پاک دامنی کے بارے میں ایک جملہ بھی نہیں کہا، اعلان یہ کرتے ہیں کہ میں اللہ کا بندۂ خاص ہوں اور اُس نے مجھے نبوت و کتاب دے کر بھیجا ہے ۔

لیکن تعجب یہ ہے کہ اپنی ماں کی برائت ثابت نہیں کرتے، اُنکی پاک دامنی کے بارے ایک جملہ بھی نہیں کہتے لیکن یہودی خاموش ہو جاتے ہیں، اعتراض واپس لے لیتے ہیں۔ تو ماننا پڑتا ہے کہ اگرچہ وہ یہودی تھے پر وہ یہ بھی مانتے تھے کہ جو نبی ہو تو نبی کی ماں یا نبی کے باپ نہ گناہ گار ہو سکتے ہیں نہ کبھی کافر و مشرک ہو سکتے ہیں۔　　(نعرہ)

اب میں اُمت مسلمہ سے بڑے ادب و احترام سے سوال کرتا ہوں کہ اگر تین دن کا بچہ، تین دن کا نومولود اگر نبوت کا بوجھ اٹھا سکتا ہے تو کوئی فخر مسیح پانچ سال کی عمر میں امامت کا بوجھ کیوں نہیں اُٹھا سکتا؟ کیا خالق کی قدرت یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہے؟ اگر خدا کو علی کل شیءٍ قدیر مانتے ہو تو سوال واپس لینا پڑے گا اور اگر خدا کو عاجز مانتے ہو تو اپنے اسلام پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔

ع　　ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(صلوات)

دوسرا سوال

باقی رہ گئی یہ بات کہ امام اگر پردۂ غیبت میں روپوش ہیں تو پھر دُنیا والوں کو وہ فائدہ کس طرح پہنچا سکتے ہیں؟۔ جب ہم اُن کی خدمت میں جا نہیں سکتے مسائل دینیہ دریافت کر نہیں سکتے، وہ ہمارے سوالوں کے جواب دے نہیں سکتے تو پھر اُس امام غائب کا کیا فائدہ ہے؟۔

جواب

ائمہ کے خصائص اس قدر ہیں کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پر میں اِختصار کے پیشِ نظر صرف دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر یہ فارمولا مان لیا جائے کہ کوئی پردۂ غیبت میں رہ کر کسی کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تو

بلا تشبیہ مجھے بتاؤ کہ خدا کو کب دیکھا ہے؟ ۔ جو چوبیس گھنٹے کہتے رہتے ہیں کہ شیطان نے ہمیں ورغلا لیا، شیطان نے گمراہ کر دیا، مجھے کوئی مائی کا لال بتائے کہ ابلیس کو کہاں اور کب دیکھا ہے؟ ۔

اگر خدا آنکھوں سے اوجھل ہو کر حواس خمسہ سے ماورا ہو کر اگر کائنات کو ہدایت کر سکتا ہے تو خدا کا نمائندہ پردۂ غیبت میں رہ کر کائنات کو ہدایت کیوں نہیں کر سکتا؟ (نعرہ)

اور بلا تشبیہ کہوں گا، ورنہ امام کا ہدایت فرمانا اِس مثال کا بھی محتاج نہیں ہے ۔میں کہتا ہوں بلا تشبیہ اگر دشمن خدا پردۂ غیب میں رہ کر دُنیا کو گمراہ کر سکتا ہے تو عدالت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس آنکھوں سے اوجھل ہو کر دُنیا کو گمراہ کرے تو اللہ کا نمائندہ بھی آنکھوں سے اوجھل رہ کر شیطان کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنائے اور کائنات کو صراطِ مستقیم پر چلائے ۔ (نعرہ)

علاوہ بریں امام کو ایک مولوی یا مولانا نہ سمجھو، کہ جن کا کام صرف حلال و حرام کے مسئلے بتانا ہے کہ جب ہم امام کی خدمت میں نہیں جا سکتے ،مسئلے نہیں پوچھ سکتے ، وہ ہمارے سوالوں کا ہمیں آمنے سامنے بیٹھ کر جواب نہیں دیتے تو ان کا فائدہ کیا ہے؟

تو میں عرض کروں گا کہ اِس عالم اسباب میں، اِس کائنات کی بقاء کے کچھ ظاہری اسباب ہیں اور کچھ باطنی اسباب ہیں ۔آل محمدؐ کے علوم کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ کائنات کی بقاء کو خالقِ اکبر نے وجود حجّت کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے ۔

اَلْحُجَّةُ قَبْلَ الْخَلْقِ وَمَعَ الْخَلْقِ وَبَعْدَ الْخَلْقِ

حجتِ خدا مخلوق سے پہلے ہوتی ہے، مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے اور مخلوق کے

بعد بھی برقرار رہے گی ۔ابھی کائنات نہیں بنی تھی تو حضرت آدمؑ کو خالق نے پہلے بنا دیا، پھر جب سے خالق نے آدمؑ کی اولاد کو پیدا کیا ہے تو مسلسل نبی اور نبیوں کے وصی آ رہے ہیں اور ایک وہ وقت بھی آئے گا جب ساری دُنیا ختم ہو جائے گی تو امام زمانہؑ کو خالق ساری کائنات کے بعد موت کا ذائقہ چکھائے گا ۔ اس لیے کہ روایات اہلبیتؑ میں وارد ہے کہ: ۔

لو لم یبق علی الارض الا اثنان لکان احدھما الحجت

اگر تمام دُنیا ختم ہوجائے اور پورے روئے زمین پر دو آدمی باقی رہ جائیں تو یقین سمجھو کہ اُن دو میں سے بھی ایک حجت خدا ہوگا ۔ کیونکہ ایک بندہ بھی حجت خدا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ۔

لہٰذا اگر آج آسمان کا شامیانہ بغیر ستونوں کے اور زمین کا فرش پانی کے اوپر قائم ہے اگر کائنات کا نظام چل رہا ہے، نظام دُنیا رواں ہے اور دواں ہے تو یقیناً یہ قادر مطلق کی قدرت کا کرشمہ ہے ۔ پر خالق نے بھی: ۔

اَبَی اللّٰہُ اَنۡ یُّجۡرِیَ الۡاَشۡیَآءَ اِلَّا بِاَسۡبَابِہَا

اس عالمِ اسباب کے تحت حجت خدا کے ساتھ کائنات کی بقاء کو وابستہ کر دیا ہے ۔تو میں کہتا ہوں کہ سارے شواہد ایک طرف لیکن کائنات کی بقاء یہ بتاتی ہے کہ کوئی بارھواں لال ولایت پردۂ غیبت میں موجود ہے اور جس کے قدم کی برکت سے کائنات کا نظام چل رہا ہے ۔　　　(نعرہ)

؎ قدم سے مہدیؑ دین کی زمین قائم ہے پانی پر
قرارِ کشتئ دنیا کے لنگر ایسے ہوتے ہیں

دعائے عدیلہ جو شب جمعہ کو پڑھی جاتی ہے تحفۃ العوام میں بھی ہے، مفاتیح الجنان میں بھی ہے، اُس میں مومنین نے یہ دعا پڑھی ہوگی جنھوں نے آج تک

نہیں پڑھی، اُس کا مطالعہ کر لیں کہ: ۔

وَبِيُمْنِهٖ رُزِقَ الْوَرٰى وَبِوُجُوْدِهٖ ثَبَتَتِ الْأَرْضُ وَ السَّمَآءُ

کہ یہ بارھویں لال ولایت کے وجود کی برکت ہے کہ زمین اپنے مرکز پر اور آسمان اپنے محور پر قائم بھی ہے اور دائم بھی ۔ اگر خالق کائنات کو رزق دے رہا ہے تو یہ بارھویں امامؑ کے وجود کا صدقہ ہے اور اگر خالق اکبر کائنات کے نظام کو برقرار رکھے ہوئے ہے تو یہ بارھویں لال ولایت کے وجود کا فیض ہے ۔ (صلوات)

غیبت امام زمانہ اور ہمارے فرائض

امام زمانہ کی دو غیبتیں نظر آتی ہیں ۔ ایک غیبت صغریٰ جو ستر سال تک طویل نظر آتی ہے ۔ ۲۶۰ سنہ ہجری میں امام عالی مقامؑ کی ظاہری امامت اور غیبت صغریٰ شروع ہوتی ہے ۔ اور ۲۶۰ سنہ ھ ۳۳۰ سنہ ھ تک امام زمانہؑ کی وہ غیبت صغریٰ چلتی ہے پورے ستر سال ۔

اِن ستر سالوں میں امامؑ کے یکے بعد دیگرے چار نائب خصوصی گزرے ہیں جن کو شیعہ قوم نواب اربعہ کہتی ہے ۔ وہ ستر سال کے عرصہ میں امامؑ کی نیابت خاصہ پر فائز تھے ۔ لوگوں کے مسئلے، لوگوں کے مسائل، لوگوں کے ضروریات اُن سے لیتے تھے اور امام زمانہؑ کی بارگاہ میں پہنچاتے تھے اور جو امام عالی مقامؑ کی طرف سے جواب باصواب ملتا تھا وہ مولاؑ کے مولائیوں تک پہنچا دیتے تھے ۔ تو یہ ستر سال کی مدت غیبت صغریٰ کہلاتی ہے ۔

۳۳۰ سنہ ہجری کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہوجاتی ہے جو آج پندرھویں صدی کے دسویں سال کے نویں دن تک برابر جاری ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ۔ امامؑ نے اپنے نائب خصوصی جناب علی بن محمد سمریؒ کے نام جو آخری توقیع بھیجی تھی اس میں فرمایا تھا: ۔

قَدْ وَقَعَتِ الْغَيْبَةُ الْكُبْرٰى

اب تیری وفات کے بعد غیبت کبریٰ واقع ہو رہی ہے۔ اب تم کسی کو نامزد نہ کرنا۔ فرماتے ہیں جب تک سفیانی کا لشکر نہیں آئے گا جب تک دجال کا ظہور نہیں ہوگا، جب تک آسمان سے ندا بلند نہیں ہوگی اُس وقت تک یہ غیبت کبریٰ برقرار رہے گی۔

اور یاد رکھو اِس دور میں کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو لوگوں میں بیٹھ کے ڈینگیں ماریں گے، جو دعویٰ کریں گے کہ ہم بارھویں سرکار کی خدمت میں جاتے ہیں، بارھویں سرکار ہمارے گھروں میں تشریف لاتے ہیں، ہم ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں: صیحۂ آسمانی، خروج لشکر سفیانی اور دجال کے ظہور سے پہلے جو میری ملاقات کا دعویٰ کرے گا اُس کو مفتری سمجھنا، اُس کو کذاب سمجھنا۔ فرماتے ہیں یہ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ وہ مجھے کب اِذنِ ظہور عطا کرے گا:۔

فاکثروا الدعاء لتعجیل الفرج

تم سے جتنا ہوسکتا ہے میری جلدی ظہور کے لئے بکثرت دعائیں مانگا کریں۔

فان فیه فرجکم

جتنا میرا ظہور جلدی ہوگا اتنا تمہاری کشائش میں جلدی ہوگی، اتنے تمہارے دکھ جلد ختم ہوں گے۔ اتنا تمہارے درد جلد ختم ہوں گے۔ کیونکہ بارھویں لال ولایت ہی نے آ کر دین کا بول بالا کرنا ہے، حکومت الٰہیہ کو قائم کرنا ہے آلِ محمدؐ کی بادشاہی کو قائم کرنا ہے اور مظلوم کربلا کے قاتلوں سے انتقام لینا ہے اور ظلم و جور کو مٹا کر عدلِ الٰہی کو نافذ کرنا ہے۔ (صلوات)

اِس موقع پر کہ جب بارھواں لال ولایت پردہ غیبت میں تشریف لے جا

رہا تھا (چودہ سو سال کے الجھے ہوئے مسائل کو میں کوشش تو کر رہا ہوں کہ چند جملوں میں حل کرتا جاؤں اور کسی نتیجہ پر بھی پہنچ جاؤں اور انشاء اللہ پہنچ جاؤں گا) تو اُس دور میں امامؑ سے پوچھا گیا تھا کہ مولاؑ! آپؑ تو غیبت کبریٰ کے حجاب میں تشریف لے جارہے ہیں اور نیابت خصوصی کا سلسلہ بھی بند فرمارہے ہیں، اور آپؑ خود فرماتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کب اذن ظہور دے گا، تو جو لوگ آپ کے زمانہ غیبت کبریٰ میں پیدا ہوں گے اُن کی باگ ڈور کن لوگوں کے ہاتھ میں تھما کر جارہے ہیں۔

☆ آیا غیبت کبریٰ کے زمانے والے لوگ دین کن سے لیں گے؟

☆ مذہب کے حقائق کس سے لیں گے؟

☆ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کس سے کرائیں گے؟

☆ آیا وہ شترِ بے مہار کی زندگی گزاریں گے، یا اُن کی باگ ڈور آپؑ کسی کے ہاتھ میں دے کر جارہے ہیں؟

تو امامؑ کی اُس غیبت کبریٰ کی ابتداء سے لے کر آج پندرھویں صدی تک بارھویں سرکار کے حالات میں جن جن علماء کرام نے عربی، فارسی، اردو اور دیگر دُنیا کی زندہ زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں ان ساری کتابوں میں امام زمانہؑ کی یہ توقیع مبارکہ ملے گی ہر مجتہد کی توضیح میں آپ کو یہ امامؑ کی توقیع ملے گی کہ فرماتے ہیں:۔

واما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها إلی رواة احادیثنا فانهم حجتی علیکم و انا حجة الله علیهم

فرماتے ہیں میری غیبت کبریٰ کے دور میں جو تمھیں مسائل درپیش آئیں، جو تمھیں مشکلات درپیش آئیں، جو تمھیں دین و دُنیا میں الجھنیں درپیش

آئیں، تو میرے علوم کے عالموں کی طرف، میری روایات کے راویوں کی طرف، میرے احادیث کے جاننے والے محدثین کی طرف، میرے علوم کے عالموں کی طرف رجوع کرنا۔ وہ میری طرف سے تم پر حجت ہوں گے اور میں خالق دوجہاں کی طرف سے میں امام زمانہؑ ان پر حجت خدا ہوں گا۔

(صلوات)

تقلید کیا ہے؟

امام عالی مقامؑ کے اس فرمان کی روشنی میں ثابت ہو گیا ہے کہ اِس زمانہ غیبت کبریٰ میں ہم شتر بے مہار نہیں ہیں بلکہ ہماری مہار، ہماری باگ ڈور ہمارے امام زمانہؑ فقہاء، علماء، فضلاء، مراجع تقلید شیعانِ جہان اور محدثین کرام اور علمائے اعلام کے ہاتھوں میں دے کر گئے ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی چاہتا ہے کہ امام زمانہؑ کے دین پر، امام زمانہؑ کی شریعت پر، امام زمانہؑ کے مسلک پر قائم رہے دائم رہے، اُن کے مذہب وملت پر برقرار رہے تو اِس کا اور کوئی طریقہ کار نہیں ہے سوائے اِس کے مراجع تقلید کی طرف رجوع فرمائے۔ (صلوات)

اِسی کو ہمارے مذہب میں اجتہاد اور تقلید کا نام دیا جاتا ہے۔ اور کئی کم علم لوگ اس لفظ سے گھبراتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ شائد اجتہاد وتقلید کوئی بیعت کا نام ہے۔ حالانکہ ہمارے مذہب میں سوائے معصومؑ کے کسی اور کی بیعت نہیں کی جاسکتی۔

کوئی سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی پیری مریدی ہے، حالانکہ یہ پیری مریدی بھی نہیں ہے اور نہ اسلام میں پیری و مریدی ہے۔ کچھ سمجھتے ہیں شاید اس کے لئے کوئی شیرینی پیش کرنی پڑے گی، کوئی رسم ادا کرنا پڑے گی۔

حالانکہ یہ کوئی رسم بھی نہیں ہے ۔ یہ صرف دل میں ارادہ کرنا پڑے گا کہ جتنے مجتہدین اور جس قدر علماء دین موجود ہیں جس طرح علاج کرانا ہو تو سب سے اعلیٰ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، کوئی مقدمہ لڑنا ہو تو فطرت انسانی کے مطابق سب سے بڑے وکیل کے پاس جاتے ہیں ۔ تو جب آل محمدؐ کا دین معلوم کرنا ہو، جب شریعت کا حلال و حرام معلوم کرنا ہو تو سب سے بڑے محقق مرجع تقلید کی طرف رجوع کیا جائے گا ۔ (صلوات)

باقی مذاہب میں اور مذہب شیعہ میں ایک اور بھی بنیادی فرق ہے کہ انھوں نے اپنے چار اماموں کے بعد یعنی امام اعظم ، امام شافعی ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے ۔ اب اُنکے ہاں مقلدین تو ہو سکتے ہیں ، خواہ چار اماموں میں سے جس کی چاہیں تقلید کر لیں ، پر وہ خود کہتے ہیں کہ اب نیا اجتہاد کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے ۔ پر ہمارا یہ واحد مذہب ہے کہ جس میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور ظہور امام زمانہؑ تک کھلا رہے گا ۔

میں عرض کرتا جاؤں کہ ہمارے بھائیوں کے ہاں قرآن بھی سند ، نبیؐ کا فرمان بھی سند ، اُمت کا اجماع بھی سند ، پھر قیاس بھی سند ۔ لیکن ہمارے اجتہاد کا مرکز ، ہمارے اجتہاد کا محور یا اللہ کا قرآن ہے یا محمدؐ و آل محمدؐ کا فرمان ہے ۔ (نعرہ)

ہمارے چھوٹے مجتہدین سے لے کر ہمارے بڑے سے بڑے مجتہد اعظم تک ان کا اجتہاد اگر کسی محور اور مرکز کے اردگرد گھومتا ہے تو یا اللہ کا قرآن ہے یا محمدؐ و آل محمدؐ کا فرمان ہے ۔ اس لیے کہ ہمارے مذہب اور مسلک میں اگر کوئی اتھارٹی ہے ، اگر کوئی سند ہے تو یا اللہ کی کتاب ہے یا محمدؐ و آل محمدؐ کا قول و

فعل ہے ۔لہٰذا ایک جملہ اور بھی کہہ کے پھر اس موضوع کو ختم کروں ۔

کیا عورت سربراہ مملکت ہوسکتی ہے؟

آج کے اس دور میں اگر کوشش کی جائے اور حالات سازگار ہوجائیں لوگ پوچھتے ہیں کہ عورت سربراہ مملکت اسلام ہوسکتی ہے یا نہیں، اس مسئلے کو چھوڑیں ۔اس کو ایک سیاسی مسئلہ بنادیا گیا ہے ۔میں اُس کے اندر اپنے آپ کو نہیں ڈالنا چاہتا ۔

میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جس سے خود بخود حقیقتِ حال واضح ہوجائے گی کہ ہمارے مذہب و مسلک کے مطابق، اگر قانون شریعت کے مطابق اگر کوئی حکومت تشکیل پا جائے تو عورتیں تو بجائے خود ہر مرد بھی سربراہ مملکت نہیں ہوسکتا ۔اگر مملکت اسلامی کا سربراہ ہوسکتا ہے تو وہ نبی ہے یا نبی کا جانشین ہے یا پھر اُن کی غیبت کبریٰ میں مجتہد اعظم ہے کوئی اور نہیں ہے ۔ (نعرہ)

لوگ انقلابِ اسلامی ایران سے پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ اسلام کا نظام حکومت افلاطون کی جمہوریت سے مختلف نہیں ہے ۔یعنی کتابوں میں تو لکھا ہوا ہے کہ حکومت یوں بنانی چاہیے، حکومت یوں کرنی چاہیے، نظام حکومت اس طرح بنانا چاہیے، اس طرح چلانا چاہیے، پر اسلام اس دور میں قابلِ عمل نہیں ہے ۔خدا جزائے خیر دے ہمارے مرکز علم و ایمان ایران کو، وہ ایران کہ جس کے رہنے والوں کے بارے میں پیغمبرؐ دوجہاں نے فرمایا تھا کہ: ۔

لو کان الایمان معلقًا فی الثریا لناله رجال من اهل الفارس

فرماتے ہیں کہ اگر ایمان آسمان کی کہکشاؤں پر بھی معلق ہوجائے تو میرے ایران میں کچھ ایسے اہلِ ایمان ہوں گے جو وہاں سے بھی اسلام کو

ڈھونڈ کے لے آئیں گے۔ (نعرہ)

تو اہلِ ایران نے، وہاں کے اہل ایمان نے، وہاں کے علماء اعلام نے دُنیا کو بتادیا اور منکرین اور معترضین اسلام پر روز روشن کی طرح اس حقیقت کو واضح کر دیا، عیاں کر دیا کہ اگر خلوص نیت سے کوشش کی جائے تو جس طرح اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے قابلِ عمل تھا آج پندرھویں صدی میں بھی قابلِ نفاذ ہے، اور تمام دُنیا کے عالمی مشکلات و مصائب کا اگر کوئی حل ہے اگر کوئی علاج ہے تو وہ اسلام کے پاس ہے، وہ قرآن کے پاس ہے اور حجت خدا کے نائبین کے پاس ہے۔ (صلوات)

اب میں سمجھتا ہوں کہ جس مسئلے کو مسئلہ امامت کو میں نے یکم محرم کو شروع کیا تھا صحیح معنوں میں آج اپنے اختصار وایجاز کے باوجود اپنے منطقی اختتام اور انجام کو پہنچ گیا ہے والحمدللہ رب العالمین۔

یہاں تک تو ہمارا روئے سخن کچھ بیگانوں سے تھا، کچھ یگانوں سے تھا، کچھ پرایوں سے تھا، کچھ اپنوں سے تھا۔لیکن اب کی باتیں کل کی مجلس کی آخری جملوں کی طرح خالص اپنوں سے ہیں اور اپنوں سے متعلق ہیں۔ (صلوات)

قابلِ غور اور قابلِ فکر

بات یہ ہے کہ خدائے حکیم نبیوں کو اور نبیوں کے بعد اُن کے وصیوں کو بھیجتا دُنیا میں کیوں ہے؟۔ بڑا واضح سا سوال ہے۔ اور جواب بھی اگر بے لاگ نظروں سے قرآن کو پڑھا جائے اور بے لاگ نگاہوں سے چودہ معصومینؑ کے فرمان کو پڑھا جائے اور تعلیماتِ اسلام کا معمولی سا بھی مطالعہ کیا جائے تو روز روشن کی طرح واضح ہے۔

کئی سوال اُبھر کے سامنے آتے ہیں: آیا خدا نبیوں کو اور نبیوں کے

وصیوں کو اس لیے بھیجتا ہے کہ جا کر دُنیا والوں کو اولاد دیں دیں؟ کسی کو بیٹا دیں، کسی کو بیٹی دیں، کسی کو جوڑا جوڑا دیں یا کسی کو محروم کر دیں۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ بات تو خالق کے قبضۂ قدرت میں ہے:۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ (سورہ الشوریٰ)

خالق فرماتا ہے کہ میرے قبضہ قدرت میں ہے کہ میں جس کو چاہوں لڑکیاں دوں، جس کو چاہوں لڑکے دوں، جس کو چاہوں جوڑے جوڑے دوں، اور جسے چاہوں بانجھ بنا دوں۔ اگر میں دینا چاہوں تو تمہارے برتھ کنٹرول رکاوٹ کا باعث نہیں بن سکتے۔ اگر میں نہ دینا چاہوں تو بے شک امریکہ، رشیا اور چائنہ کی خاکیں چھان کے آجاؤ چوہے کا بچہ بھی گھر میں پیدا نہیں کر سکتے۔
(نعرہ)

وقت کے دامن میں گنجائش ہوتی تو میں نبیوں کے واقعات سناتا۔ کہ جناب زکریاؑ نے کس طرح دُعائیں مانگیں اور خالق نے جوانی ٹال کے بڑھاپے میں کس طرح یحیٰؑ عطا کیا؟ جناب خلیلؑ نے کتنی شادیاں فرمائیں، زندگی بھر دُعا مانگتے رہے:۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ (سورہ آل عمران)

یا اللہ! پاک و پاکیزہ اولاد دے۔ خالق سُنتا رہا، نہ ہاں کی نہ نہ۔ دینا چاہا تو تب دیا جب سو سال سے بڑھ گئے تھے۔ نہ عورت تولید کے قابل، نہ شوہر تولید کے قابل۔ دینے والے نے کہا کہ اب دوں گا تا کہ دُنیا پر واضح ہو جائے کہ میں نیچر کا پابند نہیں بلکہ نیچر میرا پابند ہے۔　　(نعرہ)

تو بڑھاپے میں یکے بعد دیگرے لعلوں کی جوڑی عطا کر دی، اسماعیلؑ و

اسحاقؑ ۔ جناب ابراہیمؑ نے شکریہ ادا کیا جو آج تک قرآن کی آیت موجود ہے: ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ۔ (سورہ ابراہیم)

میں خالق اکبر کی حمد و ثناء کرتا ہوں کہ جس نے بڑھاپے کے عالم میں مجھے لعلوں کی جوڑی عطا کر دی ۔ ایک لعل کا نام اسماعیلؑ ہے اور دوسرے کا نام اسحاقؑ ہے ۔

تو پتہ چلا کہ خالق نے نبیوں اور نبیوں کے وصیوں کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ آ کر دُنیا کو اولاد دیں ۔ آؤ آگے بڑھیں اولاد تو خدا دیتا ہے، کہا اُس نے کام تقسیم کر دیا کہ اولاد یں تو میں دوں گا لیکن میرے نبیو اور میرے نبیوں کے وصیو میں تمہیں دُنیا میں بھیج رہا ہوں کہ جا کر تم رزق لوگوں کو دو ۔ قرآن پڑھو، قرآن کہتا ہے: ۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ (سورہ الروم)

فرماتا ہے اللہ ہی کا کام ہے پہلے پیدا کرتا ہے پھر جن کو پیدا کرتا ہے اُن کی روزی کا انتظام بھی وہ خود کرتا ہے ۔ قرآن پڑھو، تاریخ جاہلیت پڑھو، اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اپنی اولادوں کو ذبح کر دیتے تھے کہ جب ہمیں روٹیاں نہیں ملتیں تو نئے آنے والے کہاں سے کھائیں گے؟ خالق نے اسلام میں قتل اولاد کو حرام قرار دیتے ہوئے، اُس رسم قبیح کو ختم کرتے ہوئے فرمایا: ۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (سورہ الاسراء آیت ۳۱)

فکر و فاقہ کے ڈر سے اولادوں کو قتل نہ کیا کرو ۔ کیوں؟ نہ تم اِن کے پیدا کرنے والے ہو، نہ تم ان کے روزی رساں ہو ۔ خالق بھی میں ہوں اور اُن کا پالک بھی میں ہوں ۔ پھر تمہیں کیا فکر ہے کہ روٹی کا کیا بنے گا؟ لکن کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے ۔ آج نام کے مسلمان پھر کہتے ہیں برتھ کنٹرول

کرو کہ ہمارے ملک میں زیادہ آبادی کی گنجائش نہیں ہے۔　　(صلوات)
حالانکہ یہ خالق کے سوچنے کا مسئلہ ہے کہ دُنیا میں کتنے لوگوں کی گنجائش ہے وہ جتنے نئے بھیجتا ہے اتنے پرانے بُلا بھی لیتا ہے۔ جب خالق آپ انتظام کرنے والا ہے تو ہمیں دخل در معقولات دینے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ اتنی گنجائش ہے یا اُتنی گنجائش ہے۔

تو پتہ چل گیا کہ خالق نے نبیوں اور اماموں کو اِس لیے بھی نہیں بھیجا کہ وہ دُنیا کو جا کر روزیاں دیں، روزی رساں بھی اللہ تعالیٰ خود ہے۔ آیا اِس لیے بھیجا ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے، ڈاکٹر اُسے لا علاج قرار دے دیں تو نبی و امام اُسے شفا دیں۔ قرآن کہتا ہے کہ نبی بھی جب بیمار پڑ جاتے تھے تو کہتے تھے:۔

وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿۸۰﴾ (سورہ الشعراء)

جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو شفا خدا دیتا ہے۔ اور آپ کو تو سورہ دہر کا شانِ نزول یاد ہوگا۔ کہ سورہ دہر جو آلِ محمدؐ کا قصیدہ ہے۔

- ☆ یہ قصیدہ خدا نے کیوں پڑھا تھا؟
- ☆ یہ قصیدہ کیوں بنایا تھا؟
- ☆ کیوں پیغمبرؐ کی زبان سے پڑھایا تھا؟

یاد ہوگا آپ کو، پڑھا بھی ہوگا، ذاکروں اور مولویوں سے سُنا بھی ہوگا کہ حسنینؑ شریفین بیمار ہو جاتے ہیں پیغمبرؐ منّت مانتے ہیں کہ پالنے والے اگر تو میرے شہزادوں کو لباس صحت عطا کر دے تو میں تین روزے رکھوں گا۔
نبیؐ نے منّت مانی تو مولا علیؑ نے بھی مان لی کہ میرے بیٹوں کی خاطر نبیؐ منّت مان رہے ہیں تو میں کیوں پیچھے رہ جاؤں؟ تو مولا علیؑ نے بھی منّت مانی کہ پالنے والے اگر تو میرے شہزادوں کو لباس صحت عطا کر دے تو میں منّت

مانتا ہوں کہ تین روزے رکھوں گا۔

الغرض خاتونِ قیامتؑ نے بھی یہی منّت مانی، جناب فضہؓ نے بھی مانی۔ جب شہزادوں نے دیکھا کہ ہماری خاطر ہمارے ابو و جد منّت مان رہے ہیں تو ہم کیوں پیچھے رہ جائیں؟ شہزادوں نے بھی چھوٹے چھوٹے ہاتھ بلند کیے اِلٰہُ العالمین اگر تو ہمیں لباس صحت عطا کر دے تو ہم بھی تین روزے رکھیں گے۔

قصہ معلوم ہے کہ خالق نے ان کو شفا عطا کی۔ آل محمدؑ نے منّت کی ایفا کرتے ہوئے روزے رکھے۔ خاتونِ قیامت نے جَو پیسے، پھر آٹا گوندھا، پھر روٹیاں تیار کیں۔ جب افطاری کا وقت آیا تو ایک دن یتیم آ گیا، ایک دن اسیر آ گیا اور ایک دن مسکین آ گیا۔

تینوں دن آل محمدؑ نے سب کے سب نے روٹیاں یتیموں، مسکینوں اور اسیروں کو دے دیں اور جب تیسرے دن وہی یتیم و مسکین اور اسیر آ کر شکریہ ادا کرنے لگے تو آل محمدؑ نے دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا:۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩

(سورہ دہر)

ہم خالق کی خوشنودی کے لیے تمہیں روٹیاں کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی جزاء چاہتے ہیں نہ تمہارا شکریہ چاہتے ہیں۔　　　　(نعرہ)

خالق کو آل محمدؑ کے خلوص میں ڈوبے ہوئے یہ جملے کچھ ایسے پسند آئے، اُس نے سورہ دہر میں شکریے کی آیت نازل کر دی:۔

وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝٢٢

او اہلبیتؑ رسالت! او خاندان نبوت! اگر آپ اِن یتیموں، مسکینوں اور

اسیروں کا شکریہ قبول نہیں کرتے تو میں خالقِ دُوسراء، میں ربِ دو جہان تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں ۔ (نعرہ)

پتا چلا کہ شفائے امراض بھی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے ۔ نبی اور امام بھی اگر بیمار ہو جائیں تو اُن کو بھی لباس صحت وہی ذات ذوالجلال عطا کرتی ہے ۔ باقی رہ گئی موت وحیات تو سارا قرآن چھلک رہا ہے کہ: ۔

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

جب موت کا وقت آئے گا تو موت کا ذائقہ بھی وہی چکھائے گا، جب قیامت کا دن آئے گا تو زندہ کر کے بھی وہی لائے گا ۔ جب یہ سارے اُمور تکوینیہ خلق ہو یا رزق، موت ہو یا حیات، شفائے امراض ہو یا تکوینِ ارضیات وسماوات جب خالق ومالک کے متعلق ہے تو عالم تکوین میں نبیوں اور اماموں کا فرض کیا ہے اور عالم شریعت میں اُن کے فرائض کیا ہیں؟

آؤ جو کچھ اللہ کے قرآن کے تیس پاروں سے، جو کچھ چودہ معصومینؑ کے اقوال اور ارشادات کے شاہ پاروں سے جو چودہ سو سال کے علماء و مجتہدین کے اقوال سے جو کچھ مذہب شیعہ کے تعلیمات کا لب لباب ہے وہ پوری دیانت داری کے ساتھ بلا خوف رد کہتا ہوں اور میں کبھی نہیں کہوں گا کہ آنکھیں بند کر کے میری باتوں کو مان لو ۔ نہیں! مرکز کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ۔

کوئی اردو میں چاہے، کوئی انگلش میں چاہے، کوئی عربی فارسی میں چاہے، کوئی پشتو میں چاہے، کوئی پنجابی میں چاہے قم کے مراجع کو لکھ دے، نجف وکربلا کے مراجع کو خط بھیج دے وہاں مترجم موجود ہیں آپکے خطوں کا ترجمہ کر کے مراجع کو پیش کر دیا جائے گا وہ جو کچھ فرمائیں گے آپ کو جواب بھیج دیا جائے گا ۔

جو یہ کہتے ہیں کہ میری دکان کے علاوہ کسی سے سودا نہ لینا، دوسری دکان

پہ جاؤ گے تو نکاح ٹوٹ جائے گا اُن کو اپنے مال کی عمدگی کا یقین نہیں ہوتا۔ جن کا مال کھرا ہوتا ہے اور نرخ بھی ٹھیک ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ سارا بازار کھلا ہوا ہے۔ اِس دکان سے لیکر آخری دکان تک چلے جاؤ اگر میرے مال سے بہتر مال مل جائے یا میرے نرخ سے اچھا نرخ مل جائے تو بے شک اِدھر نہ آنا وہیں سے لے کر گھر چلے جانا۔ (نعرہ)

اس لیے جو حضرات قرآن کا براہ راست مطالعہ نہیں کر سکتے، جو دفتر احادیث کے سمندر میں غوطہ زنی نہیں کر سکتے تو پھر یہاں کے جھگڑے یہاں کے لوگوں سے حل نہ کرائیں، مرکز کی طرف رجوع فرمائیں۔ اور ویسے تو میرا خیال ہے اور انشاء اللہ یہ محال نہیں ہے بلکہ یقیناً صحیح ہے کہ جن کے گھر میں چار کتابیں رکھی ہوں وہ صبح قیامت تک کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ وہ میری کتابیں نہیں، کسی اور مولوی مولانا کی نہیں۔

☆ ایک اللہ کا قرآن جو کسی مناسب ترجمے والا ہو، جو آپ کی قوم کے تراجم ہیں خواہ مولانا مقبول احمد کا ہو، مولانا فرمان علی کا ہو یا جو پسند آئے وہ ہو۔

☆ دوسرا نہج البلاغہ وہ بھی ترجمے والی ہو خواہ مفتی جعفر حسین والی ہو یا خواہ مولانا ظفر مہدی لکھنوی کی ہو یا باقی علمائے اعلام کی ہو، نہج البلاغہ حیدر کرارؑ کے خطبوں کی کتاب ترجمے والی ہو۔

☆ تیسرا صحیفہ کاملہ جناب امام زین العابدینؑ، سید الساجدینؑ کی دُعاؤں اور مناجاتوں والی کتاب خواہ اُس کا ترجمہ مفتی جعفر حسین کا ہو یا مولانا محمد ہارون زنگی پوری کا ہو یا کسی اور بزرگ کا ہو۔

یہ تین کتابیں اور چوتھی کتاب اصول کافی بھی شامل کر لو اور اگر زیادہ مہربانی کر سکو تو اپنے مجتہد کا کوئی رسالہ عملیہ بھی سامنے رکھ لو۔ انشاء اللہ اگر یہ

چار پانچ کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہیں گی تو انشاء اللہ روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جائے گا کہ مذہب کے اصول کیا ہیں؟ مذہب کے فروع کیا ہیں؟ سرکار محمدؐ و آل محمدؑ کی شریعتِ اسلامی کے حقائق کیا ہیں اور دقائق کیا ہیں؟

بہرحال اُدھر رجوع کر لو سارے حقائق کھل کر سامنے آ جائیں گے، سارے تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ عرض کر رہا ہوں کہ نظام دو چل رہے ہیں۔ ایک نظام تکوین دوسرا نظام شریعت۔ نظام شریعت کیا ہے؟ قدرت کے حلال، حرام، واجب، مستحب، مکروہ، مباح۔

اس نظام شریعت میں کچھ اصول ہیں اور کچھ فروع ہیں۔ یہ جنت میں جانے کا راستہ، یہ جہنم میں جانے کا راستہ۔ یہ کام کرو گے تو خدا خوش ہو جائے گا، وہ کام کرو گے تو خدا ناراض ہو جائے گا۔ یہ کام کرو گے تو جنت میں جاؤ گے، وہ کام کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

اِسے کہتے ہیں نظام شریعت۔ اِس نظام کے نبی اور امام سربراہ ہوتے ہیں۔ شریعت اُنہی سے لینی ہے، دین خدا اُنہی سے حاصل کرنا ہے، جنّت کا راستہ اُنہی سے پوچھنا ہے، اور جہنم سے بچنے کا طریقہ بھی اُنہی سے پوچھنا ہے:۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (سورہ النساء)

فرماتا ہے میں نے نبی اور رسول بھیجے مبشر بنا کر اور منذر بنا کر کہ نیکوں کو میرے ثوابوں کی خوشخبریاں سنائیں اور بُروں کو میرے عذابوں سے ڈرائیں تاکہ نبیوں کے آنے کے بعد لوگوں پر خالق کی طرف سے اتمام حجت ہو جائے۔ اور جہاں تک نظام تکوین کا تعلق ہے۔ اسے عالم کون و فساد بھی کہتے

ہیں ۔ اس میں چند شعبے شامل ہیں ۔ کوئی پیدا ہو رہا ہے، کوئی مر رہا ہے، شاہ گدا بن رہا ہے، گدا شاہ بن رہا ہے، بیمار غسل صحت کر رہا ہے اور صحیح بیمار بن رہا ہے، کسی کا رزق تنگ ہو رہا ہے، کسی کا رزق کشادہ ہو رہا ہے، کوئی مصیبتوں سے نکل رہا ہے اور کوئی مصیبتوں میں پھنس رہا ہے، کوئی مر رہا ہے کوئی جی رہا ہے: ۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

خدا اور لوگوں کے درمیان وسیلہ

خالق کے ہر روز نئے نئے کام ہوتے ہیں ۔ تو اس نظام تکوین کا سربراہ خدا نظر آتا ہے اور وسیلہ انبیاء اور معصومینؑ نظر آتے ہیں: ۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ (سورہ المائدہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور خدا تک پہنچنے کے لیے کوئی وسیلہ تلاش کرو ۔ لہٰذا خالق بھی خدا، رازق بھی خدا، محی بھی خدا، ممیت بھی خدا ۔ پر ہر دور کا نبی اُمت اور خدا کے درمیان وسیلہ ہوتا ہے ۔ اور خالق نے ہمیں وہ نبیؐ اور وہ اُن کے وصی عطا کیے ہیں جو صرف اُمت محمدیہ کے وسیلہ ہی نہیں، صرف جنوں کے وسیلہ نہیں، صرف انسانوں کے وسیلہ نہیں، صرف فرشتوں کے وسیلہ نہیں بلکہ خالق نے ہمیں وہ وسیلے عطا کیے ہیں جو وسیلوں کے بھی وسیلہ ہیں اور پوری کائنات کے وسیلہ ہیں ۔

یعنی میں کیوں نہ عرض کروں جب آدمؑ کے دور میں لوگ مشکلات میں گھر جاتے تھے تو آدمؑ کا واسطہ دیتے تھے ۔ لیکن آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک جب نبی مشکلات و مصائب کے دلدل میں پھنس جاتے تھے تو سابقہ نبیوں اور اُن کے وصیوں کو اللہ کی بارگاہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے سوا کوئی وسیلہ ملتا ہی نہیں تھا ۔

(نعرہ)

اگر خالق نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تو محمدؐ و آل محمدؐ کے وسیلہ سے، اگر نوحؑ کی کشتی خالق نے پار لگائی تو محمدؐ و آل محمدؐ کے وسیلہ سے، اگر خلیلِ خدا پر آتش نمرودی کو خالق نے گل و گلزار بنایا تو محمدؐ و آل محمدؐ کے محابہ سے۔

یعنی یہ وہ ہستیاں ہیں جو وسیلوں کے بھی وسیلہ ہیں اور نبیوں کے بھی وسیلہ یہ ہیں، ولیوں کے بھی وسیلہ یہ ہیں۔ ساری کائنات اِن کے واسطوں سے خدا سے مشکلیں حل کراتی ہے۔ (صلوات)

لہٰذا اب تعلیمات اسلام کا لُب لباب یہ نکلے گا کہ عالمِ تکوین میں ہر شے کا مرکز، ہر شے کا محور رب العالمین کو سمجھا جائے اور رب العالمین تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السّلام کو سمجھا جائے۔

اب نتیجہ سنو! اگر کوئی مرکز کا انکار کرے گا تو وہ یہودی بن جائے گا، وہ نصرانی بن جائے گا۔ کیونکہ یہودی یہ کہتے تھے کہ خدا نے ساری خدائی اپنے بیٹے عزیرؑ کو دے دی اللہ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

عیسائیوں نے کہا کہ خدا نے ساری خدائی اپنے بیٹے عیسیٰؑ کو دے دی ہے اللہ بالکل معطل ہو چکا ہے۔ اگر کوئی اسلام کے اندر بھی یہی دعویٰ کرے گا کہ خدا نے ساری خدائی نبیؐ و علیؑ کو دے دی ہے اب اللہ کے پلّے میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ اسلام نہیں یہ یہودیت ہے، نصرانیت ہے، الحاد ہے، غلو ہے اسلام نہیں ہے۔ اگر کوئی آل محمدؐ کے وسیلے کا کر دے انکار کہ ہم براہ راست اللہ سے اولادیں لے گے، اللہ سے روزیاں لیں گے، اللہ سے گناہ بخشوائیں گے کوئی وسیلہ نہیں ہے، کوئی واسطہ نہیں ہے تو اِس کا نام وہابیت ہے یہ مذہب شیعہ نہیں ہے۔ (نعرہ)

☆ اسلام کیا ہے؟

☆ تعلیم قرآن کیا ہے؟

☆ تعلیم آل محمد علیہم السلام کیا ہے؟

کہ ہر چیز کا مرکز رب العالمین کو سمجھو اور اُس رب العالمین تک پہنچنے، اُس سے اولاد لینے، گناہ بخشوانے، رزق لینے، مشکلیں آسان کرانے کا وسیلہ نبیؐ اور آل نبیؐ کو سمجھو۔ اِس کا نام اسلام بھی ہے، ایمان بھی ہے اور تعلیم قرآن بھی ہے اور تعلیم آل محمد علیہم السلام بھی ہے۔ (صلوات)

مصائب

دو اڑھائی جملے ذکر مصائب عرض کروں گا کہ سید الشہداؑء کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد کیا ہوا؟ یہ تو چہلم تک پڑھا جاتا رہے گا، میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ امام ہو یا نبی، ان کے قاتل کو ہم مسلمان نہیں سمجھتے، انھوں نے امام کا خونِ ناحق بہا کر یہ تو ثابت کر دیا کہ مسلمان نہیں تھے۔ پر میں اتنا کہوں گا کہ اگر وہ انسان ہوتے تو کم از کم علیؑ و بتولؑ کی لاڈلیوں کو عزت و احترام کے ساتھ مدینے پہنچا دیتے۔

کہتے جن سے ہمارا جھگڑا تھا وہ تو شہید ہو گئے، علیؑ و بتولؑ کی بیٹیوں سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں۔ لیکن میں تو سمجھتا ہوں ان لعینوں نے، ان بے دینوں نے، ان درندوں نے، ان حیوانوں نے زبانِ حال سے یہ نعرہ لگا کر ثابت کر دیا کہ وہ انسان بھی نہیں تھے:

لوٹو تبرکاتِ علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آلِ رسولؐ کو

میری زبان میں طاقت نہیں، میں سخت مصائب پڑھ کے اہل ایمان کی دل آزاری کرنے کا قائل نہیں کہ میں بیان کروں کہ ظالم کس بے دردی کے

ساتھ خیموں میں گھسے، اور کس بے دردی سے چادریں اتاریں، اور کس بے دردی سے گوشوارے چھینے، میں وہ تفصیلات نہیں بیان کرسکتا۔

میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اے کاش ظالمو! جب تم نے سب کچھ لوٹ لیا تھا، تو پھر صرف خیمے تو چھوڑ دیے ہوتے، تا کہ پردۂ عصمت کی پلی ہوئی بیبیاں اپنا پردہ تو بچا سکتیں۔ اور اپنا سر تو چھپا سکتیں، پر ظالم کہتے ہیں: نہ خیمے کو چھوڑو، نہ خیمے والوں کو چھوڑو۔ آپ نے ہزار بار یہ واقعات سنے ہوں گے، اس حکم کا ملنا تھا کہ ملعونوں نے خیامِ حسینی کو آگ لگادی۔

جب سب خیمے جل چکے، اب صرف ایک خیمہ باقی رہ گیا، جس میں اقلیم امامت کا چوتھا تاجدار زین العابدین بستر بیماری پر لیٹا ہوا تھا، جب وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آ گیا تو شریکۃ الحسینؑ زینبؑ عالیہ نے آگے بڑھ کے مسئلہ پوچھا کہ بیٹا امام! نانے کی شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ ۔ آیا جل کر مرجائیں یا باہر نکل جائیں؟

امام فرماتے ہیں: پھوپھی اماں! "انتِ عالمه غیر معلمه" جان بچاؤ، باہر چلی جاؤ۔ بیبیاں کس حال میں باہر نکلیں، بحار کی بائیسویں جلدی عبارت پڑھو کہ میرا سلام ہو ان علیؑ کی لاڈلیوں پر، ان نبی زادیوں پر، ان چادرِ تطہیر کی وارث بیبیوں پر کہ جب خیموں سے باہر نکلیں تو سروں کے بال کھلے ہوئے تھے، اور بیبیاں منہ پر طمانچے مار رہی تھیں۔ اور آوازیں بلند کر رہی تھیں: وامحمداؐ، واعلیاؑ، واحسناؑ، واحسیناؑ۔

نانا آؤ اپنی نواسیوں کی بے کسی دیکھو، غیور بابا علیؑ آؤ، اپنی بیٹیوں کی بے بسی دیکھو، حسنؑ حسینؑ بھائی آؤ اپنی بہنوں، لاڈلیوں کی حالتِ زار دیکھو۔ پھر کہتی ہیں واجابا: ہائے پردہ، نامحرموں کا مجمع عام کجا، چادرِ تطہیر کی وارث علیؑ و

بتولؑ کی بیٹیاں کہاں؟ اور ان کا سر ننگے باہر نکلنا کہاں۔ دو جملے اور عرض کروں گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا، جب آخری خیمہ جل رہا تھا، تو ایک معظمہ بی بی تھی جو کبھی اندر جاتی پھر آگ کے شعلوں کی تاب نہ لا کر جلدی جلدی باہر نکل آتی۔ میں نے سوچا کہ اس بی بیؑ کا کوئی قیمتی سامان اندر رہ گیا ہے، جس کے بچانے کے لیے بی بیؑ اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔ میں نے یکا یک دیکھا کہ جب بی بیؑ اندر گئی تھی تو تنہا تھی، جب چند لمحوں کے بعد آگ کے شعلوں سے نکلی تو ایک بیمار نوجوان کو کاندھوں پر سوار کیا ہوا تھا، اور بی بیؑ کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ بی بیؑ کون؟ اور یہ بیمار کون؟۔ اس نے مجھے بتایا:

"هٰذه زینب بنت علیؑ و هذا زین العابدین ابن الحسینؑ"

کہ یہ علیؑ و بتولؑ کی بڑی شہزادی زینبؑ ہے اور یہ ان کا بھتیجا زین العابدینؑ ہے۔

اس وقت پتا چلا، اور اس وقت یہ راز کھلا کہ بی بیؑ کا کوئی دُنیا کا ساز و سامان، دُنیا کا کوئی مال و منال اندر نہ تھا، وہ تو ظالم لوٹ کے چلے گئے تھے۔ باقی جل چکا تھا، یہ [illegible]ئی کی امانت تھی، یہ بی بیؑ کے پردے کا محافظ تھا۔ ان [illegible]ے نانے کے دین کا محافظ تھا۔ زین العابدینؑ۔ جس کو بچانے کی خاطر یہ محسنہ اسلام، محسنہ ایمان اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہی تھی۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

کے خطبات کا مجموعہ

مجالس حسینیہ ؑ

مرتب و ناشر

آغا محمد شعیب الحسن قمی

بونگہ جمعٹ ضلع سرگودھا

پرنسپل مدرسہ قرآن و عترت

قائم خان وسان جھنگو خیرپور میرس

مجالس حسینیہ (حصہ دوم)

سلطان المتکلمین حضرت علامہ الشیخ محمد حسین نجفی صاحب مدظلہ العالی کی مجالس کتابی شکل میں۔تاکہ مومنین اس سے استفادہ کرسکیں۔

ایک اچھے انداز میں "مجالس حسینیہ" حصہ دوئم جو کہ دین اسلام کے موضوع پر تقاریر کو مرتب کیا گیا ہے۔

دور حاضر کے مطابق "دین اسلام" کے موضوع جو کہ مختلف عنوان پر ہے جیسے اصول دین، فروع دین، اخلاقیات، معاشیات وغیرہ دین اسلام کے عنوان پر تحریر ہیں۔

یہ کتاب واعظین، مقررین، پیش نماز حضرات اور مومنین کرام کے لیے انتہائی مفید ہے۔



سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی

مدظلہ العالی علیٰ رؤس المومنین

ناشر: حیدر بک ڈپو
امام بارگاہ بلاک 7
خوشاب روڈ سرگودھا

فون: 0300-6050501 E-mail: raza_najfi@yahoo.com